سنہ ۱۳۳۲ھ

صحیفۃ العابدین

یعنی

سوانح عمری جناب امام حضرت زین العابدین علیہ السلام

مؤلفہ و مرتبہ

مولوی سید اولاد حیدر صاحب فوق بلگرامی

ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ ضلع شاہ آباد آرہ و مؤلف سراج المبین۔ سرو چمن۔ ذبح عظیم۔ مآثر الباقر۔ جعفر۔ کاظم۔ اخبار الرضا۔ تحفۃ المتقین۔ التقی۔ العسکری اور دُرّ المقصود فی احوال المہدی الموعود

سلام اللہ علیہ من ربنا المعبود

بار اول در مطبع مقبول پریس دہلی باہتمام منشی سید ظفر یاب علی صاحب طبع شد

بیکسیِ حسین کے مصائب

اس ایک اور خاص مضمون میں اتنی بے انتہا کتب تصنیف و تالیف ہو چکی ہیں جن کا شمار نا ممکن نہیں تو مشکل تو ضرور ہے۔ لیکن ہم جن کتب کو آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں ان میں کچھ خصوصیات ہیں۔ یعنی حتے المقدور غیر معتبر اور ضعیف احادیث کو ان کتب میں ہر گز ہر گز جگہ نہیں دی گئی ہے۔ علاوہ ازیں مضامین نہایت دلگداز ہیں حسین مظلوم اور دیگر شہدائے کربلا کی شہادت کے حالات ایسے دلخراش الفاظ اور ایسے محزون لہجہ میں تحریر کئے گئے ہیں کہ ہر مومن کے دل سے خون کی بوندیں ٹپک کر بے اختیار آنسو نکل پڑتے ہیں۔

لکھائی چھپائی نہایت صاف اور واضح اور قیمت مناسب ہے۔ یہی چند باتیں ایسی ہیں جنکی وجہ سے ان کتابوں کی بے انتہا قدر ہو رہی ہے۔

لواعج الاحزان اس میں چہاردہ معصومین کی ولادت و وفات کی مجالس موجود ہیں۔ اور ہر معصوم کی سوانح عمری کا تھوڑا بہت ذکر۔ معصومین کے آباؤ اجداد و اولاد کے معجزے اور انکا تفصیلی ذکر۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب قابل دید ہے۔ قیمت سابقہ عہ/ قیمت حال ۸/ ۔

تذکرۃ الطاہرین اس کتاب میں مصائب کا ذکر نہایت خوش اسلوبی سے تحریر کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے پانچ حصے ہیں۔ اور ہر حصے میں نہایت مُبکی اور دلگداز روایتیں جمع کی گئی ہیں۔ مکمل کتاب کی قیمت سابقہ ۶/ قیمت حال عہ/ ۔

ینابیع المصائب اس کتاب میں حضرت امام حسین علیہ السلام اور اُن کے رفقاء کی شہادت کے سچے اور تفصیلی حالات درج ہیں۔ قیمت ۱۲/

المشتہر
منیجر جوہر اینڈ کمپنی دہلی

۱

فہرست مضامین کتاب صحیفۃ العابدین یعنی سوانح عمری جناب امام زین العابدین علیہ السلام

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱	دیباچہ	
۲	حسب و نسب جناب امام زین العابدین علیہ السلام	۱
۳	امام زین العابدین علیہ السلام کی امامت کا زمانہ اسیری اور شام کی حالت	۶
۴	ابن زیاد کے دربار میں اہلبیت علیہم السلام کا ورود	۱۸
۵	عبداللہ ابن عفیف رضی اللہ عنہ کا واقعہ	۲۳
۶	اہلبیت علیہم السلام کی کوفہ سے شام کو روانگی	۲۵
۷	کوفہ سے پہلی منزل کربلائے معلے۔ دوسری منزل قادسیہ تیسری منزل موصل	۲۶
۸	چوتھی منزل شہر تکریت	۲۷
۹	پانچویں منزل وادیٔ نخلہ چھٹی منزل شہر لبّا۔ ساتویں منزل دیہ کحیل۔ آٹھویں منزل شہر نصیبین۔ نویں منزل شہر دعوات	۲۸
۱۰	دسویں منزل شہر قنسرین۔ گیارھویں منزل مقبرۃ النعمان	۲۹
۱۱	بارھویں منزل شہر شیرز۔ تیرھویں منزل ارض سیبور	۳۰
۱۲	چودھویں منزل شہر حماہ۔ پندرھویں منزل شہر حمص	۳۱
۱۳	سولھویں منزل بعلبک۔ سترھویں منزل دیر راہب	۳۲
۱۴	اٹھارھویں منزل شہر حرّان	۳۵
۱۵	انیسویں منزل شہر دمشق تختگاہ شام میں اہلبیت علیہم السلام کا ورود ...	۳۶
۱۶	یزید اور برادر زین العابدین علیہ السلام	۳۹
۱۷	یزید اور سفیر سلطان روم	۴۲
۱۸	یزید اور راس الجالوت۔ یزید اور جاثلیق نصرانی	۴۴
۱۹	یزید اور جناب امام زین العابدین علیہ السلام	۴۶
۲۰	یزید کی ندامت اور اہلبیت کی رہائی	۴۷
۲۱	دمشق کی مسجد جامع میں امام زین العابدین علیہ السلام کا خطبہ	۴۹

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۲۲	ہند بنت عبد اللہ ابن عامر	۵۵
۲۳	یزید اور قتل امام حسین علیہ السلام سے برائت کی کوششیں	۵۷
۲۴	اہلبیت علیہم السلام کا مدینہ میں ورود	۵۸
۲۵	جناب امام زین العابدین علیہ السلام کے متعلق واقعات کربلا کے بعد سے حالات	۶۴
۲۶	سنہ ۶۳ھ کا آغاز یزید اور ابن زبیر کے معاملات	۶۶
۲۷	یزید اور ابن زبیر۔ واقعہ حرّا اور غارت مدینہ	۶۷
۲۸	تسخیر شہر مکہ اور غارت خانۂ کعبہ	۷۲
۲۹	مکہ و مدینہ میں ابن زبیر کا تسلط۔ یزید کے بعد ملک شام میں فساد اور بدامنی	۷۳
۳۰	دمشق میں بدامنی	۷۵
۳۱	بصرہ میں بدامنی	۷۶
۳۲	کوفہ میں بدامنی۔ بصرہ سے شام کی طرف ابن زیاد کی گریز	۷۷
۳۳	مروان اور ابن زیاد کی گفتگو	۷۹
۳۴	مروان ابن الحکم کی حکومت	۸۱
۳۵	زفر ابن حارث کی سرگزشت	۸۲
۳۶	شیعیان علی علیہ السلام اور سلیمان ابن صرد خزاعی کی کوششیں ...	۸۳
۳۷	بیرونجات میں شیعوں کے نام خطوط	۸۵
۳۸	مختارؓ کی ابتدائی چھیڑ چھاڑ۔ مختارؓ و سلیمان کی گفتگو ...	۸۶
۳۹	عبد اللہ ابن زبیر کے امیر کوفہ میں	۸۷
۴۰	سلیمان ابن صرد خزاعی کی ماتحتی میں شیعوں کی کوششیں	۸۸
۴۱	فوج شام پر شبخون۔ جنگ عین الوردہ سلیمان کی ماتحتی میں شیعوں کی جان نثاریاں	۹۰
۴۲	مختار علیہ الرحمہ کے ابتدائی حالات	۹۳
۴۳	مختار علیہ الرحمہ کا اوّل بار قید ہونا اور قید سے رہائی پانا	۹۷
۴۴	عُمیرہ کا دربار یزید میں پہنچکر مختار کی رہائی کی کوشش کرنا	۱۰۲
۴۵	مختار اور ابن زبیر کے معاملات	۱۱۰

نمبر	مضامین	صفحہ
۴۶	مختارؒ کا بار دیگر قید ہونا ...	۱۱۱
۴۷	مروان کی موت ...	۱۱۲
۴۸	عبدالملک ابن مروان کی خلافت اور حکومت۔ عبداللہ ابن مطیع اور اہل کوفہ	۱۱۳
۴۹	مختارؒ کا تیسری بار قید ہونے سے بال بال بچنا ...	۱۱۴
۵۰	حضرت محمد حنفیہ رضی اللہ عنہ سے استفسار ...	۱۱۵
۵۱	ابراہیم ابن مالک اشتر کی شرکت ...	۱۱۶
۵۲	مختار علیہ الرحمہ اور ابراہیم کی کوششیں ...	۱۱۷
۵۳	عبداللہ ابن مطیع کا امیر مختار پر حملہ ...	۱۱۹
۵۴	جنگ دیر ہند ...	۱۲۰
۵۵	کوفہ میں امیر مختار کا تسلّط ...	۱۲۲
۵۶	عبدالملک ابن مروان کی ملک شام میں سلطنت ...	۱۲۳
۵۷	یزید ابن انس نخعی اور ربیعہ ابن مخارق غنوی سے مقابلہ ...	۱۲۴
۵۸	اہل کوفہ کا فساد۔ شبث ابن ربعی کی سازش ...	۱۲۶
۵۹	مفسدان کوفہ کی کامل شکست ...	۱۲۸
۶۰	ابراہیم ابن مالک اشتر اور ابن زیاد کا خاتمہ ...	۱۲۹
۶۱	حنظلہ ابن معاذ ثعلبی کی استمداد اور تفحص احوال ابن زیاد ...	۱۳۰
۶۲	ابن زیاد کے بیٹوں کا قتل ...	۱۳۲
۶۳	عبداللہ ابن زیاد کا قتل ...	۱۳۵
۶۴	سنان کا قتل ...	۱۳۶
۶۵	مختار علیہ الرحمہ سے قاتلان امام علیہ السلام کی سزا ...	۱۴۱
۶۶	شمر ذی الجوشن کا قتل ...	۱۴۲
۶۷	خولی کا قتل ...	۱۴۳
۶۸	حکیم ابن طفیل سنبسی۔ مرہ ابن منقذ عبدی۔ زید ابن رقاد۔ سنان ابن انس۔ عبداللہ ابن عقبہ غنوی۔ حرملہ ابن کاہل اسدی ...	۱۴۴

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۶۹	عبداللہ ابن عروہ خثعمی۔ عمرابن صبیح الصیداوی۔ محمد ابن اشعث	۱۴۵
۷۰	عبداللہ ابن اسید جہنی۔ مالک ابن خشم بدی۔ حمل ابن مالک محاربی۔ بجدل ابن سلیم کلبی۔ رفاد ابن مالک۔ عمر ابن خالد۔ عبدالرحمٰن بجلی۔ عبداللہ ابن قیس خولانی۔ اسماء ابن خارجہ فزاری	۱۴۶
۷۱	قیس ابن اشعث کندی۔ عمر ابن سعد کا قتل	۱۴۷
۷۲	حضرت محمد حنفیہؓ اور عبداللہ ابن زبیر	۱۵۳
۷۳	مختار علیہ الرحمہ کے آخر حالات	۱۶۵
۷۴	عبداللہ ابن زبیر اور عبدالملک	۱۶۶
۷۵	عبداللہ اور ابن زبیر کا قتل	۱۶۷
۷۶	عبدالملک کے وقت میں شیعوں کے حالات	۱۶۹
۷۷	سعید ابن جبیر کا قتل اور حجاج کے مظالم	۱۷۰
۷۸	حضرت قنبر رضی اللہ عنہ کا قتل	۱۷۲
۷۹	عبدالملک اور امام زین العابدین علیہ السلام کی بار دگر گرفتاری ...	۱۷۸
۸۰	جناب محمد ابن حنفیہ رضی اللہ عنہ اور محاکمۂ حجرالاسود	۱۸۴
۸۱	جناب امام زین العابدین علیہ السلام کی وفات	۱۸۵
۸۲	جناب امام زین العابدین علیہ السلام کے محاسن اخلاق ...	۱۸۷
۸۳	عبادت اور خوف خدا	۱۸۹
۸۴	سیدالساجدین اور سجاد کی وجہ تسمیہ ... ... خضوع وخشوع	۱۹۱
۸۵	غربا پر شفقت	۱۹۳
۸۶	فضیلت وجامعیت	۱۹۵
۸۷	قصیدہ فرزدق	۱۹۹

خاتمۃ الکتاب

۲۰۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَاٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاہِرِیْنَ

سیرۃ اہلبیت علیہم السّلام کے موجودہ سلسلہ کا یہ چوتھا نمبر ہے جسکا دیباچہ میں آج بکمال مسرت لکھ رہا ہوں سنہ ۱۳۲۵ ہجری کو گذرے ہوئے ابھی کتنے دن ہوئے۔ جناب خامس آل عبا ارواحنا لہ الفدا کے حالات تخمیناً چھ سو دس (۶۱۰) صفحوں میں لکھکر ہدیۂ ناظرین کرچکا ہوں۔ آپ کے حالات کو تمام کرکے پورے تین مہینے بھی میں نے اتنی بڑی دماغی محنتوں کے بعد سکون نہیں لیا۔ اور یہ سوچکر " جو کام آج کا ہے کل پہ دھر نہیں رکھتے۔ اس چوتھی کتاب کی تدوین کی طرف مصروف ہوگیا۔

جناب امام زین العابدین علیہ السّلام کے حالات کی ترتیب میں مجھ کو خود اعتراف ہے کہ کسی سخت اور دشوار گذار محنت سے سامنا نہیں ہوا۔ مگر تاہم امیر مختار علیہ الرحمہ کے تفحص احوال اور ترتیب واقعات میں البتہ کسی قدر زائد غور اور فکر سے کام لینا ہوا۔ پھر اس کے بعد سنہ ۱۱ ہجری سے لیکر سنہ ۹۵ تک کے ایسے تاریخی واقعات کی مطابقت اور اُن کی پوری پوری تلاش کرنی ہوئی

جن کو جناب امام زین العابدین علیہ السلام کی مقدس سیرت سے پورا تعلق تھا۔
غرضکہ میری موجودہ کتاب میں سفر شام سے لیکر واپسی مدینہ تک اور واپسی مدینہ سے خانہ نشینی تک اور خانہ نشینی سے روز وفات تک کے حالات پوری تفصیل کے ساتھ درج کئے گئے ہیں۔ آپ کی مبارک سیرت کے مخصوص حالات کے علاوہ حضرت سلیمان ابن صرد خزاعی اور امیر مختار اور مالک ابن ابراہیم رضوان اللہ علیہم کے حالات اور محاسن خدمات اور جنگ عین الوردا اور جنگ نہر خزرج کے پورے واقعات کافی تفصیل کے ساتھ قلمبند کیے گئے ہیں۔ آخر کتاب میں اپنے تاریخی سلسلہ کے قائم رکھنے کی غرض سے ظالم حجاج ابن یوسف اور اُس کے غیر متحمل مظالم بھی۔ جو اُس نے دوستداران اہلبیت اطہار اور شیعیان حیدر کرار رضوان اللہ علیہم پر کئے۔ پوری تفصیل کے ساتھ مختلف تاریخوں سے لکھے گئے ہیں۔ اور اُس کی سیرت بھی بالاختصار قلمبند کی گئی ہے۔

ایک جُداگانہ باب میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے حالات وفات اور آپ کے محاسن اخلاق اور عدیل فضل و کمال اور بےنظیر خصائل و شمائل کے متعلق واقعات تاریخی شہادتوں کے ساتھ مندرج کئے گئے ہیں۔

المختصر ہماری موجودہ کتاب صحیفۃ العابدین انہی مضامین کو لیے ہوئے ہماری قوم اور ہمارے فرقہ کے ذی استعداد اور روشن سواد بزرگوں کی خدمات میں پیش کی جاتی ہے۔ اور امید کی جاتی ہے کہ وہ مولف کی تحریری خطاؤں اور فروگذاشتوں پر خیال نہ فرمائینگے بلکہ اسکے مخدوش مقامات کو اپنی بیش بہا اصلاحوں سے درست فرما کر مولف کو اپنے احسانات اور عنایات کا ممنون بنائینگے۔ والسلام خیر الختام۔

المؤلف

عبدہ حقیر
سیّد اولاد حیدر بلگرامی عفی عنہ۔

کوآتھ ضلع آرہ شاہ آباد
مورخہ
ششم رجب سنہ ۱۳۲۶ ہجری

اُن کتابوں کے نام جن سے اس کتاب میں ماخذ کیا گیا ہے

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام
۱	نور العین۔ مقتل ابی اسحاق اسفرائنی۔	ابی اسحاق اسفرائنی۔
۲	مقتل ابو مخنف۔	لوط ابن یحییٰ۔
۳	روضۃ الاحباب۔	حافظ جمال الدین محدّث۔
۴	روضۃ الصّفا۔	خاوند شاہ۔
۵	ناسخ التواریخ۔	سپہر کاشانی۔
۶	تذکرۂ خواص الائمہ	علامہ سبط ابن جوزی۔
۷	صواعق محرقہ۔	ابن حجر مکّی۔
۸	فصل الخطاب۔	خواجہ محمد پارسا۔
۹	حلیۃ الابرار۔	حافظ ابو نعیم۔
۱۰	ینابیع المودۃ فی القربےٰ۔	حافظ سلیمان البلخی قندوزی۔

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام
۱۱	شہید اسلام۔	مولانا سیّد محمد ہارون صاحب ممتاز الافاضل۔
۱۲	ارجح المطالب فی مناقب علی ابن ابیطالب علیہ السلام	خواجہ عبید اللہ امرتسری۔

ان کتابوں کے علاوہ اور دوسری کتابوں کے بعض بعض مقامات سے مختلف مضامین لے لیے گئے ہیں۔ ان میں کتاب جلاء العیون۔ نور الابصار فی اخذ الثار اور لسان الواعظین کتب معتبرہ اہل تشیع سے زیادہ تر مدد لی گئی ہے۔ اور بعض جگہ اُن کی اصل عبارت اور بعض جگہ ترجمہ قلمبند کر دیا گیا ہے۔

المولف

احقر
سیّد اولاد حیدر بلگرامی عفی عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَاٰلِہِ الْمَیَامِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ؕ

اسم مبارک آپ کا علیؑ کنیت ابو محمد اور ابو الحسین ہے مشہور ترین القاب زین العابدین۔ سید الساجدین۔ امین۔ زکی۔ طاہر اور ذوی الثفنات ہے۔ آپ کی والدۂ معظمہ کا نام امّ ولد تھا۔ اور اُن کو غزالہ بھی کہتے تھے۔ بعضوں نے امّ سلمہ اور شاہ زنان بھی لکھا ہے۔ چنانچہ علامہ سبط ابن جوزی تذکرۂ خواص الائمہ میں لکھتے ہیں۔

کنّیتہ ابو محمّد وابن الحسین ویلقب بزین العابدین وسجّاد وذوی الثّفنات والزّکی وَالامین وامّہ ام ولد اسمہا غزالہ وقیل ام سلمہ وقیل شاہ زنان۔

آپ کی کنیت ابو محمد اور ابو الحسین ہے اور لقب زین العابدین اور سجّاد اور ذوی الثفنات اور زکی اور امین ہے۔ آپ کی والدہ کا نام غزالہ اور کنیت امّ ولد تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ امّ سلمہ نام تھا اور بعضوں نے شاہ زنان لکھا ہے۔ اور ذہبی نے طبقات الحفاظ میں آپ کی کنیت ابو الحسین اور ابو محمد کے علاوہ ابو عبد اللہ بھی لکھی ہے۔ تاریخ ابن خلکان میں بذیل تذکرہ جناب امام زین العابدین علیہ السلام یہ عبارت درج ہے۔

وعلی ابن الحسین ابن علی ابن ابیطالب علیہم السّلام المعروف بزین العابدین
ویقال لہ علی الاصغر ولیس للحسین عقب الّا من زین العابدین وھو ابو الائمہ
وسادات التّابعین آپ کا نام علی ابن الحسین ابن علی ابن ابیطالب ہے۔ آپ
زین العابدین کے لقب سے زیادہ مشہور ہیں۔ اور اُنکو علی اصغر بھی کہا جاتا ہے۔
سوائے امام زین العابدینؑ کے جناب امام حسین علیہ السلام کی نرینہ اولاد باقی نہیں
تھی۔ آپ ابو الائمہ اور سید التابعین بھی مشہور ہیں۔ اسی رعایت سے کتب اہلبیت
علیہم السلام میں آپ آدمِ آلِ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معزز لقب سے یاد کئے
جاتے ہیں۔ ابن خلکان نے آپکا لقب ابن الخیرتین بھی لکھا ہے۔ اُنکی عبارت یہ ہے۔
امہ سلافہ بنت یزدجرد اخر ملوک فارس وکان یقال زین العابدین علیہ السّلام
ابن الخیرتین لقولہ صلی اللہ علیہ والہ وسلّم انّ اللہ تعالیٰ اصطفٰی من عبادہٖ
خیرتان فخیرتہ من العرب قریش ومن العجم فارس حضرت امام زین العابدین
علیہ السلام کی مادر گرامی کا نام سلافہ بنت یزدجرد تھا۔ یزدجرد پر شاہان فارس کا سلسلہ
ختم ہوتا ہے۔ ان کو ابن الخیرتین بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا کے بندوں میں سے دو گروہ بہتر ہیں۔ پس میں نے عرب
سے قریش کو اور عجم میں سے فارس کو منتخب کیا ہے۔

ولادت باسعادت آپ کی پانچویں شعبان روز پنجشنبہ ۳۸ھ ہجری کو آپ کے جدّ امجد جناب
علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے عہد خلافت میں آپ کی وفات سے دو برس پہلے
واقع ہوئی۔ چنانچہ علّامہ سبط ابن جوزی تحریر فرماتے ہیں ولد یوم الخمیس فی المدینہ
خامس شعبان سنہ ثمان وثلاثین فی ایّام جدّہ علی ابن ابیطالب علیہ السّلام
قبل وفاتہ بسنتین آپ کی ولادت باسعادت مدینۂ طیبہ میں پانچویں شعبان ۳۸ھ ہجری
کو آپ کے جدّ بزرگوار جناب امیر المؤمنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے عہد خلافت
میں واقع ہوئی۔

فریقین کا اس امر پر اتفاق ہو چکا ہے کہ آپ کی والدۂ معظمہ کا اسم گرامی شاہ زنان بنت
یزدجرد ہے جو شہربانو کے نام سے مشہور ہیں۔ چنانچہ صاحب روضۃ الصفا علامۂ زمخشری
کی اسناد سے تحریر فرماتے ہیں۔ در ربیع الابرار مسطور است کہ امیر المؤمنین علی ابن ابیطالب

علیہ السلام حریث ابن جابر جعفی را بحکومت بعضے از بلاد مشرقیہ فرستادہ و حریث دو دختر یزدجرد را بدست آوردہ بخدمت آنحضرت علیہ السلام فرستاد۔ حضرت مقدس امیر المومنین علیہ السلام شہربانو را بہ قرۃ العین امام حسین علیہ السلام داد و یکے را کہ مسماۃ گیہان بانو بود بہ محمد ابن ابی بکر ارزانی داشت تا بخواست از یک خواہر امام زین العابدین علیہ السلام متولد شد و از آں خواہر قاسم ابن محمد۔ روضۃ الصفا جلد سوم ص۲ بمبئی۔

جناب شہربانو سلام اللہ علیہا کی نسبت علمائے فریقین سے اکثر اختلاف کیا ہے جناب شیخ مفید عطر اللہ مرقدہ اور علامہ زمخشری نے تو وہی روایت لکھی ہے جو روضۃ الصفا سے اوپر لکھی گئی۔ مگر اس اتفاق میں بھی اختلاف ہے۔ بعض جناب شہربانو کا آنا خلافت ثانیہ میں اور بعض نے خلافت ثالثہ میں لکھا ہے۔ خلافت ثانیہ میں ان کے آنے کی یوں کیفیت درج ہے۔

جب یزدجرد ابن شہریار آخر بادشاہ عجم کی دختروں کو لائے تو جمیع دختران مدینہ اُن کے تماشائے حسن و جمال کے لئے آئیں۔ اور جب خلیفۂ وقت نے اُن کے مُنہ دیکھنے کا قصد کیا تو وہ مانع ہوئیں اور کہنے لگیں کہ ہرمز کا منہ سیاہ ہو کہ تو آج اُسکی اولاد کی طرف ہاتھ اُٹھاتا ہے۔ عمر نے کہا کہ اے گبرزادی تو مجھے دشنام دیتی ہے اور چاہا اسے سزا پہنچائیں جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا اُسکی بات کو ہم نہیں سمجھتے تم کو کیونکر معلوم ہوا کہ یہ تمہیں دشنام دیتی ہے۔ پھر خلیفۂ وقت نے حکم دیا کہ اُنکے فروخت کی منادی کرائی جائے۔ حضرت نے فرمایا دختران سلاطین کا بیع کرنا ہرچند کہ وہ کافر ہوں جائز نہیں۔ لیکن اس سے کہو کہ ان مسلمانوں میں سے ایک کو قبول کرلے اور اسکو اُس سے تزویج کردو اور اُسکا مُہر بیت المال سے دیا جاوے۔ عمر نے قبول کیا اور کہا کہ کسی کو اہل مجلس سے اختیار کرلے۔ اُس سعادتمند نے امام حسین علیہ السلام کے دوش مبارک پر ہاتھ رکھدیا۔ پس جناب امیر علیہ السلام نے زبان فارسی میں اُن سے پوچھا تمہارا کیا نام ہے؟ اُسنے کہا جہان شاہ۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ تم سچ کہتی ہو۔ پس حضرت امام حسین علیہ السلام سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم اس باسعادت سے نیکی کرنا کیونکہ اس سے ایک ایسا فرزند ہوگا جو بعد تمہارے بہتر اہل زمین ہوگا۔ اور یہ میرے اوصیائے ذریت کی مادر ہے۔ چنانچہ جناب امام زین العابدین علیہ السلام ان سے پیدا ہوئے۔ جلاء العیون ص ۴۰۴

جناب امام زین العابدین علیہ السلام کی مادر گرامی حضرت شہر بانو علیہ السلام کا ایک خواب
بھی بعض علمائے اہلبیت نے اپنی معتبر تالیفات میں درج کیا ہے وہ یہ ہے کہ قبل اسکے
کہ مسلمانوں کا لشکر اُنکی طرف جائے جناب شہر بانو نے ایک شب خواب میں دیکھا کہ
جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم مع حضرت امام حسین علیہ السلام کے اُنکے گھر
تشریف لائے اور مجھ کو اُن سے تزویج کیا۔ جناب شہر بانو رح فرماتی ہیں کہ جب صبح ہوئی اس
خورشید فلک امامت کی محبت میرے دل میں مستحکم ہوئی اور مجھے ہمیشہ اور ہر وقت آنحضرت
کا خیال رہتا تھا۔ جب دوسری شب ہوئی تو حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو میں
نے خواب میں دیکھا کہ میرے پاس تشریف لائیں اور اسلام کی مجھے ہدایت فرمائی ہیں
نے خواب ہی میں اسلام قبول کیا۔ بعد ازاں فرمایا کہ لشکر اسلام تمہارے باپ پر غالب
ہوگا۔ اور تم اسیر ہو کے بہت جلد میرے فرزند جناب امام حسین علیہ السلام کے پاس
پہنچو گی۔
فریقین کے علمائے معتبرین نے جناب شہر بانو کا آنا خلافت عثمان میں لکھا ہے چنانچہ
خواجہ محمد پارسا اپنی معتبر اور مستند کتاب فصل الخطاب میں یہ عبارت تحریر فرماتے ہیں
امّہ شہر بانو بنت یزدجرد ابن شہریار ابن شیرویہ ابن پرویز ابن
ھرمز ابن انوشروان الملک العادل اتوھا مع اختھا گیھان بانو من حدود
الفارس فی خلافۃ عثمان ابن عفان فاراد سبیھما قال لہ علی علیہ السلام لا
یعامل فی بنی الملوک معاملہ سائرھم فتزوّج الحسین علیہ السلام شہربانو
فولدت علی الاصغر وتزوّج محمد ابن ابی بکر گیھان بانو فولدت لہ قاسم قالوا
انظر الی برکۃ العدل حیث جعل اللہ تبارک وتعالی لائمۃ المھدیین
من نسل الحسین علیہ السلام من بنت یزدجرد المنتسب الی کسریٰ
نوشیروان الملک العادل۔
جناب امام زین العابدین علیہ السلام کی والدۂ معظمہ حضرت شہر بانو علیہا السلام تھیں
حضرت شہر بانو بنت یزدجرد ابن شہریار ابن شیرویہ ابن پرویز ابن ہرمز ابن نوشیروان
العادل تھیں۔ اپنی بہن گیہان بانو کے ساتھ حدود فارس سے مقید ہو کر خلافت عثمان
ابن عفان میں مدینہ منورہ لائی گئیں، عثمان نے اُن کے بیچ ڈالنے کا ارادہ کیا تو جناب

امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا کہ اولاد سلاطین کے معاملات سائر امت اسلامیہ کی
ایسا نہ ہونا چاہیئے۔ پس آپ نے حضرت شہربانو کا عقد امام حسین علیہ السلام سے کر دیا
اور گیہان بانو کا عقد محمد ابن ابی بکر سے کر دیا۔ جناب شہربانو سے حضرت علی اصغر الملقب
بہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اور گیہان بانو سے قاسم ابن محمد ابن
ابوبکر پیدا ہوئے۔ نوشیروان کی عدالت کا یہ ثمرہ ہے کہ خدائے سبحانہ تعالےٰ نے جناب
امام حسین علیہ السلام کی اولاد سے ائمہ معصومینؑ کو پیدا کیا۔ اور یہ تمام حضرات جناب
شہربانو کے بطن سے تھے اور وہ مخدومہ یزدجرد کی صاحبزادی تھیں۔ جو پانچویں
پشت میں نوشیروان عادل سے ملتا ہے۔ یہی روایت معتبر اور مستند بین الفریقین ہے۔
علمائے اہلبیت میں علّامہ ابن بابویہ نے جناب امام رضا علیہ السلام کے اسناد سے
ایسی ہی روایت کی ہے۔ اور ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ علامہ ابن بابویہ کی تصدیق کرتے
ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ یہی روایت اشہر اور قوی ہے۔ جلاء ص ۲۴۰۔ علمائے اہلسنت
میں علّامہ ابن حجر۔ خواجہ محمد پارسا اور امام سلیمان قندوزی بھی اسی کی تصدیق فرماتے ہیں
ینابیع المودہ ص ۳۱۵۔ شمس العلماء مولوی شبلی نعمانی سابق پروفیسر علیگڈھ بھی ایسا ہی
روایت کرتے ہیں۔

اس امر پر اتفاق ہو چکا ہے کہ جناب امام زین العابدین علیہ السّلام اپنے جدّ بزرگوار
حضرت امیر المؤمنین علیہ السّلام کے زمانۂ خلافت میں پیدا ہوئے اور کامل دو برس تک
اپنے جدّ امجد کے کنار عاطفت میں پرورش پاتے رہے۔ بعد اس کے دس برس تک اپنے
عم نامدار حضرت امام حسن علیہ السلام کی آغوش شفقت میں آرام سے بسر کرتے رہے۔ پھر
دس برس تک اپنے والد بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ رہے۔ اس حساب سے
واقعۂ کربلا تک آپ کا سن مبارک ۲۲ برس کا ثابت ہوتا ہے۔

اس کتاب سے پہلے ہم اس سلسلہ کی ماقبل جلدوں میں نہایت واضح طور سے دکھلا آئے ہیں
کہ ائمہ معصومین سلام اللہ علیہم اجمعین کو ظاہری تعلیم و تدریس کی حاجت نہیں ہوتی تھی۔
کیونکہ مبدءِ فیض سے ان حضرات کو علوم لدنیہ میں کافی حصہ عنایت ہو چکا تھا۔ اور ان میں سے
خلعت گرانمایۂ الرّاسخون فی العلم ان کی مقدس قامت کے لئے قطع ہو چکا تھا پھر ان
روحانی تعلیموں کے مقابلہ میں ظاہری اور معمولی درس و تدریس کی کوئی حقیقت اور ضرورت

نہیں تھی۔ سمجھ لینے کو یہی کافی ہے کہ جناب امام زین العابدین علیہ السلام کی تعلیم بھی وہی تعلیم تھی۔ جو از آدم تا بہ خاتم سلام اللہ علیہم اجمعین انبیائے مرسلین کے مقدس دائرہ میں مخصوص طور پر محدود اور محفوظ پائی جاتی ہے۔ جس طرح جناب امیر المومنین علیہ السلام نے خدمت رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تعلیم پائی اور حضرات حسنین علیہما السلام نے جناب امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں اکتساب علوم کیا اسی طرح جناب امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے عم نامدار حضرت امام حسن علیہ السلام اور اپنے والد بزرگوار جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت بابرکات میں جملہ علوم کی تکمیل وتحصیل فرمائی اور اسی طرح آپ کے بعد اس روحانی تعلیم کا سلسلہ ایک امام سے دوسرے امام تک قائم رہا۔ یہانتک کہ امام عصر عجل اللہ ظہورہ تک منتہی ہو کر اثنا عشر نقیبا کی مقدس اور پاک بشارت واضح طور پر ظاہر ہو گئی۔

بہر حال حضرت امام حسن علیہ السلام کے زمانہ خلافت سے لیکر واقعۂ کربلا کے آغاز تک ہمکو تاریخ میں کوئی واقعہ ایسا نہیں ملتا جسکو جناب امام زین العابدین علیہ السلام کی مبارک سیرت سے کوئی تعلق پایا جاتا ہو۔ حضرت امام حسن علیہ السلام کے بعد معاویہ کے زمانہ میں ایک نقل آپ کے متعلق بعض کتابوں میں لکھی پائی جاتی ہے۔ مگر جہانتک اس کی نسبت تلاش کی گئی ہے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ وہ واقعہ جناب علی اکبر علیہ السلام کے متعلق ہے نہ جناب امام زین العابدین علیہ السلام کے۔ چنانچہ ہم اسکو پوری تفصیل کے ساتھ جناب علی اکبر علیہ السلام کے حال میں لکھ آئے ہیں۔ حضرت امام حسن علیہ السلام کی وفات سے آغاز معرکۂ کربلا تک کا زمانہ آپ کے متعلق کچھ بھی نہیں بتلاتا۔ اور تاریخوں میں آپ کے متعلق کوئی ذکر پایا نہیں جاتا۔ اس لئے ہم اپنی کتاب کے آئندہ مضامین کو جناب امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد سے آغاز کرتے ہیں۔ اور آپ کے مقدس حالات کو اس وقت سے شروع کرتے ہیں جس وقت سے آپ اپنے پدر عالیمقدار کی جگہ منصب امامت پر متمکن ہوئے۔

امام زین العابدین علیہ السلام کی امامت کا زمانہ اسیری اور سفر شام کی حالت

جناب سید الساجدین امام زین العابدین علیہ السلام کا سن مبارک اس وقت ۲۳ برس کا تھا۔ آپ حضرت امام حسن علیہ السلام کی صاحبزادی سے منسوب تھے۔ اور اپنے پدر بزرگوار

جناب امام حسین علیہ السلام کے سامنے صاحب اولاد ہو چکے تھے۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام معرکۂ کربلا میں موجود تھے۔ فریقین نے اس نونہال چمن امامت کا سن اس وقت چار یا پانچ سال کا بتلایا ہے۔

بہرحال۔ اب ہم اپنے موجودہ سلسلۂ بیان کو آغاز کرتے ہیں کہ جناب امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے وقت آپ کئی روز قبل سے مرض اسہال میں مبتلا تھے۔ اور صاحب فراش ہو رہے تھے۔ یہانتک نوبت پہنچ گئی تھی کہ تمام گھر کے لوگ آپ کی زندگی سے مایوس ہو گئے تھے۔ اسی وجہ سے وہ وصیتیں جو منصب امامت سے مخصوص تعلق رکھتی تھیں امام حسین علیہ السلام نے ایک کاغذ پر لکھکر جناب فاطمہ کبریٰ سلام اللہ علیہا کے سپرد فرمایا تھا۔ اور کہدیا تھا کہ جب تمہارے بھائی ہوش میں آئیں تو اُن کو دیدینا۔ چنانچہ بموجب ارشاد تعمیل کیگئی۔ جلاء العیون ص ۱۲۲۔

حمید ابن مسلم کا بیان ہے کہ بعد شہادت امام حسین علیہ السلام جب شمر امام زین العابدین علیہ السلام کے خیمہ میں آیا تو دیکھا کہ حضرت بستر بیماری پر بیہوش تھے۔ اُس شقی نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا۔ مگر میں نے کہا سبحان اللہ تم نے سب کو قتل کر ڈالا۔ اب اس بیمار واجب الرحم کو بھی نہیں چھوڑتے۔ مقتل ابن اسحاق اسفرائنی میں لکھا ہے کہ وہ اونٹ کا چمڑا جس پر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اپنی بیماری کی حالت میں پڑے تھے۔ اشقیا آپ کے نیچے سے کھینچ لے گئے۔ ملائے مجلسی رح ان واقعات کی تفصیل میں تحریر فرماتے ہیں کہ جناب کبریٰ سے منقول ہے کہ بعد غارت مال و اسباب کے جب ہم اپنے خیموں میں آئے تو دیکھا سب اسباب لوٹ لے گئے۔ اور ہمارے برادر عالیمقدار امام زین العابدین علیہ السلام بیماری اور تشنگی کے سبب مُنہ کے بھل زمین پر پڑے ہیں۔ اور ہمارے حال پر رو رہے ہیں۔ ان پُر درد واقعات کو انہیں تفصیلوں کے ساتھ مقتل ابو مخنف۔ ینابیع المودہ۔ روضۃ الصفا۔ اعثم کوفی میں بھی لکھا ہے۔ اور یہ واقعات ایسے مشہور اور متواتر ہیں جو تمام کتابوں میں کثرت سے درج ہیں۔ چونکہ ہماری موجودہ تالیفی ضرورت ہم کو زیادہ واقعات مصائب کے بیان کرنیکی اجازت نہیں دیتی اس لیے ہم ان کی تفصیل سے قطع نظر کر کے اہلبیت کرام علیہم السلام کی اسیری اور لاشہائے شہداء کے دفن ہونے کے حالات کو اپنی ضرورت تالیف کے مطابق

ذیل میں درج کرتے ہیں۔
ناسخ التواریخ کا بیان ہے کہ دسویں تاریخ تمام کرکے گیارھویں تاریخ زوال کے بعد عمر سعد نے خیمۂ امام علیہ السلام میں آگ لگا دینے کا حکم دیدیا۔ یہ خلاف مشہور ہے۔ جمہور کا اتفاق اسی پر ہے کہ ع ہوتے ہی شام آگ لگا دی خیام میں۔ بہرحال خیمۂ مطہر میں آگ لگا دی گئی۔ اُن مصیبت دیدہ اور آفت رسیدہ بیبیوں۔ بچوں کے اضطرار اور انتشار کی کیفیت ایسی نہیں ہے جو کسی کی خیالی قوتوں سے اندازہ کیجا سکے۔ ایسی قیامت ناک حالتوں میں ان غریبوں کا مدد کرنیوالا کہاں پوچھنے والا تک بھی کوئی نہ تھا۔ اُن غریبوں کی مدد کرنیوالے جو تھے وہ تو سب کے سب پہلے ہی کٹ چکے تھے۔ اب صرف خیمہ خیمہ باقی تھا جس میں وہ مصیبت کی ماری بیبیاں اپنے سروں کو زانوؤں پر جھکائے زمین پر بیٹھی تھیں۔ اور اپنے پارہائے جگر کو یاد کرکرکے آٹھ آٹھ آنسو رو رہی تھیں۔ افسوس اب بھی اُن ظالموں کو اُن کی گئی گذری حالتوں پر بھی کسی کو افسوس نہ آیا۔ دفعۃً خیمۂ مطہر میں آگ لگا دی گئی۔ وہ غمدیدہ اور آفت رسیدہ سراسیمہ و مضطر ہو کر اُنہیں بھڑکتے ہوئے شعلوں میں نکل پڑیں۔ اور واحمداہ واعلیاہ کے نالے بلند کرنے لگیں۔ اُن نامردوں میں تو کسی کو غیرت یا حمیت کا ذرا بھی جوش نہ آیا۔ مگر قبیلۂ بکر ابن وائل میں سے ایک سپاہی کی بی بی جو ہمراہیان عمر سعد سے تھی۔ یہ قیامت ناک منظر دیکھکر اپنے آپ میں نہ رہی۔ اور بیتاب ہو کر اپنے خیمہ سے باہر نکل پڑی اور چلّا چلّا کر کہنے لگی یا آل بکر ابن وائل اتسلب بنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا حکم الا اللہ یا ثارات رسول اللہ۔ اے بکر ابن وائل کے قبیلہ والو۔ اے آل پیغمبر کے خون کے دعویدارو۔ تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیوں کو برہنہ کرتے ہوئے اور اُنکے مال و اسباب کو غارت کرتے ہوئے دیکھ رہے ہو۔ کسی کا کوئی حکم سوائے خدا کے حکم کے نہیں ہے۔ پس تم کیونکر اُنکے خون کا انتقام نہیں لیتے۔ اُنکا یہ حال دیکھکر اُس کے شوہر نے فوراً اُسکو تھام لیا۔ اور باہر سے لیجا کر خیمہ میں بٹھلا دیا۔ بہرحال خیمۂ مقدس تو جل کر خاک ہو گیا مصیبت زدہ بیبیاں اور آفت رسیدہ بچے نکل کر اُس قیامت خیز میدان میں ادھر اُدھر منتشر ہو گئے۔ عمر ابن سعد نے پھر اُن کے اسیر کیے جانیکا حکم دیا اور دم کے دم میں

اُن اشقیا نے اِس لُٹے ہوئے قافلہ کو گھیر لیا اور اُنکو ننگے اونٹوں پر سر برہنہ سوار کرکے کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔ امام زین العابدین علیہ السلام کو طوق و زنجیر میں مقید کرکے ایک اونٹ پر بٹھلا دیا۔ چونکہ آپ بیمار تھے اِس لیے گر جانے کے خوف سے اُن کے دونوں پاؤں اونٹ کے پیٹ سے باندھ دیے گئے تھے۔ یہ اسیروں کا قافلہ پہلے عمر سعد کے جائزہ کو چلا۔ ان عزیز مُردوں کی نگاہیں جس وقت اپنے اپنے پیاروں کی لاشوں پر پڑیں۔ بے اختیار ہو ہو کر اونٹوں سے گر پڑیں اور ہر ایک مصیبت زدہ بی بی نے اپنے پارۂ جگر کی لاش کو اپنے کلیجہ سے لگا لیا۔ جناب زینب سلام اللہ علیہا کی نظر جب لاشِ مطہر جناب امام حسین علیہ السلام پر پڑی تو ذیل کے کلمات میں صدائے نالہ و فریاد بلند فرمائی۔

یا محمداہ بناتک السبایا و ذریتک مقتلہ تسفی علیہم ریح الصبا وھذا حسین مجزور الراس من القفا مسلوب العمامۃ والرداء بابی من عسکرہ فی یوم الاثنین نھبا بابی من فسطاطہ مقطع العری بابی من لا ھو غائب فیرتجی ولا جریح فیداوی بابی من نفسی لہ الفداء بابی من لہ الھموم حتی قضی بابی من ھو العطشان حتی مضی بابی من شیبہ تقطر بالدماء بابی من جدہ رسول الہ السماء بابی من ھو سبط النبی الھدی بابی محمد المصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بابی خدیجۃ الکبری بابی علیا المرتضی بابی فاطمۃ الزھراء سیدۃ النساء بابی من ردت لہ الشمس حتی صلی۔

اے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ آپ کی بیٹیاں ہیں جو قید کی گئیں اور یہ آپ کی اولاد ہے جو قتل کی گئی۔ اور اُن کی لاشیں اُسی طرح ہوا کے سامنے ڈالی گئیں۔ یہ آپ کا پیارا حسین علیہ السلام ہے جسکا سر اُس کی گردن سے علیحدہ کیا گیا۔ اور سلاح جنگ اور سارا لباس اُس کے جسم سے اُتار لیا گیا۔ میرے ماں باپ اُس پر فدا ہوں جسکا لشکر دوشنبہ کے دن غارت کیا گیا۔ میرے ماں باپ اُسپر فدا ہوں جسکے خیمے گرا دیے گئے۔ میرے ماں باپ اُس پر فدا ہوں جس مسافر کے پھر آنے کی کوئی امید نہیں تھی۔ اور میرے ماں باپ اُس مقتول و مذبوح پر فدا ہوں جس کے زخموں کا کوئی علاج نہیں ہو سکتا۔ میری جان اُس شخص پر فدا ہو جس کے سر کا خون اُسکے

منہہ اور تمام بدن پر جاری تھا۔ میرے ماں باپ اُس شخص پر فدا ہوں جو بھوکا پیاسا اس جہان سے گذرا۔ میری جان اُس شخص پر فدا ہو جسپر فدا ہونیکے لیے میری جان پیدا کی گئی ہے۔ میرے ماں باپ اُس شخص پر فدا ہوں جو ہمیشہ رنج و غم میں اپنی زندگی بسر کرتا رہا۔ میرے ماں باپ اُسپر فدا ہوں جسکا نانا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم تھا اور وہ فرزند نبی تھا۔ میری جان جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم سیّد الانبیاء و جناب علی مرتضےٰ علیہ التحیۃ والثنا و حضرت خدیجۃ الکبرےٰ و جناب فاطمۃ الزہرا سیّدۃ النسا سلام اللہ علیہما پر فدا ہو۔ میرے ماں باپ اُس پر فدا ہوں جس کے لیے آفتاب پھر اپنے مقام پر آگیا یہاں تک کہ اُس نے اپنی نماز تمام کر لی۔ ناسخ التواریخ جلد ششم ص ۳۱۴۔

مورخین بالاتفاق بیان کرتے ہیں کہ جناب زینب سلام اللہ علیہا کے یہ پُر درد نالے سنکر دوست دشمن پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ یہ قیامت ناک عالم دیکھکر عمر ابن سعد نے اہلبیت علیہم السلام کو اُن کے جگر پاروں کی لاش سے کسی نہ کسی طرح چھڑایا۔ اسکے بعد عمر سعد نے اتنے عرصہ تک کربلا کے میدان میں قیام کیا کہ اُسکی طرف کے مقتولین سب دفن کر دیے گئے۔ صرف جناب امام حسین علیہ السلام اور آپکے تمام اعوان و انصار اُسی طرح خاک و خون میں آغشتہ چھوڑ دیے گئے۔ اپنی طرف کے لوگوں کو مدفون کر کے عمر سعد نے کوفہ کی روانگی کا قصد کیا۔ اور اپنے لشکر کو یوں آراستہ کر کے روانہ کیا کہ فوج کے آگے آگے شہدائے کربلا کے سرہائے بریدہ نوک نیزہ پر نصب۔ اُن کے پیچھے اسیرانِ اہلبیتؑ کے اونٹوں کی قطاریں۔ انکے پیچھے جُدا جُدا قبیلوں کے سواروں کے رسالے۔ سواروں کے بعد پیادے۔

جناب امام حسین علیہ السلام کا فرق مبارک خولی ابن یزید الاصبحی کو دیا گیا۔ خولی کے متعلق ایک واقعہ فریقین کی معتبر کتابوں میں پایا جاتا ہے کہ خولی اصبحی آپ کے سر مبارک کو لیکر شہر کوفہ میں داخل ہوا تو اُس زمانہ میں اُس کی دو بیبیاں تھیں۔ ایک قبیلۂ بنی اسد سے تھی اور ایک قبیلۂ حضرموت سے۔ اور جو حضرموتؔ کی عورت تھی اُسکا نام نوار تھا۔ خولی اُس دن اسی کے گھر آیا اور اُس سے مخاطب ہو کر کہنے لگا جئتک بالدّھر ھٰذا رأس الحسین علیہ السلام معاث فی الدّار یہ سرخ لے۔ یہ جناب امام حسینؑ

علیہ السلام کا سر ہے جو تیرے گھر میں موجود ہے۔ فقالت ویلك جاء الناس بالذہب والفضة وجئت برأس ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واللہ لا یجمع رأسی ورأسك علی وسادة ابدا۔ تجھ پر افسوس ہے۔ سب لوگ تو اپنے گھر سونا چاندی لاتے ہیں اور تو فرزند سرور کائنات کا سر لایا ہے۔ قسم خدا کی آج سے میں اور تو کبھی ایک فرش پر نہ سوئینگے۔ ابو مخنف۔ مقتل ابی اسحاق وغیرہ۔

بہر حال یہ تو امام حسین علیہ السلام کے فرق مبارک کے متعلق ایک واقعہ تھا جو لکھا گیا۔ اسی طرح اور شہدا کے سر بھی افسران فوج پر تقسیم کر دیے گئے۔ چنانچہ قیس ابن اشعث کندی کو جو قبیلۂ حضر موت کا سردار تھا تیرہ ۱۳ سر دیے گئے۔ شمر ذی الجوشن کو جو قوم ہوازن کا سردار تھا سترہ ۱۷ سر دیے گئے۔ گروہ بنی اسد کو سولہ ۱۶ سر اور قبیلۂ مذحج کو سات سر ملے۔ باقی اور قبیلوں کو اسی طرح تقسیم کیے گئے۔

عمر ابن سعد اپنی طرف کے کشتوں کو دفن کر کے چلتا ہوا۔ اور فرزند رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مع اُن کے اعوان وانصار کے اسی طرح فرش خاک پر عریاں چھوڑ گیا۔ شاید وہ ان برگزیدگان خدا کو و من مات فاقبرہ کے قابل بھی نہیں سمجھتا تھا۔ اب ان مجاہدان فی سبیل اللہ کے لاشہائے ناپرساں پر کیا گذری۔ وہ یہ ہے کہ اہل غاضریہ جو قبیلۂ بنی اسد سے تھے اپنی زراعت کی ضرورت سے ادھر آئے تو ان غریبوں اور وطن آواروں کی یہ حالتیں دیکھکر اپنے حمیّت اسلامی کو بدنام کرنیکی ذلت گوارا نہ کر سکے۔ اور اپنے قبیلہ کے لوگوں کو جمع کر کے امام حسین علیہ السلام اور آپ کے اعوان وانصار کی لاشوں کو باحتیاط تمام سپرد خاک کر دیا۔

علمائے اہلبیت علیہم السلام اس واقعہ کی تصدیق فرماتے ہوئے اتنا اضافہ اور فرماتے ہیں کہ جناب امام زین العابدین علیہ السلام بھی ان لوگوں کے شریک ہوئے۔ چنانچہ بحار الانوار جلد عاشر اور جلاء العیون جلد ثانی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام اپنے اُس علم وقدرت کے اختیار سے جو متعلق امامت آپ کو حاصل تھے اُس مقام پر تشریف لائے اور اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام کو مدفون فرمایا۔

حافظ جمال الدین محدث جو سواد اعظم اہلسنت کے علمائے معتبرین سے ہیں اپنی کتاب

روضۃ الاحباب میں لکھتے ہیں کہ :-
کوفہ کا داخلہ - جب عبداللہ ابن زیاد کو اسیران اہلبیتؑ کی آمد معلوم ہوئی تو اُس نے تمام شہر میں منادی کرادی کہ کوئی شخص مسلح ہو کر گھر سے باہر نہ نکلے اور کسی قسم کا ہتھیار اپنے ساتھ نہ رکھے - اِس کے علاوہ دس ہزار فوج کو تمام شہر کی گلیوں اور ناکوں پر معین کر دیا کہ شیعیان علی علیہ السلام اور دوستداران اہلبیتؑ کرام کسی قسم کا تعرض نہ کریں - شہر کے ضروری انتظام کے بعد اُس نے قصر دارالامارہ کو بھی خوب آراستہ و پیراستہ کیا - قدرت خدا کی جشن ہے قتل حسینؑ کا - دوسرے دن صبح کو عمر سعد اپنی ہمراہی فوج کے ساتھ بڑے تزک و احتشام سے شہر میں داخل ہوا۔
داخلۂ اہلبیت علیہم السلام کی خبر پاکر چاروں طرف سے کوفہ کے بے غیرت نامردوں کا وہ ہجوم ہوا کہ الحفیظ والامان - دوست دشمن سب ذریّت رسول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اس حالت میں دیکھکر ہائے ہائے کرکے رونے لگے - اور سب کے سب اپنے کیے پر پچھتانے لگے - جناب امام زین العابدین علیہ السلام نے اُن کو اس حالت سے دیکھکر فرمایا فقال علی ابن الحسین علیہ السلام بصوت ضعیف اتنوحون وتبکون لاجلنا فمن قتلنا امام علیہ السلام نے بآواز ضعیف فرمایا اے لوگو جب تم لوگ میرے حال پر روتے اور نوحہ کرتے ہو تو بتلاؤ کہ ہمارا قتل کرنے والا کون ہے۔
سہل شہروزی کا بیان ہے کہ میں نے اسیران اہلبیتؑ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اُن کو اسیران ترک و دیلم کی طرح لیے جاتے ہیں۔ چاروں طرف سے تماشائیوں کا ہجوم تھا - کوٹھوں پر سے عورتیں اُنکی عبرت خیز حالتوں کا نظارہ کر رہی تھیں - اُن میں سے ایک نے پوچھا من ای الاساری انتن تم لوگ کس قوم کے اسیر ہو - فقلن نحن اساری آل محمّد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم لوگ اسیران آل محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہیں۔ بشیر ابن حزیم کا بیان ہے کہ ان تماشائیوں کو مخاطب کرکے جناب زینب سلام اللہ علیہا نے ذیل کا خطبہ آغاز فرمایا۔
الحمد للہ والصّلوٰۃ علی ابی محمّد وآلہ الطّیّبین الاخیار امّا بعد یا اھل الکوفۃ یا اھل الختل والغدر اتبکون فلا رقات العبرۃ ولا ھدأت الزّفرۃ

انّما مثلکم کمثل التی نقضت غزلها من بعد قوّة انکاثا تتخذون ایمانکم
دخلا بینکم هل فیکم الّا الصلف والعجب والشنف والکذب وملق
الاماء وغمز الاعداء او کمرعی علی دمنه او کفضه علی لمحودة الا ساء ما قدمت
لکم انفسکم ان سخط الله علیکم وفی العذاب انتم خالدون ای اجل و
الله فابکوا فانکم والله احق بالبکآء فابکوا کثیرا واضحکوا قلیلا فقد بلیتم
بعارها ومنیتم بشارها ولن ترحضوها ابدا وانی ترحضون قتل سلیل
خاتم النبوة ومعدن الرّسالة وسیّد شباب اهل الجنّة وملاذ حربکم
ومعاذ حزبکم ومقر سلمکم واسی کلمکم ومفزع نازلتکم والمرجع الیه عند
مقاتلتکم ومدرة حججکم ومنارة محجتکم الا ساء ما قدّمت لکم انفسکم و
ساء ما تزرون لیوم بعثکم فتعسا تعسا ونکسا نکسا لقد خاب السعی و تبت
الایدی وخسرت الصفقة وبؤتم بغضب من الله وضربت علیکم الذلّة
والمسکنة اتدرون ویلکم ایّ کبد لمحمّد صلّی الله علیه وآله وسلّم فریتم
وایّ عهد نکثتم وای کریمة له ابرزتم وایّ حرمة له هتکتم وایّ دم له
سفکتم لقد جئتم شیئا ادا تکاد السّموات یتفطرن منه وتنشق الارض
وتخر الجبال هدا لقد جئتم بها علیاء صلعاء عنقاء شواء وفی بعضها خرقاء شوهاء
طلاع الارض والسّمآء افعجبتم ان قطرت السّمآء دما ولعذاب الاخرة
اخزی وهم لا ینصرون فلا یستخفنکم المهل فانّه عزّوجل لا یحفزه
البدار ولا یخاف علیه فوت الثار کلا ان ربّکم لنا ولهم لبالمرصاد ثمّ
انشات فقالت ـــه ماذا تقولون اذ قال النبیّ لکم ؛ ماذا صنعتم و
انتم اخر الامم ؛ باهلبیتی واولادی ومکرمتی ؛ منهم اساری و
منهم ضرجوا بدم ؛ ما کان ذاک جزائی اذ نصحت لکم ؛ ان تخلفونی بسوء
فی ذوی رحم ؛ انی لاخشی علیکم ان یحل بکم ؛ مثل العذاب الذی
اوذی علی ادم ؛

اے اہل کوفہ اے اہل بکر و دغا تم میری حالتوں پر روتے ہو حالانکہ ابھی تک تمہاری
ہی جور و ستم سے ہماری آنکھیں خونبار اور ہماری پلکیں اشکبار ہیں۔ تمہاری مثال اُن

عورتوں کی ایسی ہے جو اپنے کپڑوں کو خوب بُنیں اور پھر بُنکر اُن کو کھول ڈالیں۔ کیونکہ تم
لوگوں نے جو عہد و پیمان کئے وہ توڑ ڈالے۔ اور تم لوگوں کی فطرتوں میں خودستائی۔ مکر۔
کذب۔ خوشامد اور چغل خوری کے سوا اور عادت نہیں ہے۔ تمہاری مثال ایسی چاندی
کی ہے کہ نہ وہ کھانے میں شامل کیجاتی ہے اور نہ اُس کی ظرف میں کھانا کھایا جاسکتا ہے۔
تمہاری ایسی خراب طبیعت واقع ہوئی ہے کہ تمہاری نفسانیتوں نے تمہارے لیے ہمیشہ
کے لیے دوزخ میں جگہ بنا رکھی ہے۔ جب تم ہم لوگوں کو قتل کر چکے تو اب ہماری
حالتوں پر روتے ہو۔ خدا کی قسم تم ہمیشہ کے لیے رونے کے سزاوار ہو۔ پس زیادہ روؤ اور کم
ہنسو۔ پس تم نے اپنے آپ کو ایسے عیب و عار میں آلودہ کیا ہے کہ قیامت تک وہ
آلائش کسی پانی سے نہیں چھوٹ سکتی۔ اور وہ دھبا کیونکر چھوٹ سکتا ہے کیونکہ تم نے
اپنے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند اور سید جوانان اہل بہشت کو قتل
کیا ہے۔ اور ایک ایسے بزرگ کا خون اپنے ذمہ لیا ہے اور بہایا ہے جو تمہارے
میدانہائے جنگ کی پشت و پناہ۔ تمہارے عقول کا معین۔ تمہاری صداقت کا
کفیل۔ تمہاری جراحتوں کا طبیب۔ تمہاری بلاؤں کا مامن۔ تمہاری دلائل کی قوت
اور تمہارے براہین کی علت اور تمہارے تمام طریقوں کا راہبر تھا۔ اے مردمان
کوفہ جرم عظیم تمنے اپنے ذمہ لیا۔ اور نہایت خوفناک طریقہ اپنے لیے قیامت میں
جمع کیا۔ اور ہلاکت و بربادی کا باعث اپنے لیے ٹھہرایا۔ تمہارے ہاتھ کاٹے جائیں
اور تمہارے امور معاد کو ہمیشہ خسارہ نصیب ہو۔ تم سب عذاب خدا میں مبتلا ہوگئے۔
اور ذلت و رسوائی کے باعث کف افسوس ملنے کے سزاوار ہوگئے۔ افسوس ہے
تم پر۔ آیا تم جانتے ہو کہ تم نے کونسے فرزند رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل
کیا ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کونسے عہد کو توڑا ہے۔ اور تمنے
کن صاحبان عصمت کو اُنکے گھروں سے نکال کر بے پردہ کیا ہے۔ تم نے کس کی
حرمتوں کو ضائع کیا ہے۔ اور کس کے خون کو بہایا ہے۔ تمہاری ان حرکتوں سے
نزدیک تھا کہ آسمان پھٹ پڑیں۔ اور زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جاوے۔ پہاڑ سرنگوں
ہو جاویں۔ اس حادثہ عظلے اور اس واقعۂ کبرے نے اطراف زمین و آسمان
کو گھیر لیا ہے۔ تعجب نہیں کہ آسمان سے خون برسے۔ وہ زمانہ بہت جلد آتا ہے

کہ تم خدائے قادر و توانا کے عذاب الیم میں گرفتار ہو۔ اور یہ مہلت جو تم کو ملی ہے اس پر تم مطمئن اور خوشدل مت ہو۔ کیونکہ خدائے مطلق امور انتقام میں جلدی نہیں کرتا۔ اور اُس کو وقت کے گذر جانے سے کوئی خوف نہیں ہوتا۔ کیونکہ خدائے سبحانہ تعالےٰ ہمیشہ مجرموں کے تاک میں ہے۔ پھر آپ نے یہ اشعار پڑھے۔

تم کیا جواب دوگے جب جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ السلام تم سے پوچھینگے کہ تم تو بہترین امت تھے۔ تم نے ہمارے اہلبیت۔ ہماری اولاد اور ہماری عترت کو ساتھ کیا کیا۔ اُن کو تم نے اسیر کیا۔ اور اُن کو تم نے خون میں آلودہ کیا۔ کیا میری تمام وصیتو اور نصیحتوں کی جزا یہی تھی کہ تم ہمارے صاحبان رحم کے ساتھ بعد میرے بُری طرح سے پیش آئے۔

بشر ابن فراحم جو موقع پر حاضر تھا بیان کرتا ہے کہ جناب زینب سلام اللہ علیہا کے اس سچے اور پر اثر خطبہ نے اہل کوفہ کے سخت دلوں پر ایسا اثر کیا کہ تمام چھوٹے بڑے زنان پسر مردہ کی طرح ڈھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ اور اپنی ندامت سے کے ہاتھ کاٹنے لگے۔ میرے پہلو میں ایک ضعیف العمر شخص کھڑا تھا۔ میں نے اُس کی طرف دیکھا تو اُس کو نہایت بُری حالتوں سے روتا ہوا پایا۔ اُس کی آنکھوں سے آنسو پے در پے اُس کے مُنہ اور ڈاڑھی پر روان تھے۔ پھر اس نے اسی حالت میں اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھائے۔ اور جناب زینب سلام اللہ علیہا کے خطبہ کے جواب میں لکھنے لگا بابی وامی کھولھم خیر الکھول وشبابھم خیر شباب ونسلھم نسل کریم وفضلہم فضل عظیم یعنی میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں تمہارے بزرگوار ہمارے بزرگوں سے بہتر ہیں۔ اور تمہارے جوان ہمارے جوانوں سے بہتر ہیں۔ اور تمہاری شرافتیں ہماری شرافتوں سے بہتر ہیں۔ بشر ابن حزیم کا بیان ہے۔ جناب زینب سلام اللہ علیہا سے بڑھکر رعب میں کسی دوسری عورت کو فصیح و بلیغ و گویا ہم نے نہیں پایا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام خود اپنی زبان صداقت ترجمان سے تقریر فرما رہے ہیں کہ یہ عالم تھا کہ جس گروہ کی طرف آپ خطاب فرماتی تھیں وہ جماعت کی جماعت آپکی حسن تقریر سنکر خجالت و ندامت کے سبب سر بگریبان ہو جاتی تھی

بہرحال ہم پھر اپنے سلسلۂ بیان پر آجاتے ہیں۔ جناب زینب سلام اللہ علیہا کی تقریر کے

بعد جناب امام زین العابدین نے اُس مجمع کو مخاطب فرما کر ذیل کا خطبہ ارشاد فرمایا۔
ایّھا النّاس من عرفنی و من لم یعرفنی فانا علی ابن الحسین ابن علی ابن ابیطالب علیہ السلام انا ابن المذبوح بشطّ الفرات من غیر دخل ولا ترات انا ابن من انتھک حریمہ وسئلت یعتہ وانتھب مالہ وسبی عیالہ انا ابن من قتل صبرا وکفی بذٰلک فخرا ایّھا النّاس ناشدتکم باللہ ھل تعلمون انکم کتبتم الیٰ ابی وخدعتموہ واعطیتموہ من انفسکم العھد والمیثاق و البیعۃ وقاتلتموہ وخذلتموہ فتبا لکم لما قدّمتم لانفسکم وسوءۃ لرایکم بایۃ عین تنظرون الی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اذ یقول لکم قتلتم عترتی وانتھکتم حرمتی فلستم من امتی۔
جو لوگ نہ پہچانیں وہ اور جو کہ پہچانے وہ بھی جان لے کہ میں علی ابن الحسین ابن علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہوں۔ میں اُس بزرگوار کا فرزند ہوں جسکا فرق مبارک کنار فرات کے کاٹا گیا۔ ایسی حالت میں کہ کوئی اُس کے خون کا عوض لینے والا بھی نہیں تھا۔ میں اُس بزرگوار کا فرزند ہوں کہ جس کا پردۂ حرمت چاک کیا گیا۔ اور اُس کے سلاح جنگ کو غارت کیا گیا۔ اُس کے مال و اموال کو لوٹا۔ اُسکے اہل و عیال کو اسیر کیا۔ اُس کو نہایت سخت تکلیفوں سے قتل کیا۔ اور یہی امر ہماری اور اُس کی مفاخرت کے لیے کافی ہے۔ اب اے لوگو میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں۔ آیا تم لوگ وہ نہیں ہو جنہوں نے پئے درپئے خطوط لکھکر میرے پدر بزرگوار کو بلایا۔ جب اُنہوں نے تمہاری استدعا کو قبول کیا تب تم لوگوں نے اُن سے مکر و فریب کرکے بیعت کی اور وعدہائے مستحکم قرار دیے۔ اِس کے بعد پھر تمہیں لوگوں نے اُنکو قتل کیا۔ اور اُن کو اُن کے منصب سے علیحدہ کیا۔ پس ایہا الناس۔ تم سب کو ہلاکت نصیب ہو۔ کچھ یہ بھی تم کو معلوم ہے کہ تم نے اپنے لیے بروز قیامت کیا ذخیرہ جمع کر رکھا ہے تم کیسے ناقص رائے اور بدعقیدہ قوم ہو۔ تم کن آنکھوں سے جناب رسالت مآب صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زیارت سے مشرف ہوگے اور کس مُنہ سے آنحضرت کے سامنے جاؤگے۔ ایسی حالت میں کہ جب آنحضرت تم سے ارشاد فرمائینگے کہ تمہیں لوگوں نے میرے بچّوں کو قتل کیا اور میرے پردۂ حرمت کو پارہ پارہ کیا۔ پس تم سب میری اُمّت

سے نہیں ہو۔
آپ کے کلام صداقت التیام یہاں تک پہنچے تھے کہ تمام حاضرین نے سخت گریہ وزاری شروع کی اور چاروں طرف سے صدائے نالہ و شیون بلند ہوئی۔ یہ کیفیت مشاہدہ فرماکر جناب امام زین العابدین علیہ السلام نے ارشاد کیا رحم اللہ امرء قبل نصیحتی وحفظ وصیتی فی اللہ وفی رسولہ واھلبیتہ فان لنا فی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اسوۃ حسنہ خدائے سبحانہ وتعالے اُس شخص کی حالت پر رحم کرے جو راہ خدا اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہماری نصیحت و وصیت کو قبول و محفوظ رکھے کیونکہ ہمکو جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص متابعت اور عقیدت حاصل ہے۔ آپ کے یہ ارشاد ہدایت بنیاد سنکر تمام اہل کوفہ یکزبان ہوکر کہنے لگے کہ صدقت یا ابن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ہم سب آپ کے فرمان کے مطیع ومنقاد ہوتے ہیں۔ آپ جو کچھ ارشاد فرمائینگے ہم سر آنکھوں سے بجا لائینگے آپ جس کے ساتھ لڑینگے ہم بھی اُس کے ساتھ جنگ کرنیکو موجود ہیں۔ اور آپ جس کے ساتھ صلح کرینگے ہم بھی اُس کے ساتھ طریقۂ مصالحت اختیار کرینگے۔ یہاں تک کہ ہم اُن تمام جفاشعاروں سے اُن مظالم کا پورا بدلہ لے لینگے۔ جو ان شریروں نے انکے ساتھ کیے ہیں۔
فقال علیہ السلام ھیھات ھیھات ایتھا الغدرۃ المکرۃ حیل بینکم وبین شھوات انفسکم اتریدون ان تاتوا الیّ کما اتیتم الی آبائی من قبل کلا ورب الراقصات فان الجرح یندمل ابی بالامس واھل بیتہ معہ ولم ینسنی ثکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وثکل ابی وبنی ابی ووجد بین لھاتی ومرارتہ بین حناجری وحلقی وغصصہ تجری فی فراش صدری ومسئلتی ان لا تکونوا النا ر ولا علینا۔
اُن کے کلام سنکر امام زین العابدین علیہ السلام نے جواب دیا کہ اے اہل کوفہ افسوس افسوس۔ اے قوم ناہنجار۔ تم سب ہم سے دور رہو۔ تم وہ دغاباز اور حیلہ ساز گروہ ہو جسکی طبیعت اور فطرت مکر و حیلہ سے بھری ہوئی ہے۔ تمہارا اصلی مقصود یہ ہے کہ تم نے جو کچھ ہمارے آبائے طاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ کیا ہے وہی ہمارے ساتھ بھی کرو۔ حاشا و کلا۔ قسم خدائے سبحانہ وتعالے کی میں کبھی اسے منظور نہیں کرونگا۔ وہ

زخم جو میرے والد بزرگوار کی شہادت کے سبب میرے قلب پر لگے ہیں اور جنہوں نے میرے قلب کو توڑ دیا ہے۔ ابھی تک اچھے نہیں ہوئے ہیں۔ اور ابھی تک وہ میرے دل سے بھولے نہیں ہیں۔ ابھی تک میرے باپ۔ بھائی اور عزیزوں کی مصیبتیں میرے سینہ میں نیش لگا رہی ہیں۔ اور اس غم و الم کی تلخی ابھی تک میرے گلے میں محسوس ہو رہی ہے۔ اور اُسکا غصہ میرے سینہ میں موجود ہے۔ میں اب تم لوگوں سے صرف اسی قدر چاہتا ہوں کہ نہ میں تمہارے ساتھ رہوں اور نہ تم ہمارے ساتھ۔

مسلم جصاص۔ جو سلطنت امویہ کی طرف سے علاقہ کوفہ کا میر عمارت تھا۔ بیان کرتا ہے کہ میں نے اسیران اہلبیتؑ کو کوفہ میں آتے ہوئے دیکھا کہ زن و مرد کوفہ اُنکی مصیبتناک حالتوں کو دیکھ کر روتے تھے۔ اور عورتیں روٹی کے ٹکڑے۔ جوّا ور خرمے اُنپر تصدق کرتی تھیں۔ معصوم بچّے اُن کو اکثر اُٹھا کر مُنھہ میں ڈال لیتے تھے۔ جناب ام کلثوم علیہا السلام اُن کے ننھے ننھے ہاتھوں سے وہ اشیائے صدقہ لے لیتی تھیں اور اُن پھینکنے والوں کی طرف مخاطب ہو کر فرماتی تھیں یا اھل الکوفۃ ان الصدقۃ علینا حرام اے اہل کوفہ صدقہ تو ہم لوگوں پر حرام ہے۔

ابن زیاد کے دربار میں اہلبیت علیہم السلام کا ورود

صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے خولی ابن یزید الاصبحی اور بشر ابن مالک جناب امام حسین علیہ السلام کے فرق مبارک کو لیکر ابن زیاد کے آگے آئے۔ بشر ابن مالک نے اور بعض کے نزدیک خولی نے مختصر تمہید کے بعد یہ اشعار پڑھے

املاء رکابی فضۃ و ذھبا ٭ انی قتلت الملک المحجبا ٭ ومن یصلی القبلتین فی الصبا قتلت خیر الناس امّا و ابا ٭ وخیرھم اذ ینسبون النسبا ٭ اے امیر میری رکاب کو سونے اور چاندی (روپیہ اور اشرفی) سے بھر دے۔ کیونکہ میں نے ایسے بادشاہ غیور کو قتل کیا ہے جس نے بچپن سے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہے۔ اور میں نے اُس بہترین مردم کو قتل کیا ہے جو باپ اور ماں دونوں کی طرف سے بہترین عالم اور اپنی شرافت نسبی کے اعتبار سے فاضل ترین جہان تھا۔" یہ سنکر ابن زیاد بد نہاد نے جواب دیا ویحک فان علمت انہ خیر الناس امّا و ابا لم قتلتہ اذا واللہ ما تلقی منی خیرا الا الحقنک بہ فامر یضرب عنقہ فعجل اللہ بروحہ الی النار تجھ پر سخت

افسوس ہے۔ جب تو جانتا ہے کہ وہ ماں باپ کے اعتبار سے تمام جہان سے فاضلترین مردم تھے تو تو نے کیوں ایسے بزرگ کو قتل کیا۔ تیرے لیے میں کوئی انعام نہیں دونگا۔ سوائے اسکے کہ تجھ کو بھی اُنہیں کے ساتھ ملا دوں۔ اِس کے بعد اُس نے حکم دیا کہ بشر ابن مالک کا سر کاٹا جاوے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اور وہ شقی ترین مردم داخل دوزخ ہوا۔
بہرحال ابن زیاد نے آپ کے فرق مبارک کو ایک طشت میں رکھا اور اُسکو دیکھکر بہت ہی مسرور ہوا اور تبسم زیرلب کر کے اُس چھڑی سے جو اُس کے ہاتھ میں تھی آپکے دندان مبارک کو ٹھکرا کر کہنے لگا کان حسن الثغر یعنی آپ کے دانت کیسے حسین ہیں۔ زید ابن ارقم جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشہور صحابی اُس مجلس میں حاضر تھے اُسکی بدزبانی اور بے ادبی کو دیکھکر بیتاب ہو گئے اور کہنے لگے ارفع قضیبك هاتین الشفتین فواللہ الذی لا الٰہ الا ھو لقد رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موضع قضیبك من فیہ اے پسر زیاد ان لبہائے مبارک سے اپنی چھڑی کو اُٹھا لے قسم خدا کی جسکے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں ہے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی مقام کے بوسے لے رہے تھے جس کے اوپر تو اس وقت اپنی چھڑی رکھے ہوئے ہے۔ زید ابن ارقم یہ کہکر ایسا بیتاب ہوئے کہ ڈھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ ابن زیاد کو ان کی یہ کیفیت دیکھکر غصہ آیا اور وہ کہنے لگا ابکی اللہ عینیك یا عدو اللہ لولا انك شیخ قد خرفت وذھب عقلك لضربت عنقك خدا تمہاری آنکھوں کو رُلائے۔ اے دشمن خدا۔ اگر تم بوڑھے نہ ہوتے اور ضعف پیری کے سبب تمہاری عقل زائل نہو گئی ہوتی تو میں ابھی وقت تمہاری گردن کاٹ جانیکا حکم کرتا۔ زید ابن ارقم نے تو اُس کی ان فضولیات کا کوئی جواب نہ دیا مگر اُس کو بار دگر مخاطب کر کے کہا کہ اے ابن زیاد میں اب تجھ کو ایک حدیث سنا کر متنبہ کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ میں نے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک دن دیکھا کہ جناب امام حسن علیہ السلام کو پہلوئے راست پر اور جناب امام حسین علیہ السلام کو زانوئے چپ پر بٹھلائے ہوئے ہیں۔ اور اپنے دست مطہر ان بچوں کے سر پر شفقت سے پھیر رہے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں اللھم انی استودعك ایاھما وصالح المؤمنین میں یہ امام حسن اور امام حسین علیہما السلام اور انکے والد حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام جو صالح المومنین ہیں۔ تیرے سپرد کرتا ہوں۔

کیوں اے پسر زیاد اب مجھ کو تو بتلادے کہ توان ودایع جناب نبوی کے ساتھ کس طرح
پیش آیا۔ یہ کہکر زید ابن ارقم پھر رونے لگے۔ اور جب رونے سے فراغت پائی تو تمام
حاضرین کوفہ کو مخاطب فرما کے کہنے لگے کہ اے قوم عرب! اور اے غلاموں کے
غلام۔ تمنے پسر نابغہ کو پسند کیا اور پسر مرجانہ کو سلطنت اسلامی اسی لیے دی تھی کہ اُسنے
اخیار اُمت کو قتل کیا اور اشرار امت کو اپنا ملازم بنایا اور تم نے اُس کو اس لیے آزاد کردیا
ہے کہ وہ تم کو ہمیشہ ذلیل وخوار رکھے۔ اور تمام امور میں تم سے بسختی پیش آوے۔ خدا اپنی
رحمت سے اُس شخص کو دور رکھے جو مکر و فریب اور عار و ذلت کو اپنا شعار کرے۔

یہ واقعہ ایسا مشہور ہے اور معتبر کہ باختلاف الفاظ تمام مورخین نے اپنی اپنی تالیفات میں
جمع کیا ہے۔ دیکھو روضۃ الصفا۔ روضۃ الاحباب۔ اعثم کوفی۔ کامل ابن اثیر۔ تاریخ طبری
وغیرہ وغیرہ۔

شرح صحیح بخاری میں محمد ابن سیرین کی اسناد سے لکھا ہے کہ انس ابن مالک جناب رسالتماب
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشہور صحابی اُس مجلس میں حاضر تھے۔ ابن زیاد بد نہاد کی یہ حرکت
دیکھکر زار زار رونے لگے۔ اور کہنے لگے کہ افسوس۔ جناب امام حسین علیہ السلام آنحضرت
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اشبہ ترین مردم تھے۔

ہشام ابن محمد کا بیان ہے۔ جو ابن زیاد کی طرف سے کہانت کے عہدہ پر مامور تھا۔ کہ میں نے
ابن زیاد سے کہا کہ اے امیر مناسب یہ ہے کہ تو اپنے پاؤں دشمن کے سر پر رکھ کہ فال نیک
ہے۔ ابن زیاد بد نہاد نے اُس کے کہنے کے مطابق کیا سیعلم الذین ظلموا آی منقلب ینقلبون
ابن زیاد اسیران اہلبیت علیہم السلام کو بکمال مسرت دیکھکر کہنے لگا الحمد للہ الذی
فضحکم وقتلکم واکذب حدیثکم معاذ اللہ۔ شکر خدا کا جس نے تمہیں ذلیل کیا
اور تم کو قتل کیا اور تمہارے دروغ کو ظاہر کیا۔ ابن زیاد کے کلام سنکر جناب زینب سلام اللہ علیہا
نے فرمایا الحمد للہ الذی اکرمنا بنبیہ محمد وطہرنا من الرجس تطہیرا انما یفتضح
الفاسق ویکذب الفاجر وھو غیرنا اُس خدائے سبحانہ وتعالے کا شکر ہے جسنے بباعث
جناب محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم لوگوں کو فضیلت عطا فرمائی اور دنیا کی تمام
آلائشوں سے ہم کو پاک و پاکیزہ فرمایا۔ بیشک خدائے قادر و توانا ہر فاسق و بدکار کو ذلیل کرتا ہے
اور جھوٹا سمجھتا ہے اور ہم لوگ اُن میں سے نہیں ہیں۔ بلکہ وہ دوسرے لوگ ہیں۔ آپ کا

دندان شکن اور پر اثر جواب سنکر ابن زیاد نے کہا کیف رایت صنع اللہ باخیك دیکھو خدا نے تمہارے بھائی کے ساتھ کیا کیا۔ جناب زینبؑ نے نہایت استقلال سے جواب میں ارشاد فرمایا مارایت الا جمیلا ھٰٓؤلآء قوم کتب اللہ علیھم القتل فبرزوا الی مضاجعھم و سیجمع اللہ بینك وبینھم و نتحاجون و تختصمون عندہ وان لك یابن زیاد موقفا فاستعد لہ جوابا وانی لك بہ فانظر لمن الفلج یومئذ ثکلتك امك یابن مرجانۃ۔
یعنی جو کچھ خدا نے انکے (امام حسین علیہ السلام) ساتھ کیا اُس میں میں نے سوائے بہتری کے اور کچھ نہیں دیکھا۔ کیونکہ آل محمد علیہم السلام وہ بزرگ اور معزز قوم ہیں کہ حق تعالے نے اپنی قربت حاصل کرنیکی غرض سے درجۂ شہادت عطا فرمایا ہے۔ اس لیے یہ حضرات اپنے مقصود دلی کی طرف رجوع ہونے میں عجلت فرماتے ہیں۔ لیکن خدائے قادر و توانا بہت جلد ہمکو اور تم کو مقام پرسش پر کھڑا کریگا۔ اور جانبین کی حجتوں کو سنیگا۔ پس اے ابن مرجانہ تو ہی غور کر کہ اُس دن نجات ابدی کس کے لیے حاصل ہونیوالی ہے۔
اتنا سننا تھا کہ ابن مرجانہ اپنے غصہ کی آگ میں جل گیا اور چاہا کہ جناب زینب علیہا السلام کو شہید کرے۔ عمر ابن حریث اُس وقت حاضر مجلس تھا۔ ابن زیاد کا دلی ارادہ معلوم کر کے اُس سے کہنے لگا کہ اب تجھ میں اتنی حمیت بھی باقی نہیں رہی کہ تو اب عورتوں پر بھی ہاتھ اُٹھانے لگا۔ عمر ابن حریث کی فہمائش سے وہ باز تو رہا مگر اپنی شریر اور مفسد طبیعت کے تقاضہ سے عاجز اور مجبور آ کر پھر جناب علیا مکرمہ کو مخاطب کیا اور کہنے لگا شفا نا اللہ من طاغیتك الحسین (معاذ اللہ) والعصاۃ المردۃ من اھل بیتك معاذ اللہ۔ حسینؑ باغی اور مرتدین اہلبیتؑ کے قتل سے میرے قلوب کی شفا ہو گئی۔
اب جب اُس مرتد ازلی کی یہ زبان درازی سنی تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے مگر فرط گریہ کو ضبط فرما کر ارشاد کیا لعمری لقد قتلت کھلی وابرزت اھلی وقطعت فرعی واجتثثت اصلی فان کان ھٰذا شفائك فقد اشتفیت۔ میری جان کی قسم تو نے ہمارے ضعیفوں کو مارا۔ ہماری عورتوں کو بے پردہ کیا۔ اور ہمارے برگ و بار کو بیخ و بن سے کاٹ ڈالا۔ اگر تیرے قلب کی شفا اسی میں ہے تو تو اپنی شفا حاصل کر۔

داریم روا چو او روا می دارد		آبادی دیگران ز بربادی ما	

یہ سنکر ابن زیاد نے کہا ھٰذا سجاعۃ ولعمری لقد کان ابوك سجاعا شاعرا۔ یہ عورت

مثل اپنے پدر بزرگوار کے مسجّع اور مقفّٰے الفاظ میں باتیں کرتی ہے۔ قسم خدا کی جناب علی مرتضےٰ علیہ السلام بہت بڑے سجاع اور شاعر تھے۔ جناب زینب علیہا السلام نے فرمایا کہ اگر میرے کلام مسجّع اور مقفّٰے ہوں تو کوئی تعجّب نہیں ہے۔ زیادہ تر تعجّب تو اُس شخص پر ہوتا ہے جو باوجودیکہ جانتا ہے کہ عقبےٰ میں اُس سے باز پرس کی جائیگی اور خداوند تعالےٰ اُس سے انتقام لیگا مگر تاہم اپنے امام زمانہ کے قتل کا حکم کرتا ہے۔

پھر جناب ام کلثوم علیہا السلام ابن زیاد بد نہاد سے مخاطب ہوکر فرمانے لگیں یا ابن زیاد کان قرّت عینك بقتل الحسین علیہ السّلام فقد کان عین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم تقرّ و برویتہ وکان یقتلہ ومص شفیتہ وبحملہ فھو واخوہ فاستعد عن الجواب۔ اے پسر زیاد۔ قتل جناب امام حسین علیہ السلام سے تیری آنکھ تو ٹھنڈی ہوئی مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ اُس کے دیدار سے روشن ہوتی تھی۔ اور آپ اُن کے لبہائے مبارک کو چوسا کرتے تھے۔ اور اُس کے بھائی امام حسن علیہ السلام کو اپنے کاندھے پر چڑھاتے تھے۔ اب تو اُن جوابوں کے لئے تیار رہ جو بروز قیامت تجھ سے پوچھے جائینگے۔

اس کے بعد ابن زیاد نے جناب امام زین العابدین علیہ السلام کی طرف مخاطب ہوکر حاضرین سے پوچھا کہ یہ نوجوان کون ہیں۔ تو لوگوں نے کہا یہ علی ابن الحسین علیہما السلام ہے۔ فقال الیس قد قتل اللہ علی ابن الحسین علیہما السلام کیا علی ابن الحسین علیہما السلام کو خدا نے قتل نہیں کیا ہے؟ آپ نے اُس کے کافرانہ تعریض کے جواب میں نہایت آہستگی سے ارشاد فرمایا قد کان لی اخ یقال لہ علی ابن الحسین علیہما السّلام قتلہ النّاس میرا ایک بھائی تھا۔ جسکا نام علی ابن الحسین علیہما السلام تھا البتہ اُن کو لوگوں نے قتل کر ڈالا۔ اُسنے کہا کہ لوگوں نے نہیں قتل کیا۔ اِس کے جواب میں آپ نے یہ آیۂ قرآنی تلاوت فرمایا۔ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا خدا یتعالےٰ انسان کے نفوس کو اُس وقت مار ڈالتا ہے جب اُسکی موت آجاتی ہے۔ اور جبکا زمانہ موت نہیں آتا وہ اپنی خوابگاہ کی طرف آسودہ ہوتا ہے۔ یہ جواب سنکر ابن زیاد کی آتش غیظ وغضب سخت مشتعل ہوئی۔ وہ آپ سے مخاطب ہوکر کہنے لگا کہ یہ کسقدر جری اور گستاخ ہے۔ اِسکو باہر لیجاؤ اور اسکی گردن مارو۔ یہ حکم سنکر جناب زینب سلام اللہ علیہا کو سخت اضطراب لاحق حال ہوا۔ جناب

علیا مکرمہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے ابن زیاد سے مخاطب ہو کر فرمایا حسبك من دمائنا واعتنقه وقالت واللہ لا افارقہ فان قتلته فاقتلنی معه اے ابن زیاد ہمارے سب کے خون کرنیکے بعد بھی تو بس نہیں کرتا۔ پھر اپنے ہاتھ اُن کی گردن میں ڈالدیئے اور فرمایا کہ میں تو اسکو نہیں چھوڑونگی۔ اگر اس کو مارتا ہے تو مجھ کو بھی مار ڈال۔ جناب زینب خاتون کے اس کلام نے اُس بیرحم کے دل پر بھی سخت اثر کیا۔ وہ کہنے لگا واعجبا للرحم واللہ انی لاظنها نودان اقتلها و ته دعوفانی اراه لما به مشغول عزیزداری اور قرابت کے ایسے مستحکم ارادوں پر سخت تعجب ہے۔ دیکھو جناب زینب حضرت علی ابن الحسین علیہما السلام کے عوض میں قتل کیے جانے پر راضی ہیں۔ اس لیے اُنکے قتل سے باز آؤ اور اُن کو اور امام زین العابدین علیہ السلام کو چھوڑ دو کہ وہ بھی اُس چیز کی طرف نگراں ہو جس کی طرف وہ مصروف ہیں۔ اس کے بعد جناب امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا اے عمہ خاموش رہیے اور اب مجھ کو ابن زیاد کے جواب دینے دیجیے۔ پس آپ نے اُس کو مخاطب فرما کر ارشاد کیا ابالقتل تهددنی یا ابن زیاد اما علمت ان القتل لنا عادة وکرامتنا الشهادة اے زیاد کے بیٹے تو مجھ کو قتل سے ڈراتا ہے تو یہ نہیں جانتا کہ قتل ہونا ہماری عادت ہے اور شہادت ہمارے لیے کرامت ہے۔ ان کان بینك وبین هؤلاء النساء رحم فارسل معهن من یؤدیهن فقال تؤدیهن انت وکان استحیی اگر ان مصیبت زدہ عورتوں میں اور تجھ میں کوئی علاقہ اور واسطہ قائم ہے تو ان بیچاریوں کو کسی اہل اعتبار کے ہمراہ ان کے وطن تک پہنچا دے۔

بہرحال ان تمام مکالمات کے بعد ابن زیاد کو سخت ندامت دامنگیر ہوئی اور وہ جھینپ کر کہنے لگا کہ آپ ہی ان لوگوں کو ان کے وطن تک پہنچا دینگے۔ اس کے بعد ابن زیاد نے تمام اہلبیت علیہم السلام کو اُس خرابہ کی طرف لیجانیکا حکم دیا جو مسجد جامع کے پہلو میں واقع تھا۔ جناب زینب سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں لا یدخلن علی عربیة الا ام ولد ومملوكة فانهن سبین وقد سبینا یعنی اُس خرابہ میں ہمارے پاس سوائے لونڈیوں اور اسیر عورتوں کے اور کوئی عورت نہیں آتی تھی۔ کیونکہ وہ خیال کرتی تھیں کہ جیسے ہم اسیر ہیں ویسی ہی یہ بھی اسیر ہیں۔

عبداللہ ابن عفیف رضی اللہ عنہ کا واقعہ

ایک دن ابن زیاد مسجد جامع میں آیا۔ اُس وقت کوفہ کی جامع مسجد تمام اہل اسلام سے بھری ہوئی

تھی۔ منبر پر گیا اور اپنے خطبہ کو یوں آغاز کیا۔ الحمد للہ الذی اظہر الحق ونصر امیر المؤمنین واشیاعہ وقتل الکذاب ابن الکذاب یعنی اُس خدائے سبحانہ وتعالےٰ کا شکر ہے جس نے کلمۂ حق کو ظاہر کیا اور امر حق کی نصرت فرمائی اور امیر المؤمنین اور اُسکے دوستوں کی پوری حمایت کی اور معاذ اللہ دروغگو ابن دروغگو کو قتل کرایا۔

اُسکا سلسلۂ کلام یہانتک پہنچا تھا کہ عبداللہ ابن عفیف رحمۃ اللہ علیہ نے اُس مجمع کثیر سے اُٹھکر یک بیک اُسکی بات کو اُسکے مُنہہ میں کاٹ دیا۔ یہ بزرگ نابینا تھے۔ اور اُنکے نابینا ہونیکا یہ باعث لکھا ہے کہ اُنکی اُلٹی آنکھ جنگ جمل میں اور سیدھی آنکھ صفین کی لڑائی میں جاتی رہی تھی۔

اُنکے روزانہ مشاغل یہ بیان کیے جاتے ہیں کہ وہ ہمیشہ صبح سے شام تک جامع مسجد میں معتکف رہکر اپنے اوقات عزیز کو صوم وصلوٰۃ کی مشغولیت میں صرف فرماتے تھے۔ المختصر وہ ابن زیاد کی سخت کلامیوں کے سننے کی مطلق تاب نہ لاسکے۔ اُسکو ڈانٹا اور نہایت استقلال سے کہنے لگے یابن المرجانۃ ان الکذاب ابن الکذاب انت وابوك ومن استعملك وابوہ یا عدو اللہ اتقتلون ابناء النبیین وتتکلمون بھذا الکلام اے ابن مرجانۃ تو اور تیرا باپ دونوں جھوٹے ہیں اور وہ بھی اور اُسکا باپ بھی جھوٹا ہے جسنے تجھکو عامل مقرر کیا ہے۔ تو اولاد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرکے مومنین کے منبروں پر ایسے کلام کرتا ہے ع مرجانہ کے بیٹے تجھے مرجانا ہے لازم۔ ابن زیاد نے یہ سنکر حاضرین سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے جو ایسی سختی سے مجھے جواب دیتا ہے۔ بغیر اِس کے کہ کوئی شخص اُنکی معرفت کرائے عبداللہ ابن عفیف رحمۃ اللہ علیہ نے خود کھڑے ہوکر کہا انا المتکلم یا عدو اللہ اتقتل الذریۃ الطاہرۃ التی قد اذہب اللہ عنہم الرجس وتزعم انك علی دین الاسلام واغوثاہ این اولاد المہاجرین والانصار لا ینتقمون من طاغیتك اللعین علی لسان محمد رسول رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ الاجمعین۔

میں ہوں۔ میں ہوں ان کلمات کا کہنے والا تو ذریت رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل بھی کرتا ہے اور تاہم اپنے آپ کو مسلمان خیال کرتا ہے۔ پس اے مہاجر اور انصار کی مبارک نسلو! خدا سے فریاد کرو اور اِس کافر مطلق سے انتقام لو۔ جسکو جناب سید المرسلین رسول رب العالمین صلے اللہ علیہ وآلہ الاجمعین نے لعین ابن لعین فرمایا ہے۔

اتنا سُننا تھا کہ ابن زیاد کے بدن میں آگ لگ گئی۔ اُسنے فوراً ابن عفیف کی گرفتاری کا حکم دیا۔

حکم کی دیر تھی۔ چاروں طرف سے لوگ ٹوٹ پڑے۔ قریب تھا کہ ابن عفیف گرفتار ہو جائیں۔ مگر قبیلۂ ازد کے لوگ جو قرابت میں عبداللہ سے قریب تھے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور ابن عفیف کو چھڑا کر اُنکے گھر بھیجدیا۔ بات رفت گذشت ہو گئی۔ لیکن ابن زیاد کا کینہ دل سے نہ نکلا اُسنے پھر ابن عفیف کی گرفتاری کو آدمی بھیجے۔ جب اس دوسری دَوڑ کی خبر قبیلۂ ازد کو پہنچی تو وہ بھی دست بقبضہ ہوئے اور اُن کے ساتھ قبیلۂ یمن کے لوگ بھی شریک ہو گئے۔ ابن زیاد کے لوگ ان قبائل کی تیاری دیکھکر دست بقبضہ ہونے سے باز رہے اور واپس آئے۔ انکی واپسی کے بعد ابن زیاد نے محمد ابن اشعث کے ہمراہ قبیلۂ بنی مضر کے لوگوں کو بھیجا اور وہ لوگ عبداللہ کی طرف والوں سے مقابل ہوئے۔ محمد ابن اشعث کی طرف ماری بھی گئے مگر تاہم عبداللہ ابن عفیف کے طرفداروں کو شکست ہوئی اور وہ متفرق ہو گئے۔ محمد ابن اشعث نے عبداللہ ابن عفیف کے گھر کا دروازہ توڑ ڈالا۔ اور اُن کے گھر میں گھس گیا۔ عبداللہ کی لڑکی نے اپنے باپ سے کہا کہ فوج آگئی۔ ضعیف لیکن جواں ہمت باپ نے کہا کہ پھر خوف کیا ہے۔ میری تلوار مجھ کو دیدے۔ پھر عبداللہ اپنی تلوار لیکر یہ رجز پڑھتے ہوئے باہر نکل آئے ؎ انا ابن ذی الفضل لعفیف الطّاھر ؛ عفیف شیخی وابن ام عامر ؛ کم دارع من جمعکم وحاسر ؛ وبطل جدّلته معادر ؛ اُنکی صاحبزادی باپ کی تنہائی دیکھکر کہنے لگی یالیتنی کنت رجلا اخاصم بین یدیک ھٰؤلاءِ الفجرۃ قاتلی لعترۃ البرزۃ اے کاشکہ میں مرد ہوتی اور اپنے باپ کی حمایت میں اس قوم جفا کار قاتلان عترت اطہار سے جنگ کرتی۔ یہ کہکر اپنے باپ کے پہلو میں کھڑی ہو گئی۔ اور جب تک عبداللہ ابن عفیف لڑائی میں مشغول رہے یہ سعادتمند اپنے باپ کو برابر بتلاتی رہی کہ اب داہنی طرف سے حملہ ہوتا ہے اور اب بائیں جانب سے۔ جناب مرزا دبیر صاحب مرحوم اپنے ایک مرثیہ میں جو عبداللہ کے حالات میں لکھا ہے اِس مقام پر پہنچکر فرماتے ہیں ؎ کور انکو کہنا دو رہے عارف کی شان ہے ؛ نور نظر تو بول رہا ہے زبان ہے۔ افسوس۔ کتاب موازنہ میں شمس العلما مولوی شبلی نے ان مضامین کی کوئی قدر نہیں کی۔ المختصر عبداللہ غریب قتل کیے گئے۔ ابن زیاد کے سامنے لائے گئے۔ اور اُس کے حکم سے قتل کیے گئے۔ رحمہ اللہ علیہ رحمتًا واسعًا۔

اہلبیت علیہم السلام کی کوفہ سے شام کو روانگی

ہم اپنے موجودہ سلسلۂ بیان میں اہلبیت علیہم السلام کے سفر شام کے حالات بیان کرتے ہیں

ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ عبداللہ ابن زیاد نے اہلبیت علیہم السلام کو کوفہ میں اُس وقت تک اسیر رکھا جب تک کہ اُس کی اطلاع کا جواب یزید کے پاس سے نہ آیا۔ یزید نے ابن زیاد کو لکھ بھیجا کہ اسیران اہلبیت علیہم السلام مع سرہائے شہدا شام میں بھیج دیے جائیں۔ ابن زیاد نے خط پاتے ہی فوراً تعمیل حکم کی اور اہلبیت کرام علیہم السلام کو مع اُن کے سروں کے شام کی طرف روانہ کر دیا۔

کوفہ سے یہ قافلہ شمر ابن ذی الجوشن۔ عمر ابن سعد اور زفر ابن قیس کے ہمراہ شام کو روانہ ہوا۔ اور اربعین کے روز یعنی بیسویں صفر کو ارض کربلا میں داخل ہوا۔ باتفاق فریقین ثابت ہوتا ہے کہ اہلبیت بروز اربعین داخل کربلا ہوئے مگر اختلاف یہ ہے کہ بعض بزرگوار شام سے کربلا میں اربعین کے روز بتلاتے ہیں اور بعض کوفہ سے۔ صحیح یہی ہے کہ کوفہ سے شام تک کے سفر میں ان بزرگواروں کا داخلہ کربلائے معلےٰ میں ہوا۔ چنانچہ صاحب ناسخ التواریخ جلد ششم ص ۳۴۲ میں اس امر کو خوب وضاحت کے ساتھ لکھتے ہیں اور اُنکا مختار بھی یہی ہے۔

کوفہ سے پہلی منزل کربلائے معلےٰ۔ اس میں کوئی کلام اور کوئی شبہ نہیں ہے کہ اہلبیت علیہم السلام کا قافلہ کوفہ سے چلکر کربلا میں پہنچا اور وہاں ایک روز قیام کر کے دوسرے دن قادسیہ میں داخل ہوا۔

دوسری منزل قادسیہ۔ قادسیہ ایک مشہور و معروف مقام ہے۔ جو براہ خشکی کوفہ سے ساڑھے سات میل پر واقع ہے۔ قادسیہ علاقۂ موصل کے متعلق ہے۔ اور باعتبار آبادی اور دستکاری کے اس وقت تک ایشیائے مائنر کے مشہور مقامات میں داخل ہے۔ بہرحال اہلبیت علیہم السلام بے سروسامان عریان و پریشان اس شہر میں پہنچے۔ اور یہاں ایک شبانہ روز قیام کر کے شہر موصل میں فرود ہوئے۔

تیسری منزل موصل۔ شہر موصل ملک جزائر اور عراق کے درمیان واقع ہے اُسی کے وسط میں جناب جرجیس علےٰ نبینا و علیہ السلام کی قبر مطہر واقع ہے۔ یہ شہر اسی نام سے اس وقت تک ترکستان مشرقی کے انگریزی نقشوں میں مندرج ہے۔ حافظ جمال الدین محدث کہ سواد اعظم اہلسنت کے معتبر محدثین اور مستند مورخین میں شامل ہیں اپنی کتاب روضۃ الاحباب میں تحریر فرماتے ہیں کہ جس وقت یہ لوگ شہر موصل کے قریب پہنچے شمر ذی الجوشن نے حاکم شہر کو لکھ بھیجا کہ ہم لوگ فتح و نصرت کے ساتھ مع سرہائے شہدا اسے کربلا

تمہارے شہر میں عنقریب داخل ہونیوالے ہیں۔ اس لیے تم کو ہدایت کیجاتی ہے کہ تم اپنے شہر اور شہر کے تمام کوچہ و بازار کو اور قصر امارت کو بزیب و زینت تمام آراستہ و پیراستہ کرو جس وقت شمر ذی الجوشن کا یہ ہدایت نامہ امیر موصل کو پہنچا اُسنے تمام لوگوں کو بلاکر مضمون خط سنادیا اور اُن سے یہ کہا کہ اگر ان لوگوں کو ہم اس حالت سے شہر میں بلاکر اپنا مہمان کریں تو تم لوگ کسی فتنہ و فساد کے باعث تو نہوگے۔ اور یہ امر تم لوگوں کے رنج و ملال کی وجہ تو نہوگا۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم کبھی اس امر پر رضا مند ہونگے۔ چنانچہ حاکم موصل نے شمر ذی الجوشن کو لکھ بھیجا کہ چونکہ اس شہر میں بہت سے شیعوں کی آبادی ہے۔ اس لیے ہم تمکو اور تمہارے لشکر کو اپنے شہر میں داخل ہونیکی اجازت نہیں دیتے۔ کیونکہ وہ لوگ بگڑ جائینگے تو موجودہ امن و امان میں بہت بڑی خرابی واقع ہوگی۔ مناسب وقت یہی ہے کہ تم لوگ شہر سے کچھ فاصلہ پر اُترو۔ رسد رسانی کے متعلق تمام ضروری چیزیں فراہم کرکے بھیجدی جائینگی۔ ایسا ہی ہوا بھی۔ شمر اور اُسکا ہمراہی لشکر موصل سے تھوڑی دور پر علیحدہ اُترا اور حاکم موصل نے حسب الوعدہ رسد رسانی کا کافی سامان لشکرگاہ میں بھجوا دیا۔

اکثر علماء کی تالیفات سے شہر موصل کے متعلق یہ واقعہ خاص طور پر معلوم ہوتا ہے کہ شمر ذی الجوشن نے قیام موصل کے وقت جب جناب امام حسین علیہ السلام کا فرق مبارک نیزہ سے اُتارا تو ایک قطرۂ خون ٹپک کر ایک پتھر پر گر پڑا۔ اُس پتھر سے ہر سال روز عاشورہ خون تازہ نکلتا تھا۔ اور شیعیان علی علیہ السلام جوق جوق اُس پتھر کی زیارت کو آتے تھے۔ اور وہ پتھر مشہد نقطہ کے نام سے مشہور تھا۔ یزید لعنۃ اللہ علیہ کے زمان حکومت تک قائم رہا۔ مروان نے اپنی سلطنت کے زمانہ میں اُس پتھر کو ضائع کرا دیا۔ پھر اُسکے وقت سے اسکا پتہ نہیں چلتا۔ ناسخ التواریخ ص ۲۴۴۔

چوتھی منزل شہر تکریت۔ موصل سے چل کر یہ قافلہ شہر تکریت میں پہنچا۔ یہ شہر شہر بغداد سے ۴۵ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اِس شہر کے قریب پہنچکر بھی شمر ابن ذی الجوشن نے یہاں کے حاکم کو ویسا ہی ہدایت نامہ لکھا جیسا کہ شہر موصل کے امیر کو لکھا تھا۔ مگر امیر موصل کے خلاف امیر تکریت نے بڑی مستعدی سے شمر ذی الجوشن کے حکم کی تعمیل کی اور تمام شہر کو نئی زینت اور تازہ آرائش کا حکم دیا۔ تمام شہر زرق برق نظر آنے لگے۔ حاکم شہر بھی نہایت تزک و احتشام کے ساتھ سوار ہوکر یزید کی رسم استقبال کے لیے روانہ ہوا اور

اپنے ہمراہیوں کو حکم دیا کہ جو کوئی پوچھے کہ یہ کسکا سر ہے تو تم جواب دینا کہ معاذ اللہ ایک خارجی نے یزید پر خروج کیا تھا۔ ابن زیاد نے اُسکا سر کاٹکر یزید کے پاس بھیجا ہے۔ چنانچہ جو کوئی اُس فرق مقدس کی نسبت اُن سے سوال کرتا تھا وہ یہی جواب دیتے تھے۔ یہانتک کہ اُن تماشائیوں میں سے ایک نصرانی نے بڑھکر کہا کہ یہ کسی خارجی کا سر نہیں ہے۔ میں کوفہ سے ابھی ابھی آرہا ہوں اور اس سر کو دیکھ چکا ہوں۔ مجھے بہ تحقیق معلوم ہوا ہے کہ یہ امام حسین ابن علی ابن ابیطالب علیہم السلام کا سر ہے۔ اُسکا یہ کہنا تھا کہ شہر کے باشندوں میں عام شورش پھیل گئی اور ہر شخص اِس کو سنکر اُس مجمع سے علیحدہ ہونے لگا۔ اُس شہر میں عیسائیوں کی بہت بڑی آبادی تھی۔ وہ سب بھی انہیں لوگوں کے ساتھ ہوگئے۔ اور ایک دل و ایک زبان ہوکر کہنے لگے کہ ہم اُس قوم شقاوت اثر کا کبھی ساتھ نہ دینگے جو اپنے پیغمبر صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نواسے کو قتل کریں اور اس واقعہ پر خوشی منائیں۔ جب شمر ذی الجوشن وغیرہ نے اُن لوگوں کے رنگ بیرنگ دیکھے تو تکریت میں نہ اُترے اور دارعروہ میں آکر پڑاؤ ڈالدیے جو شہر تکریت سے تھوڑے فاصلہ پر تھا۔

پانچویں منزل وادی نخلہ۔ دارعروہ سے چلکر یہ قافلہ زمین صلیتا سے ہوتا ہوا وادی نخلہ میں فرود ہوا۔ ایک دن اور ایک رات وہاں مقیم رہا۔

چھٹی منزل شہر لبا۔ صبح کو وادی نخلہ سے کوچ ہوا۔ شام کو شہر لبا میں داخلہ ہوا جب یہ لوگ شہر میں داخل ہوئے اور وہاں کے لوگوں کو واقعات کربلا کے حالات سے پوری واقفیت ہوئی تو وہ لوگ ہجوم کرکے جناب امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کو دیکھکر آپ پر اور آپکے جدّ و پدر پر درود وسلام بھیجنے لگے۔ اور یکزبان ہوکر ہمراہیان شمر ذی الجوشن علیہ اللعن پر لعنت بھیجنے لگے۔ شمر ذی الجوشن نے اُن سے مقابلہ کیا اور اُن کو قتل و غارت کرکے اور اُنکی آبادی کو خراب کرکے وہاں سے کوچ کیا۔ اور دیہ کحیل میں داخل ہوئے۔

ساتویں منزل دیہ کحیل۔ یہ ایک چھوٹی سی بستی علاقۂ موصل کے متعلق دجلہ کے کنارہ پر واقع ہے۔ یہاں بھی ایک شبانہ روز قیام کرکے کوچ ہوا۔

آٹھویں منزل شہر نصیبین۔ یہاں بھی ایک شبانہ روز قیام ہوا۔

نویں منزل شہر دعوات۔ شہر نصیبین سے اُٹھکر ارض عین الورد ہوتے ہوئے یہ لوگ شہر دعوات کے نزدیک پہنچے۔ شمر ذی الجوشن نے یہاں کے لوگوں کو بھی ویسا ہی اطلاعنامہ لکھا

جیسے پہلے موصل اور تکریت کے عاملوں کو لکھ بھیجا تھا۔ حاکم دعوات نے نہایت سرگرمی سے اس حکمنامہ کی تعمیل کی۔ اور تمام شہر کو آراستہ و پیراستہ کیا۔ اور نہایت تزک و احتشام سے ابن زیاد وغیرہ کا استقبال کر کے شہر میں لایا اور وسط شہر میں اُس مقام پر جسے رحبہ کہتے تھے ایک بلند نیزہ پر جناب امام حسین علیہ السلام کے فرق مبارک کو نصب کر دیا۔ اور ایک آدمی کو اس نیزہ کے نیچے صرف یہ چلا چلا کر کہنے کے لیے بٹھلا دیا کہ ھذا رأس الخارجی (معاذ اللہ) الغرض وہ گمراہ صبح سے شام تک برابر چلا چلا کر یہی کہتا تھا۔ اہل شہر کے اُس وقت دو فرقے ہو گئے تھے۔ جو ہوا خواہان بنی امیہ سے تھے۔ وہ مسرور الحال اور شادمان تھے اور جو معتقدان اہلبیت تھے وہ نالاں اور گریاں تھے۔ الغرض شمر نے وہ رات خوب عیش و راحت میں بسر کی۔ شراب کے خم کے خم خالی ہو گئے۔ اور رات بھر چنگ و رباب کی صحبت برپا رہی۔ صبح کو کوچ ہوا۔ جناب امام زین العابدین علیہ السلام نے روانگی کے وقت اپنے پدر بزرگوار کے فرق مجروح کی طرف دیکھ کر یہ اشعار زبان مبارک سے ادا فرمائے ۵ بیت شعر اعاقل فی اللہ یا حی ؛ یا ت من فجعۃ الزمان یناحی ؛ انا نجل الامام ما بال حقی ؛ ضائع بین عصبۃ الا علاج۔

علمائے کرام علیہ السلام کی بعض تالیفات سے مستفید ہوتا ہے کہ جس مقام پر آپ کا سر مبارک نیزہ پر نصب کیا گیا تھا وہ مقام ہمیشہ متبرک اور مقدس خیال کیا جاتا تھا۔ اور عوام الناس انجاح مطالب اور اجرائے مقاصد کے لیے وہاں حاضر ہو کر دعائیں مانگتے تھے۔ اور خدائے سبحانہ و تعالے اُنکے جملہ مطالب و مقاصد کو مستجاب فرماتا تھا۔

دسویں منزل شہر قنسرین۔ شہر دعوات سے اُٹھکر یہ قافلہ شہر قنسرین کے قریب پہنچا۔ یہ شہر حلب سے ایک منزل پر واقع ہے۔ جب اس لشکر کی آمد کی خبر قنسرین میں پہنچی تو چونکہ وہاں کثرت سے شیعیان علی ابن ابیطالب علیہ السلام آباد تھے۔ اُن لوگوں نے وہاں کے دروازے بند کر لیے اور اپنے گھروں کی چھتوں پر چڑھکر قاتلان امام مظلوم علیہ السلام پر لعن و طعن کرنے لگے۔ اور اُن پر پتھر پھینکنے لگے۔ اور کہنے لگے اے قاتلان آل رسول صلے اللہ علیہ و آلہ اجمعین اگر تم ہماری سب کی گردنیں بھی تلوار کے نیچے رکھدو گے تاہم تم میں سے ہم ایک کو اپنے شہر میں آنیکی اجازت نہیں دینگے۔ جب اُن لوگوں نے یہ مستعدی اور تیاری دیکھی تو آخر قنسرین کے قیام سے باز آ کر مقبرۃ النعمان میں اُترے

مقبرۃ النعمان گیارھویں منزل۔ اس مقام کے لوگوں نے ان لوگوں کو اُترنے کی جگہ دی اور رسد

وغیرہ سب مہیا کر دی۔ اور وہ لوگ وہاں بآرام تمام شب بھر قیام کر کے علی الصباح مقام شیبرز کی طرف روانہ ہوئے۔

بارھویں منزل شہر شیبرز۔ جب یہ قافلہ شہر شیبرز کے قریب پہنچا اور وہاں قیام کرنیکا ارادہ کرلیا اُس شہر میں ایک ضعیفہ رہتی تھی اُسنے تمام شہر کے لوگوں کو جمع کر کے کہا کہ مجھ کو یہ تحقیق خبر ملی ہے کہ یہ قوم جفا پیشہ فرزند محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم و فرزند علی مرتضےٰ علیہ السلام کا فرق مبارک لیکر آرہی ہے پس ان لوگوں کو اپنے شہر میں نہ آنے دو کیونکہ ان کے آنے سے ہم سب دائرہ اطاعت آل محمد علیہم السلام سے خارج ہو جاوینگے۔ اُس کی یہ تقریر سُنکر تمام شہر کے لوگ ابن زیاد کی ممانعت پر متفق ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ لشکر شقاوت اثر وہاں اُترنے نہ پایا۔ وہاں سے اُٹھ کر ایک چھوٹے سے قلعہ میں جو اُسی شہر کے باہر تھوڑے فاصلہ پر بنا ہوا تھا پہنچے۔ یہ قلعہ چھوٹا تو ضرور تھا۔ مگر بہت ہی مستحکم تھا۔ اس قلعہ کو قلعۂ کفرطاب کہتے تھے۔ قلعہ والوں نے بھی دروازے بند کر لیے۔ اور اُن لوگوں کو آنے نہ دیا۔ بلکہ قلعہ پر سے انکی مدافعت کی فکریں کرنے لگے۔ یہ حالت دیکھکر خولی قلعہ کے نیچے آیا اور کہنے لگا آیا تم لوگ یزید ابن معویہ کی رعایا اور زیر فرمان نہیں ہو۔ تم لوگ ہمارے لشکر کو اپنے قلعہ میں آنے دو۔ قلعہ کے دروازے کھولدو اور آب وطعام اور جملہ ضروریات سے ہماری خبر لو۔ اُن لوگوں نے یکزبان اور یک کلام ہو کر جواب دیا کہ قسم خدا کی ہم تم کو ایک گھونٹ پانی بھی نہیں دینگے۔ کیونکہ تم تو وہی ہو جنہوں نے جناب امام حسین علیہ السلام کو بھوکا پیاسا میدان کربلا میں شہید کیا۔ اُن کے یہ کلام سنکر خولی کو پوری مایوسی ہو گئی۔ وہاں سے روانہ ہوئے اور ارض سیبور میں داخل ہوئے۔

تیرھویں منزل ارض سیبور۔ جب یہ قافلہ ارض سیبور میں داخل ہوا تو جناب امام زین العابدین علیہ السلام نے یہ اشعار زیب لب فرمائے ؎ ساد العلوج فما ترضی بذا العرب ❊ وصار یقدام راس الامة الذنب ❊ یا للرجال لما یاتی الزمان به ❊ من العجیب الذی ما مثله عجب ❊ آل الرسول علی الاقتاب عاریه ❊ وآل مروان یسری تحتهم نجب ❊

جس وقت ابن زیاد کا لشکر شہر کے قریب پہنچا تو تمام شہر کے لوگ جمع ہو کر اس امر پر مشورے کرنے لگے کہ آیا ان لوگوں کو یہاں اُتارا جائے یا اور ہمسایہ مقامات کی طرح اُن کو شہر میں آنے دیا جائے ان لوگوں میں ایک شخص جو اصحاب عثمان ابن عفان میں سے تھا اُٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ لشکر یزید کو آنے دیا جاوے اور اُن کے روکنے میں کسی طرح کی مصلحت نہیں ہے کیونکہ یہ لوگ کوفہ

سے اس وقت تک برابر ہر شہر اور ہر قصبہ میں ہوتے چلے آتے ہیں کسی جگہ کے لوگوں نے
ان سے کسی قسم کی مخالفت نہیں کی ہے۔ ہم لوگ بھی انکو شہر میں بلا مزاحمت آنے دیں
اور یہاں سے بموافقت رخصت کر دیں۔ حاضرین نے جواب دیا قسم خدا کی ہم ایسا نہیں کرینگے
اور نہ یہ امر کبھی ہم لوگوں کو گوارا ہوگا کہ یہ قوم جفا شعار آ کر ہمارے شہر کو بدنام کر دے پس
وہ لوگ وہاں سے اُٹھے اور تمام پانی کے حوض کاٹ دیئے کہ انکا پانی بہہ گیا۔ اور مستعد جنگ
ہو کر باہر نکل آئے۔ اتنے میں لشکر ابن زیاد بھی آ گیا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں لشکروں میں مقابلہ
ہو گیا۔ اور سخت لڑائی واقع ہوئی۔ لشکر ابن زیاد سے چھ سو آدمی مارے گئے۔ اور اہل
سیبور سے بھی اکثر لوگ مارے گئے۔ جناب امّ کلثوم علیہا السلام نے پوچھا کہ اس شہر کا کیا نام
ہے معلوم ہوا سیبور۔ آپ نے فرمایا۔ اعذب اللہ تعالیٰ شرابھم وادخص اسعارھم و
رفع ایدی الظلمۃ عنھم یعنی خداوند سبحانہ و تعالےٰ پانی پینے کے چشموں کو شیریں تر اور گوارا تر
فرمائے اور ضروریات خوردنی اور پوشیدنی کو انکی فراواں اور ارزاں فرمائے۔ مورخ ابو مخنف
کا بیان ہے کہ وہ زمین آج تک ایسی سرسبز اور شاداب ہے اور زرخیز کہ کوئی اور مقام اُسکے
مقابلہ میں نہیں بتلایا جا سکتا۔ بہرحال اہل سیبور نے کسی طرح ان لوگوں کو اپنے شہر میں ٹھہرنے کی
اجازت نہ دی اور یہ آخر کار مجبور ہو کر وہاں سے واپس ہوئے۔

چودھویں منزل شہر حماۃ۔ یہاں کے لوگ بھی اُسی طرح پیش آئے اور یہ قافلہ کا قافلہ
وہاں سے بھی بے نیل مرام واپس آ کر شہر حمص میں پہنچا۔

پندرھویں منزل شہر حمص۔ ملک شام کے مشہور و معروف توابعات میں داخل ہے۔
اور شہر حلب و دمشق کے بیچوں بیچ میں واقع ہے۔ اور شہر حمص کا قلعہ مستحکم اور مشہور ہے۔
خالد ابن نشیط اُس وقت یزید ابن معاویہ کی طرف سے شہر حمص کا گورنر تھا۔ جب خالد ابن
یزید الاصبحی اور شمر ذی الجوشن اس شہر کے قریب پہنچے تو ان لوگوں نے خالد کو اپنے
آنے کی خبر لکھ بھیجی۔ اور رسد رسانی وغیرہ کے ضروری انتظاموں کے لئے ہدایت کر دی۔ خالد
نے تمام شہر میں آئینہ بندی کا حکم دیا۔ اور خود بھی بڑی شان و شوکت سے اپنی ہمراہی فوج کے
ہمراہ لشکر یزید کے استقبال کے لیے روانہ ہوا۔ اور تین میل سے لشکر یزید کا رسم استقبال ادا کیا۔
اب خالد جب اس لشکر شقاوت اثر کے شہر میں آیا تو تمام شہر میں غلغلہ مچ گیا۔ اور تمام
لوگ فوج یزید پر اینٹ پتھر پھینکنے لگے چھبیس آدمیوں کو مار ڈالا۔ اہل شہر ان لوگوں

کو مارتے جاتے تھے۔ اور کہتے جاتے تھے۔ یا قوم لا کفر بعد ایمان ولا ضلال بعد ھدیٰ
اے قوم گمراہ بعد ایمان کے کفر نہیں ہو سکتا۔ اور بعد ہدایت کے ضلالت نہیں ہو سکتی۔
آخر کار اہل شہر نے فوج ابن زیاد کو ہٹاتے ہٹاتے کنیسہ قسیتیس تک پہنچا دیا۔ اُس وقت
تمام اہل شہر اس امر پر متفق ہو گئے کہ اس قوم جفا شعار سے مقابلہ کیا جاوے اور اُن سے
فرق امام حسین علیہ السلام چھین لیا جاوے۔ چونکہ اہل حمص اہل جرأت و شجاعت مشہور تھے
اِس لئے شمر اور خولی افسران فوج نے شہر دمشق تختگاہ شام کو قریب سمجھکر اُن سے مقابلہ و
مقاتلہ کو مناسب وقت نہ سمجھا۔ اور آخر کار اپنی طرف سے طرح دیکر وہاں سے کوچ کیا۔
سولھویں منزل بعلبک۔ شہر بعلبک شہر دمشق تختگاہ شام سے تین روز کی راہ پر واقع
ہے۔ یہ شہر سب سے پرفضا اور پرتکلف مشہور ہے۔ بہت سے آثار قدیمہ اور قصور عجیبہ جو
تمام و کمال سنگ رخام کے بنے ہوئے تھے۔ اور جنکی مثالیں دنیا میں کم پائی جاتی ہیں۔
اس وقت تک وہاں موجود ہیں۔ بہر حال جب فوج یزید یہانتک پہنچی تو شمر ذی الجوشن نے
یہاں کے امیر کے نام بھی رسد رسانی وغیرہ کے پورے انتظام کے لیے کامل ہدایت کی
اور یہ لکھا کہ چونکہ دشمنان یزید علیہ اللعن کے بہت سے سر ہمارے ساتھ ہیں اس لیے
ہمارے قیام کرنیکی جگہ کے لیے وافر سامان کیا جاوے۔ امیر بعلبک نے پورے طور سے شمر
کے فرمان کی تعمیل کی۔ سبھوں نے تمام شہر میں آئینہ بندی کراوی۔ اور دارالامارت میں سامان
رقص و سرود اور انواع اقسام کے اسباب عیش و سرور مہیا کرائے۔ اور جا بجا علم نصب کر دئے
اور بہت سی اقسام کے باجے بجوائے۔ غرضکہ کامل طور سے قتل امام حسین علیہ السلام کی عید
منائی گئی۔ اور بڑی تعظیم و تکریم سے فوج یزید کو لیکر شہر میں داخل ہوا۔ جناب ام کلثوم سلام
اللہ علیہا نے پوچھا کہ اس شہر کا کیا نام ہے۔ معلوم ہوا بعلبک۔ آپنے فرمایا اناواللہ تعالی خضراً انھم
ولا اعذب اللہ شرابھم ولا رفع ایدی الظلمۃ عنھم فلوان الدنیا کانت مملوۃ
عدلا و قسطا لما انالھم الا ظلما و جورا خدائے تعالے ان کی سرسبزی و شادابی کو خراب
کرے اور انکا پانی پینا گوارا نہ کرے۔ اور اگرچہ تمام دنیا عدل و داد سے پر ہو لیکن تاہم اُن کو سوائے
جور و ستم کے اور کسی شئے سے کوئی حصہ نہ ملے۔ المختصر یزید کا لشکر شب بھر نہایت عیش و عشرت اور
آرام و راحت سے بسر کرکے صبح ہوتے روانہ ہوا۔
سترھویں منزل دیر راہب۔ اب یہ قافلہ دیر راہب میں پہنچا۔ دیر راہب اپنے چشمۂ شیریں

کی وجہ سے تمام گرد و نواح میں ایک مشہور و معروف مقام ہے۔ دیر راہب میں پہنچکر ان لوگوں نے اسیران اہلبیت علیہم السلام کو علیحدہ قیام کرنیکی جگہ دی۔ اور آپ ایک پر فضا اور آرام دہ مقام پر علیحدہ ٹھہرے۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے یہ حالت مشاہدہ فرماکر ذیل کے اشعار پڑھے ۔

ھوی الزمان فما تفنی عجائبہ ؛ عن الکرام ولا تفنی مصائبہ ؛ نبیت شعری الی کم اذا تجاذبنا صروفہ والی کم ذا تجاربہ ؛ یسیروننا علی الاقتاب عاریہ ؛ وسائق العیش یحمی عنہ عازبہ کاننا من بنات الروم بینھم ؛ او کلما قالہ المختار کاذبہ ؛ کذبتم برسول اللہ ویلکم یا امۃ السوء قد ضاقت مذاہبہ ؛

یہ مقام مدت الایام سے شام کے عیسائیوں کی عبادتگاہ تھا اور یہاں کلیسا کی ایک قدیم عمارت تیار تھی جس میں ایک نصرانی راہب رہتا تھا۔ اور اس صومعہ کی تمامی خدمات اسی کے متعلق تھیں ہمارے ناظرین کو یاد رکھنا چاہیئے کہ دیر راہب کا واقعہ ایسا مشہور اور متواتر ہے کہ اسکو فریقین کے علمائے بجمال وضاحت اپنی اپنی تالیفات میں تحریر کیا ہے۔ علمائے شیعہ میں سے ملا مجلسی علیہ الرحمۃ والغفران نے جلاء العیون اور بحار الانوار میں اور علامہ طریحی نے منتخبات میں اور ابو مخنف نے مقتل میں اور علمائے اہلسنت سے امام ابو الفرج اصفہانی نے مقاتل الطالبین میں اور امام ابو اسحاق اسفرائنی نے کتاب ضیاء العین فی مقتل الحسینؑ میں اور حافظ جمال الدین محدث نے روضۃ الاحباب میں اور خاوند شاہ نے روضۃ الصفا میں کافی تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ مگر ہم اس واقعہ کو کتاب روضۃ الاحباب اور ناسخ التواریخ کی عبارت سے ترجمہ کرکے ذیل میں لکھتے ہیں۔

بہر حال جب یہ فوج دیر راہب کے قریب اتری اور اپنے عیش و عشرت کے مشاغل میں مصروف ہوئی تو جناب امام حسین علیہ السلام کے فرق مبارک کو ایک مضبوط اور مستحکم صندوق میں بند کردیا اور اس صندوق کو عمارت دیر کے قریب رکھدیا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب ان کی مے نوشی کی حالتیں بیہوشی سے مبدل ہونے لگیں تو انھوں نے جام صحبت کو برخاست کرکے سفرۂ طعام بچھایا ناگاہ دیوار سے ایک ہاتھ نمودار ہوا اور اس نے موٹے حرفوں میں یہ شعر دیوار پر لکھدیا ؂ اترجوا امۃ قتلت حسیننا ؛ شفاعۃ جدہ یوم الحساب ؛ یہ دیکھکر ان کو سخت تعجب ہوا اور چاہا کہ لکھنے والے ہاتھ کو تھام لیں کہ اتنے میں وہ ہاتھ غائب ہوگیا تھوڑی دیر کے بعد پھر وہ ہاتھ نمودار ہوگیا اور پھر ویسے ہی اسنے یہ شعر لکھا ؂ واللہ لیس لھم شفیع ؛ وھم یوم القیٰمۃ فی العذاب ؛ خدا کی قسم آنحضرت صلے اللہ ۔۔۔ سلم کبھی ان کی شفاعت نہ فرمائینگے۔ اور وہ

بروز قیامت عذاب میں مبتلا ہونگے۔ یہ حال دیکھکر پھر اُن لوگوں نے ممانعت کا قصد کیا۔ مگر وہ غایب ہوگیا۔ تیسری بار پھر نمودار ہوا اور ایکی بار یہ شعر لکھا ؎ وقد قتلوا الحسین بحکم جور* وخالف حکمھم حکم الکتاب۔ جن لوگوں نے ظالموں کے کہنے سے جناب امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا۔ انہوں نے خلاف حکم قرآن کے تعمیل کی۔ یہ تو وہ اشعار ہیں جو صاحب ناسخ التواریخ اور روضۃ الاحباب نے لکھے ہیں مگر محقق ابو مخنف نے اپنے مقتل میں سہل ساعدی کی اسناد سے دو شعر اور لکھے ہیں ؎ وقد غضبوا الالہ وخالفوہ* ولم یخشوہ فی یوم المآب* الا لعن الالہ بنی زیاد* واسکنہم جہنم فی العذاب۔ یعنی ان لوگوں نے اپنے خدا کو آزردہ کیا۔ اور اُس کے خلاف کیا۔ اور وہ بروز قیامت نہیں چھوٹینگے۔ خدائے سبحانہ وتعالے لعنت کرے آل زیاد پر اور اُن کو جہنم کے عذاب میں داخل کرے۔

بہر حال یہ آثار عظیمہ مشاہدہ کرکے لشکر والوں کے ہوش وحواس جاتے رہے۔ اور مارے خوف کے ان لوگوں نے رات کو کچھ نہ کھایا اور ویسے کے ویسے ہی رہگئے۔ یہ تو ان لوگوں کا حال تھا۔ اب اُس راہب نصرانی کی یہ کیفیت ہوئی کہ اُسکے کانوں میں عجیب وغریب آوازیں آنے لگیں جب وہ حسب معمول آدھی رات گئے عبادت الٰہی کے لیے اُٹھا تو اُسنے دیکھا کہ ایک صندوق رکھا ہے اور اُس سے ایک عظیم الشان نور تا آسمان ساطع ہے۔ اور دروازہائے آسمان کھلے ہوئے ہیں اور فرشتگان رحمت اُس صندوق پر صلوات وسلام بھیجتے ہیں۔ السلام علیک یا ابن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ راہب یہ حال دیکھکر سخت متعجب ہوا۔ اور رات بھر وہ اسی خوف وبیم میں مبتلا رہا۔ جب سپیدۂ سحر نمودار ہوا تو وہ اس جماعت شقاوت پیشہ کے پاس آیا اور خولی سے پوچھنے لگا کہ اس صندوق میں کیا ہے۔ اُسنے جواب میں کہا کہ معاذ اللہ اس صندوق میں ایک خارجی کا سر ہے۔ جو یزید کے خلاف ہوکر چڑھ آیا تھا لیکن ابن زیاد نے اُسکو قتل کر ڈالا۔ اب ہم لوگ اُس کے سر کو یزید ابن معاویہ کے پاس لیے جاتے ہیں۔ راہب نے پوچھا کہ اس شخص کا کیا نام ہے۔ اُسنے جواب دیا کہ حسین ابن علی علیہما السلام۔ یہ سنکر راہب نے جواب دیا کہ خدا تمہاری قوم کو ہلاک کرے۔ تم نے ویسا ہی کام کیا جو ہمارے فرقہ کے علماء اور بزرگوار ہمیں بتلا گئے تھے۔ انّہ اذا قتل ھٰذا الرّجل تمطر السماء دما عبیطا یعنی جس وقت یہ بزرگ قتل ہوگا اُس وقت خون تازہ آسمان سے برسیگا۔ اور یہ امر عظیم سوائے قتل انبیاء اور اوصیاء کے ممکن نہیں ہے۔ اب میں تم لوگوں سے منت کرتا ہوں کہ تھوڑی دیر کے لیے اس

سر کو میرے پاس رہنے دو۔ خولی نے کہا کہ یہ سر تو سوائے یزید ابن معاویہ کے اور کہیں کھولا نہیں جاسکتا۔ کیونکہ ہم لوگوں کو اس کے لیے انعامات گرانمایہ ملنے والے ہیں۔ راہب نے پوچھا کہ اس کے لیے تم کو کتنا انعام ملنے والا ہے۔ خولی نے کہا دس ہزار درم۔ راہب نے اُسی وقت دس ہزار درام کی تھیلی اس کے حوالے کر دی اور سر مبارک امام حسین علیہ السلام لیکر اپنے دیر میں داخل ہوا۔ اور فرق مبارک کو مشک و عنبر سے معطر کرکے ایک ریشمی کپڑے میں رکھا۔ اور یوں مخاطب ہوکر کہا واللہ یعزعلی یا اباعبداللہ انّ لا اواسیك بنفسی لکن یا اباعبداللہ اذالقیت جدّك محمّد المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فاشھد لی انی اشھد ان لا الٰہ الّا اللہ وحدہ لاشریك لہ واشھد انّ محمّدا رسول اللہ واشھد انّ علیاولی اللہ اسلمت علیٰ یدیك وانا مولاك اقرار شہادت کے بعد وہ مسلمان ہوگیا۔ علمائے اہلبیت رضوان اللہ علیہم کی روایتوں سے مستفاد ہوتا ہے کہ فرق مبارک جناب امام حسین علیہ السلام نے اُسی وقت اُس راہب کو دخول جنت کا وعدہ عنایت فرمایا۔ دیکھو بحرالّلیالی و شرح شافیہ و جلاءالعیون وغیرہ جب فوج ابن زیاد نے کوچ کرکے دوسرے مقام پر قیام کیا تو اُس تھیلی کو منگا کر آپس میں تقسیم کرنا چاہا تو دیکھا کہ تھیلی کے ایک طرف لکھا ہوا پایا لاتحسبن اللہ غافلا عمّا یعمل الظّٰلمون اور اُسکے داہنی طرف یہ لکھا ہوا تھا وسیعلم الّذین ظلموا ایّ منقلب ینقلبون خولی نے ان دونوں آیتوں کو پڑھکر انّا للہ وانّا الیہ رٰجعون کہا اور اپنے ہمراہیوں سے اس راز کو پوشیدہ رکھا۔ بعض آیتوں سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد ہی سے اُس راہب نے سکونت دیر ترک کر دی اور ادھر اُدھر پہاڑوں اور جنگلوں میں رہکر اپنی بقیہ عمر عبادت و ریاضت کے مشاغل میں صرف کر دی۔

اٹھارھویں منزل شہر حرّان۔ حافظ جمال الدین محدث روضۃ الاحباب میں لکھتے ہیں کہ جب یہ قافلہ حرّان کے قریب پہنچا تو یہاں بھی ایک عالم یہود جسکا نام یحییٰ حرّانی تھا ایک ٹیلہ پر اپنے کلیسا میں رہتا تھا۔ اُسکو جب ان لوگوں کے آنے کی خبر پہنچی کہ یہ لوگ بہت سی عورتوں اور بچوں کو اسیر کیے ہوئے اور بہت سے سرہائے بریدہ کو نیزوں پر نصب کیے ہوئے لارہے ہیں تو وہ اپنے ٹیلے سے نیچے اوتر کر راہ میں کھڑا ہو گیا۔ اور اُن لوگوں کا انتظار کرنے لگا۔ یہانتک کہ لشکرا ... رہوا۔ اُسنے دیکھا کہ سرہائے بریدہ نیزوں پر بلند ہیں۔ اور غریب عورتیں اور بچ ... پریشان و حیران ننگے اونٹوں پر سوار ہیں جو ...

یحیےؔ حرانی کی نظر فرق مبارک جناب امام حسین علیہ السلام پر پڑی آپ کے جمال مبارک کی طلعت نے اُسکی آنکھوں میں خیرگی پیدا کردی۔ پھر جب اُسنے غور سے نگاہ کی تو دیکھا کہ آپ کے لبہائے مبارک بھی جنبش میں ہیں۔ یہ دیکھکر وہ اور قریب آیا اور کان لگایا تو سنا کہ آپ فرماتے ہیں وسیعلم الذین ظلموا آی منقلب ینقلبون یہ حالت دیکھکر یحیےؔ حرانی کے ہوش و حواس جاتے رہے اور اُس کو سخت خوف لاحق ہوا۔ آخرکار وہ سرداران لشکر کے پاس آیا اور پوچھا کہ اس بزرگوار کا کیا نام ہے۔ معلوم ہوا کہ حسین ابن علی علیہ السلام۔ پھر اُسنے پوچھا کہ یہ اسیر کون ہیں۔ جواب ملا کہ جناب امام حسین علیہ السلام کے عزیز و اقارب۔ یہ سنتے ہی یحیےؔ نے ہائے ہائے کرکے رونا شروع کیا۔ اور کہنے لگا کہ شکر اُس خدائے بزرگ کا کہ بہت سے اسرار نہفتہ آج ہم پر ظاہر ہوگئے۔ واللہ کہ شریعت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں خون ناحق کی سزا ہمیشہ کے لیے جہنم ہے۔ اور ایسی ہی ایسی مصیبتیں سوائے خانوادۂ انبیاء کے اور کسی طبقہ انسانی کے لیے مخصوص نہیں ہیں۔ اور یہی مصیبتیں اُن کے حقوق کی واضح دلیلیں ہیں۔ پھر اُسنے پوچھا کہ اس حسین علیہ السلام کی ماں کا کیا نام ہے۔ معلوم ہوا کہ فاطمہ دختر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ پس یہ کلمہ سُنتے ہی وہ راہب یہودی مسلمان ہوگیا۔ اُسنے چاہا کہ چادر وغیرہ ہدیئے کے طور پر اہلبیت کرام علیہم السلام کی نذر کرے۔ مگر افسرانِ فوج اُسکو ان امور سے منع کردیا۔ اور سطوت یزید سے اُسکو بہت ڈرایا۔ اور دھمکایا۔ تو اُسکو اُن لوگوں پر سخت غصہ آیا اور محبت اہلبیت کی خلوص میں اُن لوگوں سے مقابلہ کیا۔ یہانتک کہ مارا گیا۔ اور اُس کو دروازۂ حراں میں مدفون کردیا۔ اُس وقت سے اس وقت تک وہ یحیےؔ شہیدؒ کے خطاب سے یاد کیا جاتا ہے۔

شہر حراں نہایت قدیم شہر ہے۔ اور یہ پہلی آبادی ہے جو طوفان نوح علےٰ نبینا و علیہ السلام کے بعد آباد ہوئی۔ اور لوگ وہاں بسے۔ اور یہی پہلی جگہ ہے جہاں جناب ابراہیم علیہ السلام مظالم نمرود سے نجات پاکر مقیم ہوئے۔ یہ شہر شہر رقہ سے دو روز کی راہ پر واقع ہے۔

اُنیسویں منزل شہر دمشق تختگاہ شام میں اہلبیت علیہم السلام کا ورود

حراں سے کوچ کرکے یہ فوج ستم پیشہ شہر دمشق میں پہنچا۔ جب شہر میں داخلہ کا وقت آیا تو جناب اُم کلثوم علیہ السلام نے شمر ذی الجوشن کو طلب کرکے فرمایا کہ میری ایک مدعا ہے۔ اگر تو اسے مان لیگا تو تیرا خاص احسان ہوگا۔ وہ یہ ہے کہ یہ شہر دمشق ہے۔ ہزاروں کیا لاکھوں تماشائیوں اور بلوائیوں کا سامنا اور ہجوم ہے۔ ہم کو ایا تو ایسے دروازے سے لیچلو جہاں آبادی کم ہو اور تماشائیوں

کا ہجوم بھی نہو۔ اور نہیں تو مظلوم شہیدوں کے سروں کو ہمارے اونٹوں کے آگے لیجاؤ کہ تماشائی
اُن کے دیکھنے میں مصروف ہوجائیں۔ اور پھر ہماری طرف اُنکو دیکھنے کا موقع نہ ملے۔ مگر شمر
ایسا کب تھا جو اس تجویز کو پسند کرتا۔ اُسنے اِس کے برعکس کیا۔ اور ان مصیبت زدوں کو دروازہ
ساعات سے جہاں تمام شہر سے زیادہ آبادی تھی اور تماشائیوں کا بھی ایسا ہجوم تھا کہ شانہ سے
شانہ چھلتا تھا شہر میں سلے چلا۔ یہ قافلہ دروازہ ساعات سے دورویہ تماشائیوں کی بھیڑ چیرتا ہوا
مسجد جامع تک پہنچا۔ تو مشائخ شام میں سے ایک نے ان اسیروں کو دیکھکر اور اُنکو معاذ اللہ
اسارائے کفار و اہل ذمہ سمجھکر کہا کہ الحمد للہ الذی قتلکم واھلکم وقطع قرن الفتنۃ اُس
خدا کا شکر ہے جس نے تم لوگوں کو ہلاک کیا اور شاخ فتنہ و فساد کو بیخ و بن سے اُکھاڑ ڈالا اور
انہیں باتوں کے ساتھ بہت سے فحش کلام بھی اُسنے کہے۔ جناب امام زین العابدین علیہ السلام
نہایت صبر و استقلال سے اُس کے گستاخانہ کلام کو سنتے رہے۔ جب وہ خاموش ہوچکا تو آپنے فرمایا
کہ اے شیخ تونے قرآن مجید بھی پڑھا ہے۔ اُسنے کہا ہاں۔ اور میں برابر اُسکی تلاوت کرتا ہوں۔
آپنے فرمایا تونے قرآن مجید میں یہ آیہ بھی پڑھا ہے قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی
اُسنے کہا ہاں۔ آپنے پھر فرمایا کہ یہ آیت بھی پڑھی ہے وات ذی القربی حقہ اُسنے کہا ہاں پھر
آپنے فرمایا یہ آیت بھی پڑھی ہے انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم
تطھیرا۔ اُسنے کہا ہاں۔ پھر آپ نے فرمایا۔ بھائی۔ یہ سب آیتیں ہماری ہی شان میں نازل ہوئی ہیں
ہمیں ہیں وہ ذوی القربے اور ہمیں ہیں وہ اہلبیت جن کو حق سبحانہ وتعالے نے دنیا کی تمام آلائشوں
سے پاک و پاکیزہ فرمایا ہے۔ یہ سُنکر اُس شیخ نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھائے اور درگاہ رب
العالمین میں عرض کی اللّٰھم انی اتوب الیک اللّٰھم انی ابرء الیک من عدو آل محمد و
من قتل آل محمد صلی اللہ علیہم اجمعین۔ پروردگار۔ میں توبہ کرتا ہوں اور برأت چاہتا ہوں
اور بیزار ہوتا ہوں دشمنان آل محمد اور اُن لوگوں سے جنہوں نے اہلبیت علیہم السلام کو قتل کیا۔ یہ دعا
کرکے اُسنے جناب امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ یا ابن رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم میں برابر ان آیات کی تلاوت کرتا تھا۔ لیکن اِن کے مفہوم کو نہیں سمجھتا تھا۔ اب
میں توبہ کرتا ہوں اور یہ توبہ میری قبول ہوسکتی ہے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا ان تبت تاب اللہ
علیک وانت معنا۔ اگر توبہ کرتا ہے تو [illegible] نہ وتعالے تیری توبہ کو قبول کریگا۔ اور تو ہمارے
ساتھ محشور ہوگا۔ یہ سنکر وہ بخلوص تمام۔ [illegible] جب اُسکی خبر یزید کو ہوئی تو اُسنے اُسکو قتل کر ڈالا۔

اِس واقعہ کو بہ تغیر الفاظ ابن حجر نے صواعق محرقہ میں امام طبرانی کے اسناد سے لکھا ہے۔ اور امام قندوزی نے ینابیع المودۃ فی القربیٰ میں نقل فرمایا ہے۔ دیکھوص ۲۵۲۔

اسی کے ایسا واقعہ سہل ساعدی صحابی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے جس کو ہم امام ابو اسحاق اسفرائنی اور ناسخ التواریخ جلد ششم کے ترجمہ سے ذیل میں قلمبند کرتے ہیں۔

سہل ساعدی جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشہور صحابی بیت المقدس کی زیارت کو تشریف لے گئے تھے۔ وہاں سے یہ شام میں آئے جس روز یہ شہر میں آئے تو اُنہوں نے تمام شہر کو آرائشہائے گوناگوں اور زینتہائے بوقلموں سے آراستہ پایا خصوصًا فرمانروائے عصر کے دارالامارت کی سجاوٹ کا تو کوئی شمار ہی نہیں تھا۔ مخمل و دیبا کے پردہائے زرنگار چھوٹے ہوئے تھے۔ اور دربار عام سے لیکر دربار خاص تک کرسیہائے جواہر نگار کی دورویہ قطاریں لگی ہوئی تھیں۔ اور محفل طرب وعیش برپا تھی۔ اور گانیوالے مرد و عورتوں کے ہجوم لگے تھے سہل ساعدی کو یہ سامان دیکھکر سخت تعجب ہوا۔ سمجھے کہ آج ان کی کسی مخصوص عید کا دن ہے۔ ایک مرد شامی سے پوچھا کہ آج تم لوگوں کی کونسی عید ہے۔ اُسنے تعجب سے پوچھا کہ شاید تم عرب بادیہ نشین ہو۔ اسی لئے تمہیں آج کے واقعہ کی خبر نہیں ہے۔ سہل نے فرمایا۔ بھائی میں عرب کا نہیں میں سہل ساعدی ہوں۔ جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی۔ اُس مرد شامی نے کہا ما اعجبک السّماء لاتمطر دما والارض لاتنخسف باھلھا اے سہل تمہارے تعجب کے لئے یہی کافی ہے کہ آسمان سے خون نہیں برستا اور زمین پر سورج میں گہن نہیں لگتا۔ سہل نے کہا بھائی یہ کیوں۔ اُس مرد شامی نے جواب دیا۔ کیوں نہو۔ آج ملک عراق سے جناب امام حسین علیہ السلام کا فرق مبارک دربار یزید میں ہدیہ کے لیے لیے جاتے ہیں۔ یہ سُننا تھا کہ سہل کے ہوش و حواس جاتے رہے۔ کہنے لگے۔ ارے یزید اور امام حسین علیہ السلام کے سر کا ہدیہ۔ کیوں بھائی۔ شہر کے کس دروازے سے آپکا فرق اطہر لایا جائیگا۔ اُس مرد شامی نے دروازہ ساعات کی طرف اشارہ کیا۔ ابھی ان لوگوں میں یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک شور برپا ہوا اور بہت سے علم اور بیرقیں یکایک نمودار ہوئیں۔ اور بہت سے مظلوم شہیدوں کے سر نیزوں کی نوکوں پر دکھلائی دیے۔ اور اُن کے پیچھے شتران بے محل و کجاوہ پر بہت سی مصیبت زدہ بیبیاں پریشان و باسر عریان نظر پڑیں جو ہجوم کے لحاظ سے اپنے بے نقاب چہروں کو اپنے بالوں سے چھپائے ہوئے تھیں۔ اور اسپر بھی مارے شرم و حیا کے اپنے سروں کو زانوؤں پر جھکائے

تھیں۔ انہیں آفت رسیدوں میں ایک ننگے اونٹ پر ایک صغیر السن لڑکی دکھلائی دی سہل کا بیان ہے کہ میں اُس کی کمسنی اور بیکسی کی حالتوں کو نہ دیکھ سکا۔ بیتاب ہو کر اسکے پاس گیا اور پوچھا کہ آپ کون ہیں۔ اُس نے جواب دیا میں ہوں سکینہ دختر جناب امام حسین علیہ السلام۔ میں نے کہا میں ہوں آپ کے جدِ بزرگوار صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی سہل ساعدی۔ اگر آپکو اس وقت مجھ سے کوئی خدمت لینی ہو تو بتلایئے۔ اُس معصومہ نے جواب دیا کہ اگر تجھ سے ہو سکے تو ان سرہائے بریدہ کو ہمارے اونٹوں کے پاس سے علیحدہ کرادے۔ تاکہ ان نامحرموں کی بھیڑ ان سروں کے دیکھنے میں مشغول ہو جائے۔ اور ہمارے پاس سے یہ ہجوم کم ہو جاوے حضرت سکینہ علیہا السلام سے یہ سُنکر سہل ساعدی نے لشکریان یزید کو کچھ لے دے کر سرہائے مبارک شہدا علیہم السلام کو وہاں سے ہٹا دیا۔ سہل کا بیان ہے کہ وہ فرقۂ جفاکار سرہائے شہدا کو وہاں سے لیکر چلا تو ساکنین شام میں سے پانچ عورتیں مجھ کو نظر پڑیں جو اپنے کوٹھوں پر تماشہ کے خیال سے چڑھی ہوئی تھیں۔ ان میں سے ایک کمر خمیدہ عورت تھی۔ جب فرق مبارک جناب امام حسین علیہ السلام انکے قریب آیا تو اُس نے ایک پتھر کھینچکر آپ کے سر پر مارا۔ میں نے تو فوراً اپنی آنکھیں بند کرلیں اور اپنے دونوں ہاتھ اُٹھا کر آسمان کی طرف بلند کیے اور درگاہ رب العزت میں یہ دعا کی کہ اللّٰھم اھلکھا واھلکھن معھا بحق محمد وآلہ صلی اللہ علیہ وآلہ اجمعین۔ پروردگار اس ملعونہ کو اور اُن عورتوں کو جو اس کے ساتھ ہیں ہلاک کر ڈال بحق محمد وآلہ اجمعین سہل کا بیان ہے کہ ابھی میرا کلام تمام بھی نہیں ہوا تھا کہ وہ پانچوں عورتیں کوٹھے سے گر کر مر گئیں۔

یزید اور جناب امام زین العابدین علیہ السلام

اسیران اہلبیت علیہم السلام کو فرق امام علیہ السلام کے ساتھ دربار یزید میں لائے۔ یزید اس وقت فقاع (شراب کی ایک قسم) پی رہا تھا۔ اور شطرنج میں مشغول تھا۔ جب حریف پر غالب ہوتا تھا تو متواتر جام پر جام پیتا تھا۔ اسی حالت میں اُس نے جناب امام حسین علیہ السلام کے سر کو اپنے تخت کے نیچے رکھوا دیا۔ جب جام فقاع پیتا تھا اُس میں جو کچھ رہتا تھا وہ اُسی طشت میں ڈال دیتا تھا جس میں امام مظلوم علیہ السلام کا سر رکھا ہوا تھا۔ یزید روسیہ کی بیٹیاں بہوئیں ہوں پردے میں، نبی کی آل سر ننگے کھڑے دو دو پہر کاٹے، یزید تو ان مشاغل میں مصروف تھا۔ اسیران اہلبیت کرام اُسکے تخت کے سامنے مُہر بہ لب خاموش کھڑے تھے۔ جب تک وہ انکی طرف متوجہ نہوا تو آخر کار جناب امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا اذا مغلول تد ... فی الکلام فقال قل ولا تقل ھجرا میں تو دست بستہ

تیرے سامنے کھڑا ہوں اور تو ہے کہ ہماری طرف متوجہ ہی نہیں ہوتا۔ اب مجھ کو اجازت دے
کہ میں کچھ کلام کروں۔ یزید نے کہا کہ اچھا فرمایئے مگر کلام مہمل نہ فرمایئے گا۔ امام علیہ السلام نے
فرمایا لقد وقفت موقفا لاینبغی لمثلی ان نقول الھجر میں اس منصب پر فائز ہوں جہاں انسان
پہونچکر کبھی کلام مہمل نہیں کرسکتا۔ پھر آپ نے فرمایا انشدک اللہ یا یزید ما ظنک برسول اللہ
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم لو رآنا علی ھٰذہ الحال۔ تجھ کو خدا کی قسم تیرا کیا خیال ہے بیان
کر کہ اگر جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت ہم لوگوں کو اس حال سے دیکھتے
تو کیا فرماتے۔ یزید نے جواب دیا یا ابن الحسین علیہ السلام ابوک قطع رحمی وجھل حقی و
نازعنی فی سلطانی فصنع اللہ ما قد رأیت۔ اے فرزند حسین علیہ السلام آپ کے باپ نے میرے
صلۂ رحم کو قطع فرمایا۔ میرے حقوق سے انکار کیا اور میری سلطنت میں نزاع واقع کی پس خدائے
سبحانہٗ تعالے نے جو کچھ اُن کے ساتھ کیا وہ ظاہر ہے۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے اُسکے جواب
میں ارشاد فرمایا وما اصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل
ان نبراھا ان ذالک علی اللہ یسیر۔ خدائے تبارک وتعالے فرماتا ہے کہ کوئی مصیبت ایسی نہیں
جو دنیا میں تمہارے نفوس پر پڑی ہو پہلے سے مقدر نہو چکی ہو۔ اور اُس انسان سے پہلے نہ لکھی
ہو چکی ہو۔ اور یہ تمام امور خدا کے نزدیک سہل اور آسان ہیں۔ یزید علیہ اللعن اسی فکر میں لگا ہوا
تھا کہ کوئی بات آپ سے سنی جائے جسکی پاداش میں آپ کے قتل کا حکم دیا جائے۔ جب اُسنے آپ سے
کوئی ایسی بات نہ سُنی تو خواہ مخواہ آپکی تسبیح گردانی پر اعتراض کرنے شروع کر دیئے۔ بات یہ تھی کہ
جناب امام زین العابدین علیہ السلام کے ہاتھ میں اُس وقت ایک چھوٹی سی تسبیح تھی جسکے دانوں
کو آپ گردش دے رہے تھے۔ یزید کے اعتراض کے جواب میں آپنے ارشاد فرمایا کہ میرے پدر
بزرگوار نے میرے جدِ بزرگوار سے روایت فرمائی ہے کہ وہ جناب نماز صبح پڑھکر کسی کی باتیں نہیں
کرتے تھے تاوقتیکہ سبحگردانی سے فراغت نہولے۔ ہاتھ سے تسبیح رکھکر فرماتے تھے اللّٰھم انی
اصبحت اسبحک واحمدک واھللک بعدد ما ادیر بہ سبحتی۔ پروردگارا میں نے
ایسی حالت میں صبح کی کہ تسبیح کرتا ہوں میں تیری۔ اور تحمید کرتا ہوں اور شکر کرتا ہوں تیرا اور تہلیل
کرتا ہوں تیری اُتنی بار جتنی بار میں نے اس تسبیح کے دانوں کی گردش کی ہے۔ پس اے یزید
میں اپنے اس عمل میں اپنے جدِ بزرگوار کی تاسی کرتا ہوں۔ یزید نے کہا لا اکلّم احد امنکم
الا ویجیبنی بما یعود بہ میں تم لوگوں میں کسی شخص کو ایسا نہیں پاتا جسے جواب میں میرا منہہ

نہ توڑ دیا ہو۔ پھر یزید نے اپنا سلسلۂ کلام یوں آغاز کیا الحمد للہ الذی قتل اباک اُس خدا کا شکر ہے جسنے تیرے باپ کو قتل کرایا۔ جناب امام زین العابدین علیہ السلام سے اب اُس کے گستاخانہ کلام سُننے نہیں گئے۔ بے اختیار ہو کر فرمایا لعنۃ اللہ علی من قتل ابی۔ اے یزید خدا کی لعنت اُس شخص پر ہو جس نے میرے پدر بزرگوار کو قتل کیا۔ یزید تو ایسی باتوں کی تاک ہی میں تھا اور خاصکر اسی لیے اُسنے ان سخت کلامیوں کی طول و طویل تمہید اُٹھائی تھی۔ امام علیہ السلام کا یہ جواب سُنتے ہی اُس نے حکم دیا کہ انکی گردن ماری جائے۔ اُسکا یہ حکم سنکر آپ نے فرمایا فاذا اقتلتنی فبنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من یردھم الی منازلھم ولیس لھم محرم غیری۔ اے یزید جب تو مجھے قتل ڈالے گا تو پھر حرم رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُن کے گھروں تک کون پہنچائیگا۔ آپنے کچھ ایسے حسرت آمیز لہجہ میں اُسکو جواب دیا کہ یزید بھی سخت متاثر ہوا اور جیسا کہ کوفہ میں ابن زیاد نے جواب دیا تھا ویسا ہی یزید نے بھی کہا۔ انت نردھم الی منازلھم آپ سے ان لوگوں کو انکے گھروں تک پہنچائیے گا۔

اس کے بعد اُس شقی ازلی نے چوب خیزران لیکر امام حسین علیہ السلام کے دندان مبارک کے ساتھ وہ بے ادبی کی جو ابو برزۃ الاسلمی صحابہ رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دیکھی نہ گئی۔ وہ یزید کو مخاطب کر کے کہنے لگے ویحک یا یزید انکت ثغر الحسین علیہ السلام بقضیبک اشھد لقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یرشف ثنایاہ وثنایا اخیہ الحسن علیہ السلام و یقول انتما سیدا شباب اہل الجنۃ فقتل اللہ قاتلکما ولعنہ اللہ واعد لہ جہنم وساءت مصیرا۔ وائے ہے تجھپر اے یزید تو دندان جناب امام حسین علیہ السلام کے دانتوں پر چھڑی لگاتا ہے قسم خدا کی میں نے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ حضرت امام حسن و امام حسین علیہما السلام کے لقائے مبارک کے بوسے لیتے تھے اور اُنکو چوستے تھے۔ اور فرماتے جاتے تھے کہ تم دونوں سرداران جوانان اہل جنت ہو۔ خدائے سبحانہ تعالے تمہارے قاتلین کو مارے۔ اُنپر لعنت کرے اور اُنکے لیے آتش جہنم مہیا فرمائے۔

یزید نے جب یہ کلمات سنے تو اُس نے ابو برزہ کو نکالدینے کا حکم دیا۔ یہ سنتے ہی سخت خشمگین ہو کر وہاں سے اُٹھے چلے آئے اور کہنے لگے قطع اللہ یدیک یا یزید۔ خدائے سبحانہ تعالے تیرے ہاتھوں کو قطع فرمائے۔ اے یزید۔

ایسی ہی حالت ثمرہ ابن خبادہ ابن جن[illegible] شانہ رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی ہوئی۔ ان کے

وعظ و نصیحت کے جواب میں یزید نے کہا کہ اگر مجھ کو تیرے ساتھ صحبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کا خیال نہوتا تو میں اسی وقت تیرے قتل کا حکم دیتا۔ ثمرہ نے کہا سبحان اللہ۔ میرے ساتھ
تو صرف صحبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتنا لحاظ کیا جاتا ہے کہ جان بخشی کیجاتی ہے مگر
امام حسین علیہ السلام کے ساتھ قرابت نبوی کا کوئی خیال نہیں رکھا گیا۔ اور اُن کو بیگناہ قتل
کیا گیا۔ ثمرہ ابن جنادہ کی اس تقریر سے اُس محفل میں ایسا اثر پڑا کہ تمام سامعین پھوٹ پھوٹ کر
رونے لگے۔ اور یزید کا دربار شاہانہ خاصا عزاخانہ ہو گیا۔

یزید اور سفیر سلطان روم

اسی کے ایسا سفیر روم کا واقعہ ہے۔ جو فریقین کی معتبر اور مستند تالیفات میں درج ہے۔ یزید کے
دربار میں جہاں اور ممالک کے سفیر حاضر تھے وہاں سلطنت روم کا سفیر بھی موجود تھا۔ اُسنے
یزید سے مخاطب ہوکر پوچھا کہ یہ سر جو طشت طلا میں رکھا ہے کسکا ہے۔ یزید نے پہلے تو اُسے
یہ کہکر ٹالدینا چاہا کہ تجھے اس سے کیا غرض۔ کسی کا سر ہو۔ سفیر روم نے کہا کہ بات یہ ہے کہ جب
میں اپنے بادشاہ کی خدمت میں جاتا ہوں تو وہ ذرہ ذرہ تمام حالات مجھ سے پوچھتا ہے۔ اس
وجہ سے میں دریافت کرتا ہوں کہ اس سر بریدہ کی حقیقت حال سے مجھے مطلع فرمائیے۔ یزید نے
کہا کہ یہ سر امام حسین ابن علی علیہما السلام کا ہے۔ پھر اُسنے پوچھا کہ ان کی ماں کا کیا نام ہے۔
اُسنے کہا۔ فاطمہ علیہا السلام۔ اُس سفیر نصرانی نے پوچھا کہ وہی فاطمہؑ جو تمہارے رسول
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی ہے۔ یزید نے کہا ہاں۔ اُس نے کہا افسوس ہے تجھ پر اور
تیرے دین پر۔ میرا مذہب اور تیرا ایک نہیں ہوسکتا۔ مجھ کو دیکھو کہ میرا نسب حضرت داؤد علی
نبینا وعلیہ السلام پر تمام ہوتا ہے۔ مجھ سے لیکر جناب داؤد علیہ السلام تک بہت سی پشت
کا شمار ہوتا ہے۔ لیکن تاہم یہود اور نصاریٰ آج تک میرے قدم کی خاک کو تبرک سمجھ کر
اپنی آنکھوں سے لگاتے ہیں۔ اور تم لوگ ایسے بزرگوار کو جو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم سے نسب میں صرف ایک پشت سے جا ملتا ہے قتل کرتے ہو۔ اب تو مجھ سے اس واقعہ
کو اسی تفتیش سے پوچھنے کا اصلی باعث کان لگا کر مجھ سے سن لے۔ یزید نے کہا اچھا بیان کر
اُسنے کہا کہ مجھ کو ایک بار بحر عمان کا سفر درپیش ہوا۔ اور میں ممالک چین کے ایک جزیرہ میں گیا
اُس جزیرہ میں ایک بہت بڑا شہر آباد ہے۔ جہاں سے کافور۔ عنبر اور یاقوت احمر لاتے ہیں۔
اور اُسی سرزمین سے عود بھی لاتے ہیں۔ اُس شہر میں بہت سے عیسائیوں کے معبد ہیں۔ اور

انہیں میں سے ایک عبادت خانہ کا نام کنیسہ حافر ہے۔ اُس عبادت خانہ میں ایک یاقوت سرخ کا ظرف چھت سے لٹکا ہوا ہے۔ اور اُس ظرف میں ایک سُم رکھا ہوا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسٰی علٰی نبینا و علیہ السلام کے گدھے کا سم ہے۔ ہر سال ہزاروں عیسائی اُسکی زیارت کو آتے ہیں اور نہایت خلوص و اعتقاد سے اُسکی تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔ اور اپنی حاجتیں طلب کرتے ہیں۔ اور ایک تم لوگ ہو کہ اپنے پیغمبر صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے فرزند کو قتل کرتے ہو۔ لا بارک اللہ فیکم و لا فی دینکم خدائے سبحانہ تعالٰے تمہارے اور تمہارے دینی امور میں کبھی برکت نازل نہ فرمائے۔

یزید یہ تقریر سُنکر آگ ہوگیا۔ اور اُسنے فوراً حکم دیا کہ اس مرد نصرانی کی گردن ماری جائے۔ جب اُس کو اپنے قتل کیے جانے کی خبر معلوم ہوئی تو اُسنے یزید کو مخاطب کر کے کہا کہ سبحان اللہ ایک دوسرا امر عجیب مجھ پر ظاہر ہوا۔ اُس کو بھی سُن لے۔ میں نے کل رات کو جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو عالم رویا میں دیکھا کہ آپ مجھے بہشت کی بشارت دے رہے ہیں۔ وہ روز یہی تھا۔ میں اب صدق دل سے اسلام کو قبول کرتا ہوں۔ یہ کہکر اُس نے کلمۂ توحید زبان پر جاری کیا اور مسلمان ہو گیا۔ اور سر مبارک امام حسین علیہ السلام کو اُٹھا کر اپنے سینہ سے لگا لیا۔ اور چشم و جبین مبارک کے پے در پے بوسے لیتا رہا۔ یہانتک کہ ہوا خواہان یزید نے بحکم یزید اُس کے وہ سر لے لیا اور اُسکو قتل کیا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

جناب سید مرتضٰے و علامہ ابن نما رضوان اللہ علیہما نے اِس واقعہ کو راس الجالوت کے متعلق لکھا ہے۔ راس الجالوت اصلی نام نہیں ہے۔ بلکہ ایک تعظیمی لقب ہے۔ اصل میں راس الجالوت لفظ رش کالوتا کا معرب ہے۔ رش بارائے مہملہ و شین معجمہ۔ زبان عربی میں سر کو کہتے ہیں۔ اور کالوتا بنی اسرائیل کے اُس فرقے کا نام ہے جو بخت نصر کے بعد بیت المقدس سے نکل کر اطراف عالم میں آباد ہوا تھا۔ اِس قبیلہ کے سردار کا نام راس کالوتا ہوا کرتا تھا۔ اہل عرب نے اپنی زبان کے قاعدے سے اصل لفظ میں تصرف کر کے راس کالوتا کو راس الجالوت کر دیا۔ اور یہ لفظ یوہیں مشہور ہوگیا۔

یزید اور راس الجالوت علیہ الرحمہ

بہر حال یہ شخص بھی یزید کے دربار میں موجود تھا۔ یہ تمام واقعات سنکر کہنے لگا کہ مجھ میں اور حضرت داؤد علیہ السلام میں ستر پشت کا فرق ہے لیکن اس وقت تک تمام یہود مجھ کو شرافت و

فضیلت کی تعظیمی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ لیکن تمہاری قوم پر افسوس ہے کہ آج تم اُس بزرگ کا سر کاٹ لائے ہو جو تمہارے نبی صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا فرزند ہے۔ اور تمہارے رسول صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور اُس میں ایک پشت سے زیادہ کا فاصلہ بھی نہیں ہے۔ خدا تعالےٰ تم کو اور تمہارے دین و ملت دونوں کو نیست ونابود فرمائے۔ یہ سنکر یزید کو سخت طیش آیا وہ کہنے لگا کہ اگر جناب رسالت مآب صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی یہ حدیث مجھ تک نہ پہنچی ہوتی کہ من قتل معاھدا کنت انا خصیمہ یوم القیٰمۃ یعنی جس نے صاحبان عہد اور ذمہ کو قتل کیا میں بروز قیامت اُس شخص سے ضرور مخاصمہ کرونگا۔ تو میں تجھے اس سخت کلامی کی سزا میں آج کبھی زندہ نہ چھوڑتا۔ راس الجالوت نے جواب دیا کہ سبحان اللہ اہل ذمہ اور صاحبان عہد کے ساتھ تو جناب رسالت مآب صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلم مواخذہ فرمائیں اور اپنے فرزند کے قاتل کے ساتھ کوئی مؤاخذہ نہ کریں۔ اتنا کہکر اُس نے امام مظلوم کے فرق مجروح کی طرف خطاب کرکے عرض کی کہ یا ابا عبد اللہ علیہ السلام آپ گواہ رہیں کہ میں مسلمان ہوگیا یزید نے اُس کی یہ حالت مشاہدہ کرکے کہا کہ چونکہ اب تو اپنے معاہدہ سے نکل گیا اس لیے تیرا قتل مجھ پر لازم ہوگیا۔ پھر اُس کے قتل کا حکم دیا۔ اور وہ بھی قتل کیا گیا۔ اس واقعہ کو ابو اسحاق اسفرائنی نے بھی اپنی کتاب نور العین فی مقتل الحسین عؑ میں لکھا ہے۔ دیکھو جلد اول صفحہ ۱۷۳ مطبوعہ بنارس۔

یزید اور جاثلیق نصرانی

صاحب ناسخ التواریخ کتاب عوالم کے اسناد سے لکھتے ہیں کہ ایک دوسرا مرد نصرانی سلطنت روم کی طرف سے سفارت کے عہدے پر مامور ہوکر آیا تھا۔ وہ بھی حسن اتفاق سے اُس وقت یزید کے دربار میں موجود تھا۔ جب اُسکی نظر امام حسین علیہ السّلام کے فرق مجروح پر پڑی۔ اُسکی آنکھوں سے بیساختہ آنسو نکل آئے۔ اور بہ بہ کر اُسکے مُنہ اور ڈاڑھی پر جاری ہو گئے۔ آخر کار جوش رقت کو تھامکر اُسنے یزید سے کہا کہ میں اپنے ایام جوانی میں تجارت پیشہ تھا ضرورت تجارت سے ایک بار مدینۃ النبیؐ میں گیا۔ وہاں پہنچکر مجھے آنحضرت صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زیارت کا ازحد شوق دامنگیر ہوا۔ اور اپنے دل میں یہ ارادہ کیا کہ کوئی تحفہ لیکر آنکی خدمت بابرکت میں جاؤں۔ اس لیے میں آ [illegible] شورت سے دو نافۂ مشک۔ تھوڑا سا عنبر اشہب لیکر آپ کی خدمت میں حاضر [illegible] ت اُمّ المومنین جناب اُمّ سلمہ رضؓ کے گھر

تشریف رکھتے تھے۔ میں جس وقت آپ کی زیارت سے مشرف ہوا بے اختیار میرے ہوش حواس جاتے رہے۔ اور جمال انور کی تاثیر سے میرے دل میں آپ کی محبت و الفت قائم ہو گئی۔ اتنے میں آپ نے مجھ سے پوچھا کہ تیرا کیا نام ہے۔ میں نے کہا عبدالشمس۔ آپ نے فرمایا کہ آج سے میں نے تیرا نام عبدالوہاب رکھا ہے۔ اور تیرا تحفہ بھی قبول کیا ہے۔ مگر اس شرط پر کہ تو دعوت اسلام کو بھی قبول کر۔ آپ کے یہ کلام ہدایت التیام سنکر میں نے آپ کے چہرۂ مبارک پر غور سے نظر کی تو سارے آثار رجاہ و جلالت جو خاصان خدا کے اصلی معیار ہوتے ہیں آپ کی جبین مبارک سے موجود و آشکار پائے۔ اور میں نے جناب عیسےٰ مریم علےٰ نبینا و علیہ السلام کی اس بشارت کو انی مبشر لکم برسول یاتی من بعدی اسمہ احمدؐ میں تم کو ایک ایسے رسول کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد آنیوالا ہے۔ اور جسکا نام احمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوگا ہر طرح برحق اور صحیح پایا۔ یہ سوچکر میں فوراً مسلمان ہو گیا۔ پھر میں جب تک مدینۂ منورہ میں مقیم رہا روزانہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ ایک روز میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر آپ کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضرات حسنین علیہما السلام باہر تشریف لائے۔ انکو دیکھتے ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بے اختیار ہو کر اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دئے اور انکو اپنی گود میں بٹھلا کر ان کے لب و رخسار کے دیر تک بوسے لیتے رہے اور فرماتے رہے بعد عن رحمۃ اللہ من قتلک لعن اللہ من قتلک یاحسین و اعان علی قتلک یعنی تیرا قتل کرنیوالا اور تیرے قتل میں اعانت پہنچانیوالا دونوں رحمت خدا سے دور ہیں۔ دوسرے روز بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ اس روز دونو بزرگوار ہمراہ تھے یعنی حضرات حسنین علیہما السلام ہمراہ تشریف لائے۔ اور عرض کرنے لگے کہ اس وقت ہم دونوں نے آپس میں زور آزمائی کی مگر کوئی کسی پر غالب نہیں آیا۔ اب آپکے سامنے ہم دونوں پھر زور آزمائی کرتے ہیں جو غالب آئے آپ اسے بتلا دیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا کہ زور آزمائی اور کشتی لڑنا ہمارا طریقہ نہیں ہے بہتر ہے کہ تم دونوں کچھ لکھو۔ جسکا خط اچھا ہوگا وہ اپنے دوسرے پر ضرور ترجیح پائیگا وہ دونوں بزرگوار اس پر راضی ہو کر وہاں سے چلے گئے۔ اور ایک کاغذ پر کچھ لکھ کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ آپنے فرمایا حبیبی انی امی لا اعرف الخط اذھبا الی ابیکما لیحکم بینکما و ینظر ایکما احسن خطاً۔ اے بچو میں لکھنا نہیں جانتا تم اپنے

خطوط کو اپنے والد بزرگوار کے پاس لیجاؤ اور وہ بتلا دینگے کہ تم دونوں میں کسکا خط اچھا ہے یہ
دونوں صاحب جناب علی مرتضےٰ علیہ السلام کے پاس آئے۔ آپنے بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ
وآلہ وسلم کے ایسا اُن کی دلشکنی کا خیال فرماکر کوئی تصفیہ نہ فرمایا۔ اور جناب سیدہ سلام اللہ علیہا
کی خدمت میں لیجانے کی ہدایت فرمائی۔ جناب سیدۂ طاہرہ علیہا السلام کو بھی انکی دلشکنی کا
وہی خیال آیا۔ مگر آپنے اپنے گلے کا عقد مروارید توڑ ڈالا اور اُسکے دانے زمین پر بکھیر دئیے۔
اور بچوں سے کہا کہ تم میں سے جو زیادہ دانے اُٹھالیگا اُسی کا خط سب سے اچھا سمجھا جاویگا۔ اس
ہار میں سات موتی تھے۔ صاحبزادوں نے تین تین موتی اُٹھالیے۔ ایک رہگیا جسکے لینے کے
لیے دونوں صاحبزادے کوشش کرنے لگے۔ اتنے میں جناب جبرئیل بحکم رب جلیل نازل ہوئے
اور اُس موتی کو دو حصہ کر دیا کہ نصفا نصف دونوں صاحبوں نے اُٹھالیا۔ اور حق سبحانہ تعالےٰ نے
اُنکے مراتب میں مساوات کا درجہ قائم رکھا۔ چونکہ اے یزید۔ یہ واقعہ گھر کے اندر ہوا تھا اور میں باہر
تھا اس لیے جو کچھ میں نے بیان کیا ہے وہ جناب سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ کی زبانی اُسی وقت
سُنا تھا جو باعتبار السلمان منا اہل البیت عصمت سرا میں جانیکا شرف رکھتے تھے۔ اے
یزید حقیقت میں مسلمان ہوں مگر ملک روم میں اس وقت تک اپنا مذہب میں پوشیدہ رکھتا تھا۔ اب
تو ہی غور کر کہ جس مقدس بزرگوار کی صرف دلشکنی نہ خدا سے کی گئی اور نہ رسول خدا صلے اللہ
علیہ وآلہ وسلم سے۔ نہ فاطمہ علیہا السلام نہ جناب علی مرتضےٰ علیہ السلام سے اُسی کو
تو نے قتل کیا۔ اور اُسی کو تو نے آزار پر آزار دیے۔ اف لك ولدينك يا يزيد تجھپر اور تیرے
دین پر افسوس ہے اے یزید۔ یہ کہکر اُسنے جناب امام حسین علیہ السلام کے فرق مبارک کو
اپنی گود میں اُٹھالیا۔ اور پئے در پئے اُسکے بوسے لیے۔ اور کہا کہ اے حسین مظلوم علیہ السلام
آپ اپنے جد بزرگوار و پدر عالیمقدار و برادر ستودہ اطوار کی خدمات میں قیامت کے دن اِس
امر پر گواہی فرمائیے گا کہ میں آپ کے قاتل پر خدا کی طرف سے لعنت کا خواستگار ہوں۔
دربار عام برخاست ہوا۔ اور اہلبیت کرام علیہم السلام ایک ویران قید خانہ میں بھیجدیے گئے
اور سر مبارک جناب امام حسین علیہ السلام در زندان پر لٹکا دیا گیا۔

یزید اور جناب امام زین العابدین علیہ السلام

دوسرے دن یہ حضرات پھر دربار عام ... یزید ملعون نے امام زین العابدین
علیہ السلام کو مخاطب کرکے یوں آغا ... لی ابن الحسین علیہما السلام آپ نے

باپ اور دادا نے یہ تمنا کی کہ زمام خلافت اور عنان حکومت اُنکے ہاتھوں میں آئے۔ لیکن معاذ اللہ۔ شکر اُس خدا کا جس نے اُن کو قتل کرایا اور خون کو بہایا۔ امام علیہ السلام نے اُسکے گستاخانہ کلام کے جواب میں ارشاد فرمایا یا بن معویۃ وھند وصخر لم تزل النبوۃ والامرۃ لآبائی واجدادی من قبل ان تولد ولقد کان جدی علی ابن ابیطالب علیہما السلام فی یوم بدر واحد والاحزاب فی یدہ رایۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و ابوک وجدک فی ایدیھما رایات الکفار اے پسر ہند ومعویہ وصخر درجۂ نبوت و امارت خاصکر ہمارے ہی لیے اُترا ہے قبل اسکے کہ تو پیدا بھی نہیں ہوا تھا معرکہائے بدر و احد وخندق میں جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم ہمارے دادا کے ہاتھ میں تھے اور جمعیت کفار کے نشان تیرے دادا کے ہاتھ میں تھے۔ ویلک یا یزید انک لو تدری ماذا صنعت وما الذی ارتکبت من ابی واھل بیتی واخی وعمومتی اذا لھربت فی الجبال وافترشت الرماد ودعوت بالویل والثبور ان یکون راس ابی الحسین ابن فاطمۃ وعلی علیہم السلام منصوبا علی باب مدینتکم وھو ودیعۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فیکم فابشروا بالخزی والندامۃ غدا اذا جمع الناس لیوم القیمۃ افسوس ہے اے یزید اگر تو سمجھتا جو کچھ گناہ گستاخی اور آزار دہی تو نے میرے باپ۔ بھائیوں۔ چچا اور چچازاد بھائیوں کے ساتھ کی ہے تو مجھے یقین ہے کہ تو مختل الحواس ہوکر جنگل اور بیابانوں میں نکل جاتا۔ اور ہمیشہ فرش خاک پر بیٹھتا اور نالہ و فریاد کیا کرتا۔ میرے باپ حسین ابن فاطمہ و علی علیہم السلام کا سر اور تیرے دروازے پر لٹکایا جاوے۔ اب اے یزید۔ اُس ذلت اور سوائی کے واسطے مستعد رہ جو تیرے واسطے بروز قیامت نصیب ہونیوالی ہے۔ جس وقت یہ کلمات جناب امام زین العابدین علیہ السلام کے منہ سے نکلے۔ یزید غصہ کے مارے جل گیا۔ اور فوراً آپکے قتل کا حکم دیا۔ جلاد آپ کو ایک مقام پر لے گیا اور چاہا کہ قتل کرکے آپکی لاش کو ایک گڑھے میں ڈالدے کہ یکایک ایک ہاتھ نکلا اور اُسنے پیچھے سے قاتل کی گردن پکڑ لی۔ وہ خوفناک ہوکر وہاں سے بھاگا۔ یزید کے پاس دوڑا آیا۔ اور سارا ماجرا کہہ سنایا۔ وہ بھی سخت ہراساں ہوا۔ اور آپکی ایذارسانیوں کی آئندہ تجویزوں سے باز آیا۔ ناسخ التواریخ۔

یزید کی ندامت اور اہلبیت کی رہائی

اہلبیت علیہم السلام عرصہ تک اُس خرابہ میں قید رہے۔ کچھ دنوں کے بعد یزید نے یہ قاعدہ

مقرر کیا تھا کہ جناب امام زین العابدین علیہ السلام کو تنہا اپنی خلوت میں بُلاتا تھا۔ اور بہت سے امور پوچھا کرتا تھا۔ چنانچہ ایک دن آپ اُس کے پاس سے جا رہے تھے کہ رستہ میں منہال ابن عمر سے ملاقات ہوئی۔ منہال نے آپ کی مزاج پرسی کی تو اُس کے جواب میں آپ نے فرمایا امسینا کمثل بنی اسرآئیل فی آل فرعون یذبحون ابناءھم ویستحیون نساءھم یا منہال امست العرب یفتخر علی العجم بان محمد اعربیٌّ وامست قریش تفتخر علی سائر العرب بان محمدا منہا وامسینا بمعشر اھل بیته ونحن مغضوبون ومقتولون مشردون فانا للہ وانا الیه راجعون مما امسینا فیه ہماری مثال اُن بنی اسرائیل کے ایسی ہے جن کے مرد قتل کیے گئے اور عورتیں چھوڑ دی گئیں۔ اس وقت تک اہل عرب اہل عجم پر فخر کرتے تھے کہ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل عرب سے ہیں۔ اور قبیلۂ قریش دیگر اہل عرب پر فخر کرتے تھے کہ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے قبیلہ سے ہیں۔ اور اب اُنہیں کی اولاد ہم لوگ ہیں جو مقتول بھی ہوئے اور رسوا اور پریشان حال بھی ہو رہے ہیں۔

علامہ امام ابو اسحاق اسفرائینی سہل شہرزوری کے اسناد سے بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ ایک دن یزید کے سامنے موجود تھے کہ ایک عورت نہایت حسینہ وجمیلہ کہ مثل اُس کے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ اور اُس کے کپڑوں کے دامن نیچے لٹکتے تھے یزید کے پاس آئی اور اُس سے پوچھا کہ یہ کسکا سر ہے جو ملک عراق سے تیرے دربار میں لایا گیا ہے۔ اُسنے جواب دیا کہ یہ سر امام حسین علیہ السلام کا ہے۔ اُس عورت نے کہا قسم خدا کی بہت شاق ہے یہ امر اُسکے دادا اور اُس کے باپ۔ ماں اور اُس کے اہل پر قسم خدا کی جب میں سو گئی تھی میں نے دیکھا کہ دروازے آسمان کے کھُلے ہیں اور وہاں سے پانچ بادشاہ اُترے۔ اُنکے ہاتھوں میں آگ کے لوکے تھے اور وہ کہتے تھے کہ خدائے جبار نے حکم کیا ہے کہ اس گھر کو جلا دیں۔ پس یزید اُسکی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا کہ افسوس ہے تجھپر کہ تو میرے ملک میں رہتی ہے اور پرورش پاتی ہے اور پھر ایسی بات کہتی ہے۔ میں تجھ کو بُری طرح سے قتل کرونگا۔ اُس عورت نے کہا کہ کوئی ایسی شرط بھی ہے جس سے مجھ کو نجات ملے۔ یزید نے کہا ہاں۔ اِس شرط سے میں البتہ تیرے قتل سے باز رہ سکتا ہوں کہ جناب علی مرتضےٰ علیہ السلام اور اُنکی اولاد کو سب وشتم سے یاد کر۔ اُس عورت نے ایسا ہی کرنے لگی۔ پس یزید نے سب

لوگوں کے جمع کرنیکا حکم دیا سب لوگ فراہم ہوئے اور وہ عورت منبر پر گئی اور اُس نے کہا ایّھا النّاس تم کو معلوم ہوگا کہ یزید نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں حضرت علی علیہ السلام اور انکے اہلبیت علیہم السلام کو بُرا کہوں۔ حالانکہ وہ ساقی کوثر ہے۔ اور بروز قیامت لوائے حمد اُسی کے ہاتھ میں ہوگا۔ اور اولاد اُسکی سرداران جوانان بہشت ہیں۔ آگاہ ہو تم لوگ کہ لعنت ہے خدا کی اور لعنت ہے لعنت کرنیوالوں کی یزید پر اور اُن پر جنہوں نے اُسکی بیعت کی اور قتل جناب امام حسین علیہ السلام پر قدم بڑھایا۔ اور صلوات و سلام ہو علی اور اولاد علی علیہم السلام اور شیعیان علی رضوان اللہ علیہم پر جب سے کہ اللہ نے دنیا کو پیدا کیا اور جب تک کہ قیامت ہو اور اسی پر میں زندہ ہوں اور اسی پر میں مرونگی اور اسی کے اوپر انشاء اللہ تعالےٰ میں قیامت کے روز مبعوث ہونگی۔ یہ سنکر یزید کو بہت غصہ آیا اور اُس کے قتل کرنیکا حکم دیا۔ چنانچہ وہ اُسی وقت قتل کی گئی۔

دمشق کی مسجد جامع میں امام زین العابدین علیہ السلام کا خطبہ

اسی طرح یزید نے ایک روز اپنے خطیب سے کہا کہ منبر پر جا کر ہمارے محامد و مناقب اور بنی فاطمہ علیہا السلام کے مناقص و معائب بیان کر۔ خطیب نے فوراً حکم یزید کی تعمیل کی۔ جناب امام زین العابدین علیہ السلام بھی حاضر تھے۔ اُس کے کلام شناعت التیام کو سنکر خطیب سے کہنے لگے ویلک ایّھا الخاطب اشتریت مرضاۃ المخلوق بسخط الخالق فتبوء مقعدک من النّار۔ افسوس ہے تجھ پر تو نے ایک بندہ کی خوشنودی کے لیے اپنے خالق کی معصیت اختیار کرلی۔ پس اپنے مقام کو آتش جہنم سے بھرا ہوا تیار سمجھ لے۔ پھر اسکے بعد جناب امام زین العابدین علیہ السلام نے یزید سے کہا کہ اگر تو اجازت دے تو میں بھی کچھ خطبہ کے طور پر بیان کروں۔ یزید پہلے اسے قبول نہیں کرتا تھا۔ مگر جب حاضرین نے اپنا کمال اشتیاق ظاہر کیا اور بہت اصرار کیا تب یزید نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو اجازت دی۔ اسکے بعد آپ منبر پر تشریف لے گئے۔ اور بعد حمد خدا و نعت محمد مصطفےٰ صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم ذیل کا خطبہ ارشاد فرمایا۔

ایّھا النّاس اعطینا ستًّا و فضّلنا بسبع اعطینا العلم والحلم والسّماحۃ والفصاحۃ والشجاعۃ والمحبۃ فی قلوب المؤمنین وفضّلنا بانّ منّا النّبی المختار ومنّا الصدّیق ومنّا الطّیّار ومنّا اسد اللہ واسد رسولہ ومنّا سبطا ھذہ الامّۃ

من عرفنی فقد عرفنی و من لم یعرفنی ابانه بحسبی ونسبی ایها النّاس
انا ابن المکۃ ومنیٰ انا ابن زمزم والصّفا انا ابن حمل الرّکن باطرف الرداء انا
ابن خیر من ائتزر وارتدی انا ابن خیر من انتعل واحتفی انا ابن خیر من
طاف وسعی انا ابن خیر من حج ولبی انا ابن من حمل علی البراق فی الھوی
انا ابن من اسری بہ من المسجد الحرام الی الاقصیٰ انا ابن من بلغ بہ جبرئیل
الی سدرۃ المنتھیٰ انا ابن من دنیٰ فتدلّیٰ فکان قاب قوسین اوادنیٰ
انا ابن من صلّی ملائکۃ السّماء انا ابن من اوحیٰ الیہ الجلیل ما اوحیٰ انا
ابن محمد المصطفیٰ انا ابن علی المرتضیٰ انا ابن ضرب خراطیم الخلق حتی
قالوا لا الٰہ الا اللہ انا ابن من ضرب بین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
بسیفین وطعن برمحین وھاجر الھجرتین وبایع البیعتین وقاتل ببدر وحنین
ولم یکفر باللہ طرفۃ عین انا ابن صالح المؤمنین ووارث النّبیّین وقامع
الملحدین ویعسوب المسلمین ونور المجاھدین وزین العابدین وتاج البکّائین
واصبر الصّابرین وافضل القائمین من آل یٰسٓ رسول ربّ العٰلمین انا ابن
المؤیّد بجبرئیل المنصور بمیکائیل انا ابن المحامی عن حرم المسلمین و قاتل المارقین
والنّاکثین والقاسطین والمجاھد اعدائہ النّاصبین وافخر من مشی من قریش
اجمعین واوّل من اجاب واستجاب للہ ولرسولہ من المؤمنین واوّل السّابقین
وقاصم المعتدین ومبید المشرکین وسھم من مرامی اللہ علی المنافقین ولسان
حکمۃ العابدین وناصر دین اللہ وولی امر اللہ ولسان حکمۃ اللہ وعیبۃ علمہ سمح
سخی بھی زکی ابطحی رضی مقدام ھمام صابر صوّام مھذّب با قوام قاطع الاصلاب
ومفرق الاحزاب اربطھم عنانا واثبتھم جنانا وامضاھم عزیمۃ واشدّھم
شکیمۃ اشد باسل یطحنھم فی الحروب اذا ازدلفت الاسنۃ وقربت الاعنّہ
طحن الرّحیٰ ویذروھم فیھا ذرو الریح الھشیم لیس الحجاز وکبش العراق مکّی مدنی
حنفی عقبی بدری احدی شجری مھاجری من العرب سیّدھا ومن الوغیٰ لیثھا
وارث المشعرین وابو السّبطین الحسن والحسین ذالک جدی علی ابن ابیطالب
علیھم السلام ثمّ قال انا ابن سیّدۃ خدیجۃ الکبریٰ انا ابن المقتول

ظلما انا ابن المجز ور الرّاس من القفاء انا ابن العطشان حتّی قضیٰ انا ابن طریح کربلآء انا ابن مسلوب العمامۃ والرّداء انا ابن من بکت ملٰئکۃ السّماء انا ابن من نلحت علیہ الجنّ فی الارض والطّیر فی الھوآء انا ابن من راسہ علی السّنان یھدی انا ابن حرمۃ من العراق الی الشام لستی ایّھا النّاس انّ اللہ تعالیٰ ولہ الحمد ابتلا نا اھل البیت ببلاء حسن حیث جعل رایۃ الھدی والعدل والتقی فینا وجعل رایۃ الضلالۃ والرّدی فی غیرنا۔

یعنی خداوند تعالےٰ نے ہم لوگوں کو علم وحلم وسماحت وفصاحت وشجاعت کے لیے خاص طور پر ممتاز فرمایا ہے۔ اور مومنین کے دلوں کو ہماری محبت سے پر اور مملو کیا ہے۔ اور ہم لوگوں کو بہ نسبت جناب احمد مختار وحیدر کرار و جعفر طیار وحمزہ سید الشہدا علیہم التحیۃ والثنا وفرزندان پیغمبر ابو محمد وابو عبداللہ کے تمام لوگوں پر فضیلت بخشی ہے۔ اور جو شخص کہ مجھے نہ جانتا ہو یا جانتا ہو میں اسکو اپنے شرافت حسب وفضیلت نسب سے اطلاع دیتا ہوں میں ہوں پسر مکہ اور میں ہوں پسر زمزم وصفا۔ میں اسکا پسر ہوں جسنے حجر الاسود کو اپنے دامن میں اٹھایا۔ میں اسکا پسر ہوں جو براق پر سوار ہوا اور تمام آسمانوں کو اپنے پاؤں سے روند ڈالا۔ میں اسکا بیٹا ہوں جو سدرۃ المنتہیٰ تک جا پہنچا اور جناب حق سبحانہ تعالےٰ نے اسکو اپنی وحی کا خزانہ بنایا۔ میں اس بزرگوار کا پسر ہوں جو مقام قوسین اوادنےٰ تک پہنچا۔ میں اس شخص کا بیٹا ہوں جسنے دو تلواروں اور دو نیزوں سے لڑائیاں لڑیں۔ میں اس شخص کا بیٹا ہوں جس کی وجہ سے کفار نے طریقۂ حق اختیار کیا۔ میں اسکا بیٹا ہوں جسنے پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دو ہجرت کی۔ ایک ہجرت شعب ابیطالب میں دوسری مدینہ میں۔ میں اسکا بیٹا ہوں کہ جبرئیل جسکا مولا تھا اور میکائیل جسکا معین وناصر تھا میں اسکا بیٹا ہوں جس نے خوارج کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔ اور طلحہ وزبیر کے لشکر کو برباد کر دیا۔ اور شام کی فوجیں اپنی شمشیر آبدار سے کاٹ ڈالیں۔ میں جناب فاطمۃ الزہرا وحضرت خدیجۃ الکبرےٰ سلام اللہ علیہما کا بیٹا ہوں۔ اور میں اسکا بیٹا ہوں جس کے رشتۂ حیات کو ظلم وستم کے ہاتھوں سے پارہ پارہ کر دیا۔ اور لب تشنہ اسکا سر تن سے جدا کیا میں اسکا بیٹا ہوں جس کا جسم اطہر کربلا کی زمین گرم پر برہنہ چھوڑ دیا گیا۔ اور عبا اس کی نکال لی گئی۔ میں اس شخص کا بیٹا ہوں جسکا ماتم فرشتوں نے آسمان پر قائم کیا۔ اور جن وانس اسکے لیے زمین

پر روئے اور وحش وطیور آہ وفغاں میں مصروف ہوئے۔ میں اُسکا بیٹا ہوں جس کا سر نوک نیزہ پر اس شہر سے اُس شہر برابر پھرایا گیا۔ اور اُس کے اہلبیت عراق سے شام تک برابر مقید کر کے رسوا کیے گئے۔ پس اے لوگو تم گواہ رہو کہ میں اُس خدائے لایزال کا بیحد وحساب شکر کرتا ہوں جس نے ہم اہلبیت کو ایسے امتحان سخت میں مبتلا کیا اُس وقت جس وقت رایت ہدایت ہمارے ہاتھوں میں تھا۔ اور علم ضلالت دوسروں کے ہاتھوں میں تھا۔

ہم نے ناسخ التواریخ کی عبارت سے اس مقدس خطبہ کا ترجمہ کیا ہے۔ اب ہم اُس خطبہ کو بھی نقل کرتے ہیں جسکو اس موقع پر امام اسفرائنی نے اپنی کتاب ضیاء العین میں درج فرمایا ہے۔

احذرکم الدّنیا وما فیہا فانہا دار الزّوال وھی قد افنت القرون الماضیّة وھم کانوا اکثر منکم مالا واطول اعمارا وقد اکل التراب جسومھم وغیر احوالھم افتطمعون بعدھم بالبقاء ھیھات ھیھات فلا بدّ باللحوق والملتقی فتدبّر وما مضی من عمرکم وما بقی وافعلوا فیہ ما سوف یلتقی علیکم بالاعمال الصالحة قبل انقضاء الاجل وفروع الامل فعنقریب تؤخذون من القصور الی القبور وبافعالکم تحاسبون فکم واللہ من فاجر قد استکملت علیہ الحسرات وکم من عزیز قد وقع فی مسالک الھلکات حیث لا ینفع النّدام ولا یغاث من ظلم ووجدوا ما عملوا حاضرا ولا یظلم ربّک احدا ایھا النّاس من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فاعرفہ بنفسی انا علی ابن الحسین ابن علی وانا ابن فاطمة الزّھراء انا ابن خدیجة الکبرٰی انا ابن مکّة ومنٰی انا ابن مروة والصّفاء انا ابن من صلّی بملائکة السّماء انا ابن من دنٰی فتدلّٰی فکان قاب قوسین او ادنٰی انا ابن صاحب الشّفاعة الکبرٰی انا ابن صاحب الحوض واللواء انا ابن صاحب الدّلائل والمعجزات انا ابن صاحب القراٰن والکرامات انا ابن سیّد المحمود انا ابن من لہ الکرم والجود انا ابن المنتھی بالاشراق انا ابن من رکب علی البراق انا ابن کلمة اسمٰعیل انا ابن صاحب التنزیل انا ابن الشّاھد والبارد انا ابن الزاھد والعابد انا ابن الوافی بالعھود انا ابن رسول الملک المعبود انا ابن سیّد البررة انا ابن المنزل علیہ سورة البقرة انا ابن من نہ . نان انا ابن المخصوص بالرضوان

انا ابن المقتول ظلماً انا ابن مجذوذ الراس الی القفا انا ابن العطشان حتی قضیٰ انا ابن الطریح بکربلا انا ابن مسلوب العمامۃ والرداء انا ابن من بکت علیہ ملائکۃ السماء ایہا الناس ان اللہ تعالیٰ ابتلانا بیلاء حسن حیث یجعل فنا رایۃ الہدیٰ وجعل فی غیرنا رایۃ الردیٰ واتانا مالم یوت احد من العالمین وفضلنا علیٰ جمیع العالمین وخصنا بخمسۃ اشیاء لم یوخذ فی الخلق اجمعین العلم والشجاعۃ والشفا وحب اللہ ورسولہ واعطانا مالم یعط من العلمین۔

اے حاضرین میں تم کو دنیا کی چیزوں سے ڈراتا ہوں کہ وہ دار فنا و زوال ہے۔ اس دنیا نے گذشتہ قرنوں اور طبقوں کو فنا کر دیا۔ حالانکہ وہ لوگ تم سے بڑی عمر والے تھے اور تم سے زیادہ دولتمند تھے۔ مٹی نے اُنکے جسموں کو کھا لیا۔ اور اُنکی حالتوں کو متغیر کر دیا۔ اُنکے بعد بھی کیا تم اطمینان رکھتے ہو کہ تم دنیا میں ہمیشہ زندہ رہوگے۔ یہ تمہاری آرزو و دور ہے تم کو اُن لوگوں سے ملنا ضرور ہے۔ جو کچھ تمہاری عمر میں سے گذر گیا ہے اور باقی رہا ہے اُس میں عمل صالح کرو قبل اسکے کہ موت آوے اور قبل اس کے کہ امیدوں سے فارغ ہو۔ بہت جلد تم اُن محلوں سے نکالے جاؤگے اور قبور میں داخل کیے جاؤگے اور پیش خدا اپنے افعال کے حساب دوگے۔ قسم خدا کی فاجر شخص کا یہ حق ہے کہ اُسکی حسرتیں کامل ہوں۔ اور بہت سے مغرور لوگ ایسے ہیں کہ ہلاکتوں کے راستے میں پڑینگے۔ مگر اُسوقت کوئی ندامت اور شرمندگی اُنکو نفع پذیر نہوگی۔ ہر چند فریاد کرینگے مگر کسی کو فریادرس نہ پاوینگے۔ جو اعمال کیے ہیں وہ سب اُنکے پیش نظر ہونگے۔ اور تمہارا پروردگار کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ ایہا الناس جو مجھ کو جانتا ہے۔ جانتا ہے اور جو نہیں جانتا مجھ کو وہ اب جان لے کہ میں علی ابن الحسین ابن علی علیہم السلام اور فرزند فاطمۃ الزہرا علیہا السلام ہوں۔ میں فرزند خدیجۂ کبرا ہوں۔ میں اُسکا فرزند ہوں جو صاحب مکہ و منیٰ ہے۔ اور میں اُسکا بیٹا ہوں جو صاحب مروہ اور صفا ہے۔ میں اُس شخص کا بیٹا ہوں جسکے ساتھ ملائکہ نے آسمان پر نماز پڑھی۔ میں اُس شخص کا فرزند ہوں جس کی شان میں ثم دنیٰ فتدلیٰ نازل ہوا ہے۔ میں اُس شخص کا بیٹا ہوں جو صاحب حوض ولوائے حمد ہے میں اُسکا فرزند ہوں جو صاحب دلائل و معجزات ہے۔ میں اُسکا فرزند ہوں جو صاحب قرآن و کرامات ہے۔ میں فرزند سید محمود ہوں۔ میں فرزند صاحب کرم و جود ہوں۔ میں اُسکا فرزند ہوں

جو صاحب تاج نورانی ہے۔ میں اُسکا فرزند ہوں جو صاحب براق ہے میں اُسکا فرزند ہوں جو کلمۂ اسمٰعیل علیہ السلام ہے۔ میں اُسکا فرزند ہوں جو صاحب معانی تاویل قرآنی ہے۔ میں اُسکا فرزند ہوں جو زاہد و عابد ہے۔ میں اُسکا فرزند ہوں جسنے اپنے عہود کو وفا کیا۔ میں فرزند رسول ملک معبود ہوں۔ میں فرزند سرداران نیکوکار ہوں۔ میں اُسکا بیٹا ہوں جسپر سورۂ بقر نازل کیا گیا۔ میں اُسکا فرزند ہوں جس کے واسطے جنات نعیم کے دروازے کھولدیے گئے۔ میں اُس شخص کا فرزند ہوں جسپر اللہ کی خاص خوشنودیاں نازل ہوئیں۔ میں اُس شخص کا فرزند ہوں جو قتیل ظلم و ستم ہے۔ میں اُسکا فرزند ہوں جسکا سر پس گردن سے کاٹا گیا۔ میں اُس پیاسے کا فرزند ہوں جو پیاسا مارا گیا۔ میں اُس شخص کا فرزند ہوں جو ارض کربلا پر بے گور و کفن پڑا ہے۔ میں اُسکا فرزند ہوں جسپر ملائکہ آسمان روئے ایہا الناس خدا یتعالے نے بلائے شدیدہ میں ہمارا امتحان لیا ہے اس طرح کہ ہم میں رایت ہدایت اُسنے مقرر کی۔ اور ہمارے غیر لوگوں میں رایت ہلاکت دیا ہے۔ اور اسی وجہ سے حق تعالے نے ہمکو تمام عالم پر فضیلت دی۔ اور حق تعالے نے ہم کو وہ چیزیں عطا فرمائی ہیں جو کسی کے پاس خلق میں نہیں ہیں۔ علم۔ شجاعت۔ حب خدا۔ حب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اور یہ پانچوں چیزیں مخصوص ہمیں کو دی گئی ہیں۔ اور کسی کو نہیں۔ ملا ابو اسحاق اسفرائنی جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کے اسناد سے تحریر فرماتے ہیں اور ایسا ہی صاحب ناسخ التواریخ کا بھی بیان ہے کہ جب امام زین العابدین علیہ السلام یہاں تک فرما چکے تو تمام لوگ مسجد میں رونے لگے۔ یزید نے سوچا کہ خطبہ کو اذان دلوا کر موقوف کرا دے۔ کیونکہ اُسکو اہل شام کے منحرف ہو جانیکا خیال پیدا ہونے لگا۔ اس لیے اُسنے موذن کو اشارہ کیا۔ اُسنے اُٹھتے ہی اذان دینی شروع کر دی۔ جب اُسنے اللہ اکبر کہا امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا اللہ اکبر فوق کل کبیر۔ اللہ سب بڑوں سے بڑا ہے۔ موذن نے کہا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ۔ امامؑ نے بھی ایسی ہی تکرار فرمائی۔ پھر موذن نے کہا اشہد ان محمد الرسول اللہ۔ امام علیہ السلام نے فرمایا چپ رہ جب وہ خاموش ہو گیا تو پھر آپنے یزید کو مخاطب کر کے فرمایا یا یزید اکان محمد صلے اللہ علیہ والہ وسلم جدی ام جدک فان قلت جدی فانت صادق و ... فانت کاذب۔ یزید۔ اب تو ہی بتلا محمد صلے اللہ علیہ والہ وسلم میرے جد ... ہے۔ اگر تو نے کہا کہ میرے جد بزرگوار تھے

تو تو سچا ہے۔ اور اگر تو نے کہا کہ وہ تیرے جد تھے تو تو جھوٹا ہے۔ یزید نے کہا کہ نہیں وہ آپ ہی کے جد عالیمقدار تھے۔ آپ نے فرمایا لم قتلت ذریته و سبیت حریمه پھر تو نے کیوں اُنکی ذریّت کو قتل کیا۔ اور اُن کے حرم کو قید کیا۔ یہ سُنکر یزید تو خاموش ہو گیا اور حاضرین مسجد زار و قطار رونے لگے۔ اور سب نے یکزبان ہو کر کہا کہ اسلام میں تو یہ مصیبت عظیم واقع ہوئی۔ اس کلام سے یزید کو خوف ہوا کہ لوگ بغاوت کر کے اسے مار نہ ڈالیں ہمقتل ابو مخنف اسحاق اسفرائینی ص ۱۸۸۔

حقیقت حال یہ ہے کہ یزید علیہ اللعن اُسی دن سے اہل شام کی طرف سے غیر مطمئن ہو گیا۔ اور قتل امام حسین علیہ السلام کی نسبت اُس کے چہرہ سے انفعال و پشیمانی کے آثار ہویدا اور آشکار ہونے لگے۔ مگر یزید اپنے اِس دلی راز کو افشا نہیں کرتا تھا۔ جی ہی جی میں اپنے ان خیالوں کو رکھتا جاتا تھا۔ اسی اثنا میں حضرت سکینہ علیہا السلام کی وفات واقع ہوئی۔ ادھر ہند بنت عبد اللہ عامر کے خواب نے جو یزید کی بی بی تھی۔ اور یزید اُس سے مفرط درجہ کی محبت رکھتا تھا جیسا کہ اس سلسلہ کی جلد سوم میں تفصیل سے لکھا گیا ہے۔ اور بھی یزید کے دل میں ہیبت اور وحشت پیدا کر دی۔ ہند کو جو خلوص اور اعتقاد اہلبیت کرام علیہم السلام کے ساتھ تھا وہ ہرگز میرے بیان کا محتاج نہیں ہے۔ غرضکہ ہند کے اصرار پر یزید کو اقرار کرنا ہی ہوا کہ یہ امام حسین علیہ السلام کا سر ہے۔ وہ اور اُن کے تمام عزیز و اقارب مقام کربلا میں شہید کیے گئے۔ یہ اُنہیں کے اہلبیت ہیں جو محبس شام میں مقید ہیں۔ یہ سنتے ہی ہند کے دل میں تاب نہ رہی۔ وہاں سے وہ یزید کو بُرا کہتی ہوئی اُٹھی اور قید خانہ میں پہنچی۔ اور اہلبیت کرام علیہ السلام سے حقیقت احوال دریافت کر کے بکمال تعظیم و تکریم اُن مخدرات علیا کی خدمت میں مصروف ہوئی۔ اور پھر یزید سے کہکر اُنکی رہائی کا حکم دلوایا جب اہلبیت علیہم السلام یزید کے سامنے لائی گئیں تو پہلا سوال جو اُن بزرگواروں نے اُس سے کیا وہ یہ تھا کہ اے یزید جب سے عبد اللہ ابن زیاد نے ہم کو امام حسین علیہ السلام سے جُدا کیا ہے ہم رونے نہیں پائے۔ یہ سنکر اُس نے اُن کو ایک علیحدہ مکان میں ٹھہرنے کا حکم دیا۔ پس وہ سب لوگ اُس مکان میں ٹھہرے اور نوحہ ماتم و گریہ و زاری شروع کی۔ رات دن روتے تھے۔ تمام دمشق میں کوئی قریشی اور ہاشمی ایسا نہیں تھا کہ اُن کے پاس نہ آیا ہو اور اُس نے آکر امام مظلوم کا پرسانہ دیا ہو۔

یہ ہے اس واقعہ عظمیٰ کی حقانیت کہ پہنچی تا مرا بھی کے دن ہوئے کہ یہی حضرات باحال تباہ نے زار

بے مقنع و چادر دربار یزید میں لائے گئے تھے۔ اور اُنکی یہ حالت ہو رہی تھی کہ کوئی شخص یزید کے خوف سے ان کے پاس جانا اور دریافت حال کرنا کیسا ان کی طرف چشم مروت سے دیکھنے کا بھی روادار نہیں ہوتا تھا۔ امام حسین علیہ السلام کے مناقب و مراتب یا اسکے شدائد و مصائب کی کس کو کافی خبر تھی۔ مگر حکم حاکم قفل دہن ہو رہا تھا۔ مگر یہ واقعہ جیسا اپنی نظیر کے اعتبار سے تاریخوں میں بے مثال ثابت ہوا ہے ویسے ہی اپنی تاثیر کے لیے بھی۔ ابھی سے کے دن ہوئے تھے کہ یزید نے ان حضرات ؑ کے ساتھ اپنی دلی عداوت اور مخاصمت کے اظہار کیے تھے۔ اور اُنکی ذلت و خواری کے لیے کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا تھا۔ مگر تھوڑے ہی دن کے بعد اس حادثۂ عظیمہ کی روحانی تاثیروں نے اُس کے دل پر ایسا اثر کیا کہ ایذا رسانی اور آزار دہی کے عوض میں وہ ان ذوات مقدسہ کے ساتھ بملائمت پیش آنے لگا۔ اور سزائے درہ و شمشیر کے عوض ان حضرات کی خدمات میں اپنے دست انفعال جوڑنے لگا۔ اور عفو قصور کرانے لگا۔ حالانکہ ابھی اُس کے ظلم و ستم کے زمانہ کو کچھ ایسا عرصہ بھی نہیں گذرا تھا۔ مگر نہیں۔ یہ اس واقعہ کی حقیقی تاثیر تھی جس نے یزید کے پتھریلے دل کو اپنی روحانی جذبات سے ایسا جلد پانی کر دیا۔ اور کیونکر نہو۔ آخر خون ناحق تھا۔ اور خون ناحق بھی کسکا۔ فرزند رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جگر بند بتول سلام اللہ علیہا کا۔

امام ابو اسحاق اسفرائنی کا بیان ہے کہ ایک ہفتہ تک اہلبیت کرام علیہم السلام نے شہر دمشق میں قیام کیا اور عزائے جناب امام حسین علیہ السلام میں مصروف رہے۔ قدرت کے عجائب اور مشیت کے غرائب سمجھنے کے لیے یہی کافی ہے کہ ابھی ہفتہ دو ہفتے قبل اِسی شہر دمشق میں جناب امام حسین علیہ السلام کے قتل کی تقریب میں تمام آئینہ بندی ہوئی تھی۔ اور شہر کے تمام کوچہ و بازار آراستہ و پیراستہ ہوئے تھے۔ چاروں طرف جشن کے سامان تھے۔ اور ہر سو ایک بہت بڑی عید کی خوشی نمایاں تھی۔ اور آج اُسی شہر دمشق میں اُسی مظلوم امام کا ماتم بپا ہے۔ اور جوق جوق لوگ اُس مکان میں اُسی مظلوم کی ماتم پرسی کے لیے اُسی کے سوگوار اور مصیبت زدہ اہلبیت علیہم السلام کی خدمت میں جا رہے ہیں۔ جن کو اس سے قبل وہ حقارت کی نظر سے دیکھا کرتے تھے۔

الغرض یزید نے جناب امام زین العابدین ؑ سے عرض کی کہ اگر آپ حضرات شام میں

رہنا چاہیں تو آپ کے عافیت و آرام کے سامان یہیں مہیا کر دیئے جائیں۔ اور اگر یہاں طبیعت
نہ لگتی ہو تو پھر آپ کے مدینہ جانیکا سامان کر دیا جائے۔ آپ نے اُس کے جواب میں ارشاد
فرمایا کہ نہیں۔ ہمارا مدینہ ہی واپس جانا بہتر ہوگا۔

یزید اور قتل امام حسین علیہ السلام سے برات کی کوششیں

ملا ابو اسحاق اسفرائنی اور صاحب ناسخ التواریخ اس مقام پر پہنچکر یہ مخصوص واقعہ لکھتے ہیں کہ
اس وقت یزید نے جملہ اہلبیت کے سامنے قاتلان امام حسین علیہ السلام کو جمع کرکے ایک انجمن
قائم کی۔ اور اہلبیتؑ کے سامنے اُن سے یہ اظہار کرانا چاہا اور یہ ثبوت دلوانا چاہا کہ قاتلان امام
حسین علیہ السلام میں میں شامل نہ تھا۔ اور نہ میرے حکم سے اس واقعۂ عظیمہ کی بنیاد پڑی۔
چنانچہ امام اسفرائنی کا بیان ہے کہ یزید نے اپنے سلسلۂ کلام کو یوں آغاز کیا اور کہا کہ ایہا الناس
تم لوگوں کا یہ خیال ہے کہ میں نے امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا ہے۔ خدا لعنت کرے اُس پر
جس نے جناب امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا ہے۔ اُسکو محض عبد اللہ ابن زیاد میرے نائب
بصرہ نے قتل کیا ہے۔ پھر اسنے اُن لوگوں کو بلایا کہ جو امام حسین علیہ السلام کا سر لائے تھے۔ اور دریافت
کیا کہ کیونکر امام حسین علیہ السلام قتل ہوئے تھے۔ پہلے اُسنے شیث ابن ربعی سے پوچھا۔ کہ
افسوس ہو تجھ پر کیا میں نے امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا۔ اُس نے کہا کہ نہیں۔ خدا لعنت
کرے اُس پر جس نے امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا۔ پھر خولی ابن یزید الاصبحی کی طرف اشارہ کیا
اور اُس سے کہا کہ آیا میں نے امام حسین علیہ السلام کے قتل کا حکم دیا۔ اُس نے کہا کہ نہیں۔
لعنت ہے اللہ کی اُس کے قاتل پر۔ اسی طرح وہ ایک ایک سے دریافت کرتا جاتا تھا تا اینکہ
حصین ابن نمیر کی نوبت آئی۔ اُسنے پہلے تو وہی کہا جو اس سے پہلے اوروں نے کہا تھا بعد
اُسکے کہا کہ آیا واقعی تو یہی جانتا ہے کہ جس شخص نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا اُسکو
میں تجھے بتلا ہی دوں۔ یزید نے کہا کہ ہاں میں ایسا ہی چاہتا ہوں۔ حصین نے کہا اچھا تو پہلے
میری جان بخشی کیجائے۔ اور مجھے امان جان ملے۔ یزید نے کہا کہ ہمنے تجھے امان دی۔ حصین
ابن نمیر بولا کہ اے امیر جس شخص نے علم قائم کئے اور مال لوگوں کو دیا اور لشکر آراستہ کرکے
بھیجا۔ اور ادھر اُدھر خطوط روانہ کئے اور لوگوں کو ڈرایا اور دھمکایا۔ اُسی نے جناب امام حسین
علیہ السلام کو قتل کیا۔ یزید نے کہا تو ایسا ک[illegible] کیا۔ حصین ابن نمیر نے کہا تو نے۔ یہ سنکر یزید
غضبناک ہوا۔ اور فوراً محل کے اندر چلا گیا اور وہ طشت کہ جس میں سر مبارک امام حسین

علیہ السلام تھا اپنے سامنے رکھا۔ روتا تھا اور اپنے منہ پر طمانچے مارتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ مجھ کو امام حسین علیہ السلام سے کیا کام پڑا ہے۔ دیکھو مقتل امام اسفرائنی ص ۱۸۹۔

اہلبیت علیہم السلام کا مدینۂ منورہ میں ورود

رہائی کے بعد سات روز تک اہلبیت علیہم السلام نے شہر دمشق میں اور قیام کیا۔ اسکے بعد یزید نے ان حضرات کو مدینہ کی طرف روانہ کیا اور نعمان ابن بشیر الانصاری کو پانچ سو سواروں کے ساتھ راہداری کی غرض سے ہمراہ کر دیا۔ المختصر یہ حضرات شہر دمشق سے روانہ ہو کر کربلا میں داخل ہوئے۔ اور قبر امام حسین علیہ السلام سے وداع ہوتے ہوئے مدینۂ منورہ میں داخل ہوئے۔ صاحب مفتاح البکا داخلۂ اہلبیت علیہم السلام کی یوں کیفیت لکھتے ہیں۔

انّ محمّد ابن الحنیفۃ لمّا سمع لمجیٔ اھل البیت فخرج بسرعہ فلمّا نظر الی الاعلام السّود خرّ من الفرس الی الارض مغشیا علیہ فقبل للسّجاد ادرک عمک فانہ کاد ان یھلک فجاء باکیًا الیہ واخذ راس عمّہ فی حجرہ حتی افاق فلمّا نظر الیٰ ابن اخیہ ثارہ و قال یا ابن اخی این اخی این قرۃ عینی این ثمرۃ فوادی این خلیفۃ ابی ابن الحسن علیہ السّلام اخی فقال یا عماہ اتیتک قتلوا رجالنا واسر ونسا ئنا یا لیت کنت حاضرا حتی تری اخیک کیف یستغیث فلا یغاث وکیف یستعین فلا یعان وقتلوہ عطشانا وکلّ الحیوانات ریّان فصاح محمّد صیحۃ عالیۃ حتی غشی علیہ فلمّا افاق قال یا ابن اخی کیف جری علیکم فکان علیہ السّلام یحکی ما جری علیہم ومحمّد صلّی اللہ علیہ والہٖ وسلّم یبکی۔

جب محمد ابن حنفیہؓ کو اہلبیت علیہم السلام کے آنے کی خبر پہنچی تو نہایت تیزی سے وہ بیرون شہر تشریف لے گئے۔ جونہی آپ کی نظر علمہائے سیاہ پر پڑی آپ فوراً بیتاب ہو کر گھوڑے سے نیچے گر پڑے اور بیہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو ایک بار انکی نظر جناب امام زین العابدین علیہ السلام پر پڑی۔ تو بیقرار ہو کر چلائے کہ اے جان عم۔ اپنے چچا کو جو معرض ہلاکت میں ہے تھام لو۔ پس امام علیہ السلام دوڑے اور محمد حنفیہ کو اپنی گود میں لے لیا۔ پھر انکی نظر امام علیہ السلام پر پڑی تو بیساختہ ایک آہ دردناک کھینچی او ــ میرا بھائی۔ میری روشنیٔ چشم

میرا میوۂ دل۔ میرے باپ کا خلیفہ۔ میرا بھائی امام حسین علیہ السلام کہاں ہے۔ امام علیہ السلام نے ایک آہ دردناک کھینچی اور فرمایا کہ میں اس وقت آپکی خدمت میں یتیم ہو کر آیا ہوں۔ میرے مردوں کو مار ڈالا اور میری عورتوں کو اسیر کر لیا۔ اگر اے چچا آپ اُس مقام پر ہوتے تو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ فرماتے کہ آپ کے برادر عالیمقدار کیسے کیسے استغاثے فرماتے تھے اور کوئی اُنکی دلجوئی نہیں کرتا تھا کس کس طرح وہ لوگوں کو اپنی حمایت کے لیے طلب فرماتے تھے اور کوئی اُن کی فریاد کو نہیں پہنچتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تشنہ لب اُسکو قتل کیا۔ حالانکہ جمیع حیوانات اور دام و دد اُسی آب فرات سے سیراب ہو رہے تھے۔ یہ سنکر جناب محمد حنفیہ نے ایک نالۂ سرد اور آہ پُر درد کھینچکر بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔

یہ تو صرف جناب محمد حنفیہ رضی اللہ عنہ کی ملاقات کی کیفیت تھی۔ اسی پیمانہ پر تمام بنی ہاشم کی ملاقات کی حالتوں کا قیاس کرنا چاہیے۔ المختصر حضرات اہلبیتؑ با دلہا صد چاک و دیدہاے غمناک مدینۂ منورہ میں داخل ہوئے جس وقت مخدرات علیا کی نظر روضۂ مقدسہ نبوی صلوات اللہ علیہ و آلہ پر پڑی ایک قیامت مچگئی۔ اور ہر شخص با آہ و زاری مصروف اشکباری ہوا۔ وہ کہرام ہوا کہ العظمۃ للہ۔ جناب اُم کلثوم علیہا السلام نے ذیل کے اشعار مرثیہ پڑھے۔

مدینہ جدنا لا تقبلینا
بانا قد فجعنا فی ابینا
رجعنا لا رجال و لا بینا
وکنّا فی امان اللہ جہرا
رجعنا لا حسین و لا معینا
فنحن الضائعات بلا کفیل
ونحن النّادیات النّاکبینا
ونحن بنات یٰس و طٰہٰ
ونحن الباکیات القائمین بنا
وقد هتکونا القوم وحملونا

فبالحسرات والاحزان جئنا
وان رجالنا بالطف صرعی
وکنّا فی الخروج علی المطایا
رجعنا الغطیعۃ خائبینا
فلا عیش یدوم لنا دواما
ونحن النائحات النادبینا
ونحن السّائرون علی المطایا
ونحن الباکیات علیٰ اخینا
الا یا جدّنا قتلوا حسینا
علی الاقتاب جہراً اجمعینا

الا اخبر رسول اللہ فینا
خرجنا منک بالاهلین جمعا
وجئنا خائبینا و مسلبینا
ومولانا الحسین لنا انیس
وزین الخلق مدفون حزینا
ونحن الباکیات علی الحسینؑ
نساق علی المبغضینا
ونحن الصّابرون علی البلانا
ولو یرجعوا بنا الیک یا ابینا
و رنبت اخرجوها من جنباها

وفاطمہ مالها احد امعینا	سکینہ تشتکی من حر وجدٍ	تنادی یا اخی جاو علینا
وزین العابدین قد قیدو	ورامر اقتله اضحی حزینا	وقد طافوا البلاد بنا جمیعا
وبین الخلق جمعا قد حزینا	فهذا قصتی مع شرح حالی	الا یا مسلمین ابکوا علینا

اے ہمارے جد کے مدینہ تو ہمارے آنے کو قبول نہ کر کہ ہم حسرتوں اور مصیبتوں کے ساتھ تیرے پاس آئے ہیں۔ ہم جب تجھ سے نکلے تھے تو ہمارے ساتھ سب اہل و عیال موجود تھے۔ اب ہم جب واپس آئے ہیں اور ہم طاہر اللہ کی امان ہیں اور اب ہم نا امید اور مایوس واپس آئے اور ہمارے مولانا امام حسین علیہ السلام اُس وقت ہمارے انیس تھے۔ اب ہم کہ واپس آئے نہ ہمارے ساتھ امام حسین علیہ السلام ہیں۔ نہ کوئی مددگار ہے۔ کوئی عیش ہمیشہ نہیں رہتا۔ غور کرو کہ جو خلق کی زینت تھے وہ قبر میں محزون و مغموم دفن ہیں۔ ہم ضائع ہو گئے اور کوئی ہمارا کفیل و مددگار نہیں ہے۔ اور ہم نوحہ کرتے ہیں اور روتے ہیں۔ ہم وہ ہیں جو دربدر اونٹوں پر پھرائے گئے۔ اور اُن اونٹوں پر سوار کیے گئے جو بُرے اور بے سامان تھے۔ ہم دختران یٰسین و طٰہٰ ہیں ہم اپنے باپ کے اوپر روتے ہیں۔ ہم وہ لوگ ہیں جو بلاؤں پر صبر کرتے ہیں۔ اور ہم وہ ہیں جو روتے ہیں اُن لوگوں کو جو پیشوا تھے۔ آگاہ ہو اے جدّ بزرگوار کہ لوگوں نے جناب امام حسین علیہ السلام کو قتل کر ڈالا۔ اور آپ کی جناب کی رعایت اُن کے حق میں نہیں کی۔ ہماری ہتک حرمت کی اور ننگے اونٹوں پر سوار کر کے ہمکو دربدر پھرایا۔ زینب علیہا السلام کو اُنہوں نے بے پردہ کیا اور فاطمہ علیہا السلام کا کوئی معین نہیں تھا۔ سکینہ شدت گرما سے شکایت کرتی تھیں اور پکارتی تھیں کہ اے بھائی مجھ پر لوگوں نے ظلم کیا تم آکر میری فریاد رسی کرو۔ اور امام زین العابدین علیہ السلام کو قید کیا اور اُسکے قتل کا ارادہ کیا۔ اور وہ اس حال میں حزین تھا۔ ہائے ہم سب کو شہر بشہر پھرایا۔ تمام خلقت کے سامنے ہم کو رسوا کیا۔ یہ ہے ہمارے واقعہ کی تشریح۔ پس اے مسلمانو ہمارے واقعہ پر بکا کرو۔ مقتل ابی اسحاق ص ۱۹۶۔

الغرض یہ تمامی حضرات قبر مطہر جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آئے۔ اور تعویذ مقدس پر ایکبار گر پڑے اور آہ آہ کرنے لگے یاجدّ نا قتلوا حسینا بارض کربلا اے جدّ بزرگوار حسین علیہ السلام کو کربلا میں شہید کر ڈالا۔ کاش کہ آپ

ہمارے اُن مصائب کو دیکھتے جو ہم پر نازل ہوئے۔ ہمارے خون کو حلال کیا ہمکو قید کیا اور
پھر قید کرکے بے کجاوہ اونٹوں پر بے پردہ قید کرنیکے بعد یزید علیہ اللعن کے پاس
لے گئے۔ جناب امام زین العابدینؑ علیہ السلام نے اُسی وقت ان اشعار کو پڑھا۔

الا یا جدنا الاعداء فینا تحکموا
قتیلا ولی لا حشاء منہ ظماء
وعادوا علینا ینھبون حیامنا
بغیر وطایا جدنا وغطاء
اتوبنا بدمشق نحو یزیدھم
یقتل جنکم قد بلغت ھناء
وصاح بہ کل الحضور جمیعھم
فقال طلقوہ لانہ مرضاء
وقد استحل لان کل محرم
وساق لاھل بیت کل رداء
فقاتلھم یارب عدلا یفعلھم

ونالوا بنا واللہ کل مناء
وقد رفعوا وسالہ فوق ذابل
وقد سلبونا مالنا من نصر آلہ
وطافوا بنا شرق البلاد وغربھا
وقدا وقفونا بین یدیہ سواء
وقد رام قتلی کی تقطع نسلنا
فقال دعوہ ذا من انطفاء
فنحن حقنا یا جدنا منہ فی غدا
بنیج لاھل البیت سفک الدماء
سیوفھم قد حرب فی رقابنا
ایا من تعالی فوق کل سماء

یا جدنا اردوالی متدللا
کما البدر یشرق فی علو السماء
وقد حملونا علی ظھور جمالھم
جمیعھم یھجوننا بھجاء
وقال انا بکم تلت کل مقصد
وذی عمتی صاحت بعز مراء
والناس صلوا حلف یزیدھم
وفی یوم حشر یوم الفصل لقضاء
وقد انتقم من آل بیت محمد
فیا ویلھم من حرالنا ونطاء

اے جد بزرگوار دشمنوں نے ہم پر بڑا ظلم کیا۔ اور جو رنج و مصیبت کی انتہا تھی وہ ہمکو پہنچا دی۔
اے جد بزرگوار ہمارے باپ کو ذلت کے ساتھ پیاسا قتل کیا اور اُنکے سر کو نیزے پر چڑھایا کہ
وہ نیزے پر ایسا چمکتا تھا جیسا آسمان پر ماہ کامل۔ زاں بعد ہمارے خیموں میں آگئے۔ اور کل اسباب
ہمارا لوٹ لیا۔ ہمارے کپڑے چھین لیئے۔ کوئی ہمارا معین نہیں تھا۔ ہمکو بے پالان و بے پردہ
اونٹوں پر سوار کیا۔ اور شہرہائے مشرق و مغرب میں پھرایا کہ سب دیکھنے والے ہماری ذلت
وخواری کرتے تھے۔ پھر ہم کو دمشق لے گئے۔ وہاں یزید علیہ اللعن کے روبرو کھڑا کیا۔ یزید نے
ہم سے کہا کہ میری تمام مرادیں تمہارے باپ کے قتل سے حاصل ہوئیں۔ یہ ایک مبارک
کام تھا۔ پھر اُسنے چاہا کہ مجھے قتل کرکے نسل کو قطع کردے۔ اُس وقت ہماری پھوپھی کھڑی ہو کر
رونے پیٹنے لگیں کہ تمام آدمی یزید کے روبرو چیخنے چلانے لگے۔ تب یزید نے مجھ کو یہ کہکر چھوڑ دیا
کہ یہ مریض ہے۔ اے جد بزرگوار ہمارے انتقام کو بروز قیامت لینا جب سب مقدمات
کا تصفیہ ہوگا۔ کہ اُسنے یعنی یزید نے تمام [illegible]ات کو حلال کیا اور خون اہلبیت علیہم السلام کو

مباح کیا۔ اہلبیت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے انتقام لیا۔ ہر قسم کی مصیبت و ہلاکت پہنچائی۔ اُسکی تلواریں ہمارے لیے برہنہ تھیں۔ وائے اُن لوگوں پر وہ شعلہ زن آگ میں پڑینگے۔ اے پروردگار تو اُن سے اُنکے افعال کا عوض لے کیونکہ تو تمام آسمانوں سے بلند تر ہے۔

روضۂ مطہر جناب رسول خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے رخصت ہو کر جب یہ حضرات محلسرا میں تشریف لائے تو بیساختہ اُن ویران اور سنسان مکانوں کو دیکھکر آپکی چشمہائے مبارک سے آنسو جاری ہو گئے اور امام زین العابدین علیہ السلام نے پھر یہ دوسرے اشعار زیب لب فرمائے۔

مررت علی ابیات آل محمد
وان اصبحت خلوا وکانت منیمۃ
وکانوا غیاثا ثم بادوا جمیعہم

فلما راہا الاخوالی مظلمۃ
اری قتل طفل من سلالۃ ہاشم
وقد عظمت تلک الرزایا بالفاطمۃ
لقتل الحسین فھی ذالک معتمۃ

فلا یبعد اللہ الدیار واھلہا
تنوح لہ کل الوری نوح نائمۃ
الم تر ان الشمس اضحت کتیفہ

یعنی جب ہم آل محمد علیہم السلام کے گھروں کی طرف سے ہو کر گذرے تو ہمنے اُن کو خالی اور تاریک پایا۔ اگرچہ گھر خالی ہیں اور اُنکے مکین ہم سے دور ہیں مگر تاہم خدا تعالےٰ اُن کی روحانی صحبتوں سے ہم کو محروم نہ رکھے۔ اگر آل ہاشم سے ایک بچہ بھی قتل ہو تو وہ ضرور اس قابل ہے کہ تمام دنیا کے لوگ اُسپر ماتمداروں کی طرح نوحہ و ماتم کریں۔ وہ غریب فریاد کرتے تھے کہ ہماری مصیبت عظیم ہے۔ اور حقیقتہً یہ مصیبت اُن کی عین جناب سیّدہ سلام اللہ علیہا کی مصیبت ہے۔ کیا تونے (بروز عاشورہ) نہیں دیکھا تھا کہ خدا کے سب شہر زرد رنگ کے ہو گئے تھے۔ اور آفتاب میں گہن لگ گیا تھا۔

اس کے بعد جناب امام زین العابدین علیہ السلام محلسرا میں تشریف لے گئے۔ اور اسباب سفر وغیرہ کی ترتیب کے بعد جب باہر تشریف لائے تو خادم نے اندر سے لاکر ایک کرسی باہر بچھا دی۔ آپ اُس پر بیٹھ گئے۔ روتے تھے اور آنسوؤں کو رومال سے پاک کرتے جاتے تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد محمدؑ ابن حنفیہ آئے اور آپ کی ایک طرف بیٹھ گئے۔ پھر اور سائر اہل مدینہ آتے گئے۔ او[ر] ... منتظر گر ... تا بیٹھتا تھا اور روتا تھا۔ یہاں تک کہ تمام محلسرا میں صدائے نالہ و فر[یاد] ... حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے

حاضرین سے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ جب تمام لوگ خاموش ہوگئے تو زبان مبارک سے
ذیل کا خطبہ ارشاد فرمایا۔

الحمد للہ رب العلمین باری الخلق اجمعین الذی فارتفع السموات العلی وقرب فشھد
النجوی نحمدہ علی عظام الامور وفجائع الدھور ایھا الناس ان اللہ ابتلانا بمصائب
جلیلۃ ومصیبۃ فی الاسلام وعظیمہ ایھا الناس قتل ابوعبداللہ وسبیت
نساءہ فای رجال یسرون بقتلہ وام ای عین تحبس دمعھا فلقد بکت السبع
شداد لقتلہ وبکت البحار بامواجھا والسموات بارکانھا والارض بارجائھا و
الاشجار باغصانھا والحیتان فی البحار والملئکۃ المقربون واللہ لوان النبی
صلی اللہ علیہ والہ وسلم تقدم الیھم بقاتلنا کما تقدم الیھم بالوصایا ثانیا
لما زاد وعلی ما فعلوا نبیا فانا للہ وانا الیہ راجعون فعند اللہ محتسبی فیما اصابنا
انہ عزیز ذو انتقام۔

اُس خدا کی حمد کرتا ہوں جو تمام خلق کا خالق ہے اور ایسا ہے کہ دور ہوا تو بلند ہوا
تمام بلند آسمانوں سے۔ اور قریب ہوا ہی تو ایسا ہے کہ ہمارے اسرار کا شاہد اور ناظر ہے۔
میں حمد کرتا ہوں اُس کے امور عظیم کی اور بڑے بڑے مصائب پر۔ ایہا الناس اللہ تعالے
نے ہم اہلبیت کا امتحان مصائب عظیم سے لیا ہے۔ اور ہماری مصیبت اسلام کی
بہت بڑی مصیبت ہے۔ ایہا الناس حضرت ابی عبداللہ الحسین علیہ السلام قتل ہوئے
اور اُن کی عورتیں قید کی گئیں۔ پس کونسا آدمی ہے جو خوش ہوا اور کون آنکھ ہے جو
اُن کے قتل پر گریاں نہوئی۔ اُن کی شہادت پر ساتوں آسمان روئے۔ دریا اپنی موجوں
سے روئے۔ اور آسمان اپنے ارکان سے روئے۔ اور زمین اپنے پہاڑوں سے روئی۔
درخت اپنی شاخوں سے روئے۔ اور سمندر دریاؤں سے روئے۔ قسم خدا کی اگر جناب
رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے ہمارے قتل کرنیکو کہجاتے جس طرح کہ
ہماری حمایت کرنے کو ان سے وصیت فرماگئے تھے تو جو کچھ کہ اب ان لوگوں نے مجھ سے
کیا ہے اُس سے زیادہ نہ کرسکتے تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پس ہمارے ان
تمام مصائب کا ثواب اور عوض خدا کے پاس ہے۔ کیونکہ بزرگ اور صاحب انتقام ہے
مقتل امام اسفرائنی ص ۲۰۳۔

بہرحال۔ جناب امام زین العابدین علیہ السلام نے ان تمام مصائب وشدائد کو بکمال صبر و تحمل برداشت کرکے گوشہ نشینی اختیار فرمائی۔ شب و روز عبادت الٰہی و ریاضت لامتناہی میں بسر کرنے لگے۔ چنانچہ امام ابواسحاق اسفرائنی بیان کرتے ہیں کہ امام زین العابدین علیہ السلام دن کو روزہ رکھتے تھے۔ رات کو نماز پڑھتے تھے۔ اور بقیہ اوقات میں برابر اپنے والد بزرگوار کو رویا کرتے تھے۔ جب افطار کے وقت آپ کے پاس آب وطعام لاتے تھے تو آپ فرماتے تھے کہ ہمارے پدر گرامی قدر بھوکے پیاسے قتل ہوئے۔ اور انہیں کلمات کو آپ مکرر فرماتے تھے۔ اور اس قدر روتے تھے کہ وہ طعام آنسوؤں سے ممزوج اور مخلوط ہوجاتا تھا۔ یہی حال آپکا تادم وفات قائم رہا۔

امام زین العابدین علیہ السلام کی فرط اشکباری اور گریہ و زاری کی تفصیل میں دفتر کے دفتر لکھے گئے ہیں۔ جو مصائب کی کتابوں میں علے العموم مندرج ہیں۔ ہمارا سلسلۂ بیان اُن کی گنجائش نہیں رکھتا۔ اس لیے ہم تمام واقعات سے قطع نظر کرکے اپنی تالیف کی موجودہ ترتیب کو اُن واقعات کی تحریر کے ساتھ آگے بڑھاتے ہیں جو واقعۂ کربلا کے بعد تمام تاریخوں میں درج ہیں۔

جناب امام زین العابدین علیہ السلام کے متعلق واقعات کربلا کے بعد سے حالات

امام حسین علیہ السلام کی شہادت نے۔ اس میں شک نہیں کہ یزید اور اُسکے بہی خواہان سلطنت کی تجویزوں کے خلاف اپنا پورا اثر دکھلایا۔ امام مظلوم علیہ السلام کو دعویدار سلطنت سمجھکر اُنکے قتل کرنے اور اُنکے وجود باجود کو مٹانے کی تجویز ہوئی جس کی اصلی غرض استحکام سلطنت پر مبنی تھی۔ یہاں آپکے قتل ہونے سے سلطنت کے ارکان قوی اور ملک کے انتظام مستحکم کیا ہوتے کہ تمام ملک میں بدنظمی اور بدامنی پھیل گئی۔ اور عموماً تمام بڑے بڑے علاقوں۔ شہروں اور قصبوں میں سلطنت کی طرف سے عام نارضامندی اور شکایت کے آثار قائم ہوگئے۔ یہ عام پُرجوشی کچھ ایسی جلد زور پکڑتی گئی۔ اور ترقی کرتی گئی کہ ایک ہی سال کے اندر بہت سے مشہور و معروف علاقوں میں یزید کی بیعت سے کھلی کھلی دست برداری ظاہر کردی گئی۔ اُس کی اطاعت کے پھندے گردن سے نکال دیے گئے۔ رفتہ رفتہ اُنکی آزادی۔ بیخوفی۔ اور اختلاف کا یہانتک نتیجہ پہنچا کہ تمام لوگ علانیہ اپنے فرمانروائے عصر کو فاسق اور فاجر کہنے لگے۔ اور اُس کی بیعت کو قطعی حرام

اور اُسکے ساتھ مقابلہ و مقاتلہ کو اصلی جہاد سمجھنے لگے۔

ہماری کتاب کے ناظرین کو یاد ہوگا کہ ہم اس سلسلہ کی تیسری جلد میں لکھ آئے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام مکے سے کربلا کو تشریف لے گئے۔ عبداللہ ابن زبیر کی ہر طرح سے بن گئی۔ اور اب اُن کے حصول مدعا کے لیے کوئی ممانعت نہیں رہی۔ جب تک یزید اور اُسکے ماتحت ارکین سلطنت امام علیہ السلام کے معاملات میں مصروف رہے۔ ابن زبیر کو حرمین کے لوگوں کے ساتھ سازش کر کے اپنے گون گانٹھنے کا خوب موقع ہاتھ آیا۔ وقعات کربلا کے مصائب نے تو ان علاقوں میں عام شورش پھیلا ہی رکھی تھی اُس پر عبداللہ ابن زبیر کی خودغرض اور اپنا کام نکالنے والی تقریر نے اچھی طرح نمک بر جراحت کا کام کیا۔ اور یہ ظاہری شورشیں قلبی سوزشیں ہوگئیں۔ جن سے قلوب ہل گئے۔ جگر پاش پاش ہوگئے۔ اور لوگ بیچین ہو ہو کر اپنے اپنے گھروں سے نکل پڑے اور سلطنت یزیدی کی جکڑ بندیوں سے اپنی گلوخلاصی کرنے لگے۔

امام حسین علیہ السلام کی خبر شہادت پاکر ابن زبیر نے تمام مکہ کے لوگوں کو جمع کیا اور منبر پر جاکر ایک خطبہ پڑھا جس میں پہلے تو شہادت امام مظلوم علیہ السلام پر اپنا کمال افسوس و حسرت ظاہر کیا۔ بعدہ یزید کے مناقص اور معائب پوست کندہ بیان کیئے۔ اور اُسکو فاسق و فاجر ٹھہرا کر تمام حاضرین کو اپنی بیعت کی بشارت پہنچائی۔ ان کی بیعت کا رنگ تو آج سال بھر قبل سے جم رہا تھا۔ مگر اب کامل اور گہرا ہوگیا۔ یزید کو ان کی ریشہ دوانیوں کی خبر تو معلوم ہی ہو چکی تھی۔ اور یزید کیا یزید کے باپ بھی ہمیشہ ابن زبیر کی چالوں سے خائف رہتے تھے۔ مگر اس خبر نے کہ مکہ میں عبداللہ ابن زبیر کی بیعت ہوگئی اور مدینہ والے بھی بہت جلد اُس کی بیعت کرنے پر تیار بیٹھے ہیں۔ یزید اور اُسکے ہواخواہوں کو سخت انتشار میں گرفتار کر دیا۔ اس لیے یزید نے سات آدمیوں کی وفد۔ جس میں نعمان ابن بشر الانصاری۔ عبداللہ ابن عضاۃ الاشعری اور مسلم ابن عقبہ المزنی بھی تھے۔ مکہ میں ابن زبیر کے پاس اس غرض سے بھیجی کہ اُسکو سمجھا بجھا کر بیعت یزید پر رضامند کرادے۔ یہ وفد اخیر سنہ ۶۱ ہجری میں مکہ ابن زبیر کے پاس پہنچی اور اپنے حصول مقاصد میں جی توڑ کوششیں کیں۔ مگر وہ کسی طرح راضی نہوا۔ یہ عبداللہ وہی تھا جس نے معاویہ کی نہ سنی تو اب اس وقت یزید کی کیا سنتا۔ بہت دنوں تک یہ

لوگ اِدھر اُدھر ڈورے ڈالتے رہے۔ مگر شکار ہاتھ نہ آیا۔ نہ آیا۔ آخرکار یہ لوگ بے نیل مرام واپس شام ہوئے۔

۶۲ھ کا آغاز یزید اور ابن زبیر کے معاملات

سنہ ۶۱ھ تمام ہو کر سنہ ۶۲ھ کا آغاز ہوا۔ ابن زبیر کے معاملات سے یزید تھوڑے دنوں تک خوش ہو بیٹھا۔ ادھر ابن زبیر نے اور پاؤں پھیلائے۔ اور اپنے حصول بیعت کے دستِ تمنا کو مکہ سے مدینہ تک پہنچایا۔ عام طبائع تو یزید سے خلاف ہو ہی رہے تھے سب نے اس کے کہنے کو بہت جلد قبول کر لیا۔ مکہ والے تو بالکل انکے مطیع ہو ہی چکے تھے۔ مدینہ میں بھی لوگ انکی بیعت کو قبول کرنے لگے۔

اس میں شک نہیں کہ مکہ سے مدینہ میں کسی قدر ابن زبیر کو اپنی کامیابیوں میں دقت پیش آئی۔ کیونکہ مکہ میں یزید کا کوئی معاون اور بہی خواہ نہیں تھا لیکن مدینہ میں عبداللہ ابن عمر یزید کے بہت بڑے مشنری Missionary موجود تھے۔ انہوں نے ایک عرصہ تک عبداللہ ابن زبیر کی کوششوں کو کامیابی کی حد تک نہ پہنچنے دیا۔ اور اہل مدینہ کو اپنے وعظ و نصائح سے یزید کے استقرار بیعت پر برانگیختہ کرتے رہے۔ چنانچہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور جامع الاصول علامہ جزری میں لکھا ہے۔ وہو ہذا

عن نافع قال لما خلع اہل المدینۃ یزید ابن معاویۃ جمع ابن عمر حشمہ وولدہ فقال انی سمعت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول ینصب لکل غادر لواء یوم القیٰمۃ وانا قد بایعنا ہٰذا الرجل علیٰ بیع اللہ ورسولہ وانی لا اعلم غدرا اعظم من ان یبائع رجل علی بیع اللہ ورسولہ ثم ینصب لہ القتال وانی لا اعلم احدا منکم خلعہ ولا تابع فی ہٰذا الامر الا کانت الفیصل بینی وبینہ۔

نافع سے مروی ہے کہ جب اہل مدینہ نے یزید ابن معاویہ کی بیعت توڑ دی تو حضرت ابن عمر نے اپنی اولاد اور وابستگان کو جمع کیا اور انکو ہدایت کی کہ سنو! میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا ہے کہ ہر غادر کے لیے قیامت کے روز ایک علم نصب کیا جائیگا۔ اور تم جانتے ہو کہ میں نے یزید کی بیعت حسب اطاعت و اتباع خدا و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اختیار کی ہے۔ اور نہیں جانتا کہ اس سے زیادہ کوئی غدر ہے کہ اس طرح جس شخص کے ہاتھ پر بیعت کیجاوے۔ پھر اُس شخص سے جنگ کیجاوے

پس جو شخص یزید کی بیعت شکنی کریگا اور میرا کہنا نہ مانیگا میں اُس سے جدائی اختیار کرونگا۔
اُن کی یہی کوشش لگاتار واقعہ حرّا تک قائم رہی۔ جو عنقریب بیان ہوگا۔ مگر باایں ہمہ ان کی جی توڑ کوششوں کے خلاف واقعہ کربلا نے تمام مدینہ میں ایک عام پر جوشی پھیلادی اور ابن زبیر بھی اپنے گون گانٹھنے کی ضرورت سے پر جوش اہل مدینہ کے ہمداستان اور ہمزبان ہورہے تھے۔ اسی لیے ابن زبیر کی ہر طرح بن پڑی۔ اور عبداللہ ابن عمر کی کچھ نہ چلی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اہل مدینہ نے عبداللہ کی بیعت اختیار کرلی۔ مگر عبداللہ ابن جعفر عبداللہ ابن عباس اور محمد حنفیہ رضی اللہ عنہم نے عبداللہ ابن زبیر کی بیعت نہ کی روضۃ الصفا جلد سوم ص ۷۸ مطبوعہ بمبئی۔

یزید اور ابن زبیر۔ واقعہ حرّا اور غارت مدینہ

یزید اور ابن زبیر کی اسی کشمکش میں سنہ ۶۳ھ بھی تمام ہوا۔ اور اب سنہ ۶۴ھ ہجری کا آغاز ہوا۔
عبداللہ ابن زبیر کی خواہ مخواہ حکومت مکہ۔ مدینہ یمن حضرموت اور اُس کے مضافات میں قائم ہو گئی۔ اور کوفہ میں بھی انکی امارت کے تار پیڈ و دوڑنے لگے۔ اب تو یہ خبر سنکر یزید کے پیٹ میں چوہے کودنے لگے۔ عبداللہ ابن زبیر نے اپنے استحکام سلطنت کی غرض سے تمام بنی امیہ اور اُنکے عمال کو حرمین شریفین سے نکالدیا۔ اور بذات خاص ان دونوں مقدس ممالک کے انتظام ملکی کی طرف متوجہ ہوا۔
یزید یہ خبریں سن سنکر اپنے آپ میں نہ رہا۔ آخر کار اُسنے مکہ و مدینہ پر چڑھائی کردی۔ اور ایک جرار فوج جس کی تعداد دس ہزار سے لیکر بیس ہزار تک بتلائی جاتی ہے مسلم ابن عقبہ اور حصین ابن نمیر السکونی کی ماتحتی میں روانہ کی۔ اور یہ تاکید کردی کہ پہلے ان مقامات کی رعایا کو ہماری بیعت پر آمادہ کرنا۔ اگر وہ ہماری بیعت اور تمہاری نصیحت نہ قبول کریں تو تین روز تک مدینۃ النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برابر لوٹنا۔ پھر وہاں سے مکہ جانا اور اُس کو بھی فتح کرنا۔ المختصر یہ لشکر گراں شام سے چل کر مدینہ میں داخل ہوا۔ اور مدینہ میں پہنچکر مسلم نے اہل مدینہ سے کہا کہ تم لوگوں میں اتنی طاقت کہاں کہ یزید سے مقابلہ و مقاتلہ میں سر بر ہو سکو۔ اس لیے مناسب ہے کہ اُن کی اطاعت اختیار کرو۔ مسلم ابن عقبہ نے ہر چند کوشش کی مگر کچھ بھی مفید کارثابت نہ ہوئی۔ ادھر یزید نے عبداللہ ابن زیاد کو مکہ کی مہم پر بھیجنا چاہا۔ کیونکہ مسلم ابن عقبہ کی طرف سے

اسکو پورا اطمینان نہیں تھا۔ ابن زیاد وقت پر گولی بچا گیا۔ اور موقع سے ٹل گیا۔ اس نے صاف صاف لفظوں میں کہدیا کہ میں قتل حسین علیہ السلام کے معاصی پر قتال فی بیت الحرام کے معائب کا اضافہ نہیں کرسکتا۔ آخر کار یزید نے مکہ کے معاملات کو مسلم ابن عقبہ اور حصین ابن نمیر ہی پر چھوڑ دیا۔ یزید نے چلتے وقت مسلم کو تاکید کر دی تھی کہ جناب امام زین العابدین علیہ السلام کے حفظ مراتب اور تعظیم و تکریم کا ہر وقت خاص خیال رکھا جاوے۔ کیونکہ یہ امر مجھے بخوبی معلوم ہو چکا ہے کہ اس فساد میں اُن کی کسی قسم کی شرکت نہیں۔ اگرچہ مفسدان مدینہ اُن کی خدمت میں بھی گئے۔ مگر آپ نے کوئی اعتنا نہ فرمائی۔ اور صاف صاف لفظوں میں کہدیا کہ میں اپنی گوشہ نشینی اور عزلت گزینی کی موجودہ حالتوں کو تمہاری معرکہ آرائیوں سے بہتر سمجھتا ہوں۔

واقعۂ حرّا اور غارت مدینہ۔ مسلم نے اہل مدینہ سے آغاز جنگ کر دی۔ یہ جنگ تاریخوں میں واقعۂ حرّا کے نام سے مشہور ہے۔ ۲۸ ر ذی الحجۃ ۶۳ھ ہجری کو صبح سے مقابلہ شروع ہوا۔ اہل مدینہ کے سردار عبد اللہ ابن مطیع۔ اور عبد اللہ ابن حنظلہ (غسیل الملائکہ) تھے۔ اہل مدینہ نے خندق کھود کر مخالف سے مقابلہ کی تیاری کر دی فضل ابن عباس ابن ربیعہ ابن حارث ابن عبد المطلب اہل مدینہ کے علمدار لشکر تھے۔ دوپہر دن چڑھتے چڑھتے تک جانبین سے بازار حرب و ضرب خوب گرم ہوا۔ دلیران مدینہ نے پہلوانان شام کی تیغ زنی اور تیر بارانی کا کافی طور پر جواب دیا۔ جب عرصۂ قتال گرم ہوا اور آفتاب عالمتاب بھی اپنی پوری حرارت پر آگیا تو فضل ابن عباس اپنا گھوڑا بڑھا کر مسلم ابن عقبہ کے مقابلہ میں آیا۔ مسلم اُس وقت اپنی طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے اپنی صف میں نہیں تھا اسکی جگہ پر اسکا غلام مصروف کارزار تھا۔ فضل نے آتے ہی اُس پر حملہ کیا اور اسکو مار گرایا۔ اور اُسنے اپنی دلیری اور ہمت کی پر جوشیوں میں آکر اپنی ہمراہی فوج کو مخاطب کرکے ندا کی کہ ایہا الناس میں نے تمہارے سخت ترین دشمن مسلم ابن عقبہ کو مار ڈالا۔ یہ سنتے ہی مسلم کی آنکھوں میں خون اُتر آیا اور وہ فوراً فضل کے مقابلہ میں آکر کہنے لگا سبحان اللہ میں تو ابھی جیتا بیٹھا ہوں۔ تو نے مارا کس کو۔ المختصر دونوں میں مقابلہ ہوا۔ بالآخر مسلم نے فضل کو مار گرایا۔ اور وہ راہی ملک بقا ہوا۔ فضل کے بعد عبد الرحمن ابن عوف کے بیٹے نے مقابلہ کیا۔ وہ بھی مارا گیا۔ اس کے مارے جانے سے تمام اہل مدینہ کو سخت خوف و دہشت

لاحق حال ہوئی۔ اُن کے دل سست اور ارادے پست ہو گئے۔ سپاہ شام نے ان ہزیمت
یافتہ مسلمان مدینہ کا تعاقب کرتے ہوئے دروازۂ مدینہ تک پہنچا دیا۔ جب حنظلہ نے یہ کیفیت
دیکھی تو اپنی دلیریوں کی پرجوشیوں میں اپنے ہمراہیوں کے ساتھ گھوڑوں سے اُتر پڑا اور
پیادہ پا ہو کر اُن سے مقابل ہوا۔ مگر حقیقت تو یہ ہے کہ بگڑا کر کم بنتی ہے۔ اس میں بھی
اُسکو کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ اُسکے تینوں بیٹے پے در پے کام آ گئے۔ حنظلہ نے اپنے ساتھ
محمد ابن اشعث ابن قیس الانصاری کو لیا اور یہ کہتا ہوا دشمن سے مقابل ہوا کہ بعد ان جوانوں
کے میرا جینا بیکار ہے۔ آخرکار وہ بھی اور اُنکے ہمراہی محمد بھی مارے گئے۔

جب حنظلہ کے ایسا شریک پہلو سے اُٹھ گیا تو عبداللہ ابن مطیع کے پائے استقامت میں بھی
لغزش آ گئی اور یہ بھی آڑ پکڑ کر چل دیے۔ اور نعمان ابن بشیر انصاری کی وہ پیشین گوئی
جو پہلے ہی اسنے عبداللہ ابن مطیع کے منہ پر کر دی تھی نہایت درست اور صحیح اُتری
جیساکہ تاریخ طبری کے ترجمہ میں لکھا ہے۔ کہ نعمان نے عبداللہ کے انکار بیعت کے جواب
میں کہا کہ تم سے کچھ بھی نہوگا۔ میں دیکھتا ہوں کہ فوج یزید جب یہاں آ کر سب کو تلوار کی
باڑھ پر رکھیگی تو تم تو مزے سے خچر پر چڑھ کر بھاگ نکلوگے اور یہ مساکین (انصار) گلیوں
اور مسجدوں میں اور اپنے گھروں کے دروازوں پر قتل ہونگے۔

غرض ایسا ہی ہوا۔ عبداللہ ابن مطیع کے بھاگتے ہی تمام مدینہ والے بھاگ گئے پھر کسی کا
اُس میدان میں نام و نشان بھی نہیں رہا۔ اب تو مسلم ابن عقبہ کی ہر طرح سے بن پڑی۔
اور یزیدیوں کی منہ مانگی مراد بر آئی۔ مسلم ابن عقبہ اُن مسلمانوں کے خون بہا کر داخل
مدینہ ہوا۔ اور آتے ہی حکم یزید کی تعمیل میں سرگرم ہوا۔ شہر میں تین روز تک قتل عام
رہا۔ پھر کیا تھا۔ مدینہ والوں کی گردنیں تھیں اور شام والوں کی تلواریں۔ اُنکے قتل و
غارت کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ تمام اصحاب رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھروں
سے نکل کر پہاڑوں میں اور جنگلوں اور غاروں میں پوشیدہ ہو گئے۔ ابوسعید خدری
جو اکابر صحابہ میں شمار ہوتے ہیں قتل ہوتے ہوتے بچ گئے۔ (عام طور سے عورات مدینہ
سے زنا کی گئی) تاہم سات سو اکابر قریش جن میں قاریان قرآن کی ایک معتد بہ جماعت
شامل تھی۔ قتل کیے گئے۔ اور عام طور سے عورات مدینہ کے ساتھ زنا کی گئی۔ جن کے
بطن سے نو سو زنازادے پیدا ہوئے۔ دس ہزار غلام قتل کئے گئے جب مسلم ابن عقبہ

خونریزی سے سیر ہو چکا تو اُسنے باقیماندہ لوگوں سے یزید کی بیعت۔ اُسکی غلامی اور تابعداری کی شرط پر لی۔ ابوالفداص ۲۶۵م۔ روضۃ الصفا جلد سوم ۱۵۷۔

تاریخ طبری میں یہ عبارت درج ہے۔ سپاہ مدینہ را ہزیمت شد و مسلم با ایشاں اندر مدینہ افتاد و مسلم منادی کرد و خون خواستہ اہل مدینہ را بر شامیاں حلال و سہ روز ہمی کشتند و یاران پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم از مدینہ بیروں شدند و ہر کسے بہ غارے پنہاں شد ابوسعید خدری بگریخت و اندر غارے پنہاں گشت مردے از شامیاں او اندر ور آمد کہ او را بکشد ابوسعید گفت قولہ تعالےٰ فی شانہ لئن بسطت الی یدك لتقتلنی ما انا بباسط یدی الیك لاقتلك انی اخاف اللہ رب العالمین یعنی جس طرح تم نے میرے قتل پر ہاتھ اُٹھایا ہے اگر ہم بھی ایسا ہی ہاتھ اُٹھاتے تو میں تمہیں قتل نہ کرتا۔ کیونکہ میں اپنے خدائے رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ آن مرد گفت تو کیستی گفت ابوسعید خدری یار پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ آن مرد شمشیر را در نیام کرد و باز گردید و اندراں سہ شبانہ روز شامیاں چناں فساد کردند اندر مدینہ کہ ہرگز در اسلام و جاہلیت نکردہ بودند۔ پس مسلم بمسجد درآمد و منادی کرد غارت کردن و کشتن بردا شتم و بیعت کنید و ہر کس کہ نباید خون او حلال است۔ پس بیروں آمدند و ہر کس کہ گفتے بیعت کردم بر حکم کتاب و سنت پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلم گفتے کہ بر حکم یزید مروان گفت چنیں مگو زیرا کہ بیعت بر حکم کتاب بر حکم کتاب و سنت باید کرد۔ مسلم گفت واللہ کہ از ہیچ کس بیعت نپذیرم مگر بر حکم یزید ابن معاویہ۔ طبری ۴ ص ۶۴۰۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اسلامی تاریخوں میں ان واقعات کے چہرے خاص طور پر ایسے تیرہ و تاریک نظر آتے ہیں جو کسی طرح کسی دوسری قوم اور غیر مذہب والوں کی نکتہ چین نظروں سے پوشیدہ نہیں رکھے جا سکتے۔ اور کیونکر ہو۔ مظالم اور پھر ایسے یہ تو نہ دنیا کے چھپائے چھپے ہیں اور نہ چھپ سکتے ہیں۔

بہرحال۔ ہم پھر اپنے سلسلۂ بیان پر آجاتے ہیں۔ ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ جناب امام زین العابدین علیہ السلام نے واقعۂ کربلا کے بعد ہی سے ایسی قطعی گوشہ نشینی اور عزلت گزینی اختیار فرمائی کہ سب سے ملنا جلنا بھی ترک کر دیا۔ مسلم ابن عقبہ نے اپنی کامیابی کے بعد جہاں تمام اشراف اور عمائد مدینہ کو بُلایا وہاں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام

کو بھی۔ آپ تشریف لے گئے۔ اُس نے کسی قسم کا کوئی تعرض یا مواخذہ آپ سے نہیں کیا۔ یہاں تک کہ بیعت یزید کے سیلے بھی آپ کو ناحق تکلیف نہ دی۔ بلکہ ان امور کے برخلاف نہایت ادب تعظیم و تکریم سے پیش آیا۔ ہم اس واقعہ کو تاریخ کبیر طبری کے اردو ترجمہ سے ذیل میں تحریر کرتے ہیں۔

۲۸ ذی الحجہ ۶۳ھ کو واقعۂ حرا کا نتیجہ ظاہر ہوا کہ ابن مطیع بھاگ گئے۔ اور فوج یزید نے قتل عام کے سوا اہل مدینہ پر وہ ظلم کئے کہ ان شرمناک واقعات کی وجہ سے اسلامی تاریخ کا یہ حصہ دیکھنے کے قابل نہیں رہا ہے۔ اوس نے ظلم یہ تھا کہ سپہ سالار یزید جسکا نام مسلم ابن عقبہ تھا۔ اس اقرار کے ساتھ اہل بیعت سے بیعت لیتا تھا کہ ہم یزید کے مملوک اور غلام ہیں۔ اور جس نے یہ اقرار نہ کیا اُس کو قتل کیا۔ مگر خدا کی شان مسلم ابن عقبہ نے حضرت علی ابن الحسین کو اس تکلیف سے باز رکھا۔ جب وہ اس سفاک کے سامنے پیش کیے گئے تو اُس نے پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ لوگوں نے بتایا کہ حضرت علی ابن الحسین علیہم السلام۔ یہ سنتے ہی مسلم ابن عقبہ نے مرحبًا و اہلًا کہکر اُن کو اپنے برابر مسند پر بٹھالیا۔ اور کہا کہ امیر المومنین یزید نے مجھ سے آپ کے بارے میں ہدایت کی ہے۔ اور یہ افسوس ظاہر کیا ہے کہ ان خبیثوں کی شورش کی وجہ سے اُنکو آپ کی خبر گیری کا موقع نہیں ملا۔ بعدازاں کہا کہ آپ کے اہلبیت علیہم السلام گھبرا رہے ہونگے۔ پھر اُسی وقت اپنے گھوڑے پر سوار کرکے تعظیم و تکریم آپ کو رخصت کیا۔

امام مسعودی مروج الذہب میں لکھتے ہیں کہ جناب امام زین العابدین علیہ السلام جب مسلم ابن عقبہ کے روبرو لائے گئے تو زیر لب یہ دعا فرماتے تھے اللّٰھم رب السمٰوات السبع وما اظللن والارضین السبع وما اقللن رب العرش العظیم رب محمد والہ الطاہرین اعوذ بك من شرہ وادرائك فی نحرہ اسئلك ان تؤتینی خیرہ وتکفینی شرہ۔ صاحب روضۃ الصفا اس واقعہ کو اس عبارت میں لکھتے ہیں۔

چوں مسلم ابن عقبہ از قتل و نہب و بیعت اہل مدینہ خاطر خواہ فارغ گردید حضرت امام زین العابدین علیہ السلام را طلب داشت۔ آنحضرت علیہ السلام حاضر گشتہ مسلم اورا بتجلیل و تعظیم نمودہ باوے در یک فراش نشست و گفت امیر ترا سلام میرسانند و میگوید کہ نیکو کردی کہ از اہل فتنہ اجتناب واحتراز نمودی و یقین بدانکہ جزاے عمل تو بہتر

من ضائع نخواہد شد امام علیہ السلام گفت کہ انی کنت لھا فعل ھذا المدینۃ کارھا چوں آنجناب قصد رفتن نمود مسلم رکاب استر او را گرفتہ تا سوار شد۔ روضۃ الصفا جلد ۳ ص ۱۸ بمبئی۔

صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ اس بیگناہ خونریزی کی وجہ سے مسلم ابن عقبہ کو عرب میں لوگ مُسرِف کے نام سے پکارتے تھے۔ کیونکہ اُس نے اس قتل عام میں سخت اسراف سے کام لیا تھا۔ المختصر مسلم ابن عقبہ کی بیماری ہم پہلے ہی لکھ چکے ہیں۔ مدینہ پہنچکر اُسکی طبیعت اور بیمار ہوگئی۔ اور اُسکا مرض یومًا فیومًا بڑھتا گیا۔ اس لیئے اُسنے یزید کے حکم کے مطابق ابن نمیر کو بلا کر مقابلہ ابن زبیر اور تسخیر بیت الحرام کے متعلق پورے طور پر ہدایت کردی اور یہ بھی تاکید کردی کہ خانہ مقدس کعبہ کی حرمت کا کوئی خیال نہ کیا جاوے۔ اور منجنیقیں نصب کرکے جہاں تک ہوسکے اس شہر اور شہر کے رہنے والوں کو اپنے قبضہ میں لانا اور ابن زبیر کے تمام انتظام کو درہم و برہم کرنا ضروری اور لازمی ہے کیونکہ (معاذ اللہ) امیر وقت کی اطاعت خانہ کعبہ کی حرمت سے کہیں زائد ہے۔

تسخیر شہر مکّہ اور غارت خانہ کعبہ

مسلم ابن عقبہ مر گیا حصین ابن نمیر پوری تیاریوں کے ساتھ مکّہ میں پہنچ گیا۔ جب ابن زبیر کو سپاہ شام کی آمد کی خبر ہوئی تو وہ بھی اپنے ہمراہیوں کے ساتھ تیار ہوگیا۔ میمنہ لشکر اپنے بھائی منذر ابن زبیر کے سپرد کیا اور مسور ابن مخرمہ کو میسرہ پر مقرر کیا۔ جانبین سے مقابلہ ہوا اور لڑائی کا بازار گرم ہوا۔ اور موت کی عین گرم بازاری میں منذر ابن زبیر مارا گیا۔ اور سپاہ شام نے غلبہ کرکے اہل مکّہ کو کامل شکست پہنچائی۔ ابن زبیر شہر میں بھاگ گیا حصین نے اپنی فوج کو کوہ ابو قبیس پر چڑھا دیا۔ اور مسجد الحرام اور خانہ کعبہ کو زو پر رکھکر منجنیقیں پھینکنے لگے۔ جس سے بہت سے اہل شہر زخمی اور بیکار ہوگئے۔ یہ محاصرہ صفر کے مہینہ سے شروع ہوا۔ اور آخر ربیع الاول تک اُسی طرح قائم رہا۔ جب اہل شام پتھر پھینکتے پھینکتے تھک گئے تو اُنہوں نے اُسی منجنیق میں گندھک اور روئی میں آگ لگا کر پھینکنے شروع کردیے۔ جس کی وجہ سے خانہ کعبہ کے پردہ میں آگ لگ گئی۔ اور وہ بالکل جل کر خاک سیاہ ہوگیا اور کبش اسمٰعیل

کی سینگھیں جو اُس وقت تک خانۂ کعبہ کے اندر آویزاں تھیں جل گئیں۔ اِسکے علاوہ اور دوسری چیزیں بھی زائل ہوگئیں۔ ابھی اس محاصرہ کی یہی کیفیت تھی کہ دمشق میں یزید مرگیا۔ اب تو ابن زبیر کی ہر طرف سے بن گئی حصین ابن نمیر کے لشکر میں سخت انتشار پیدا ہوا۔ اور اُس نے کسی طرح اپنے قیام کو مکہ میں مناسب نہ سمجھا۔ اور مکہ سے شام کی طرف کوچ کی تیاری کردی۔ چلتے وقت اُس نے عبداللہ ابن زبیر کو مسجد میں بلایا اور اُسکو یہ دوستانہ صلاح دی کہ یزید تو مرگیا ہم اور ہمارے تمام لشکر کے لوگ تمہاری بیعت کرتے ہیں۔ مگر تم ہمارے ساتھ دمشق چلے چلو۔ ہم تم کو شام کی سریر امارت پر بٹھلائے دیتے ہیں۔ اُس نے جواب دیا کہ تا وقتیکہ کل اہل شام سے اہل مدینہ و مکہ کا پورا قصاص ہم نہ لے لینگے ہم کوئی کام نہ کرینگے حصین ابن نمیر ابن زبیر کی کوتاہ فہمی کو سمجھ گیا۔ اور کہنے لگا کہ تجھ کو جو صاحب عقل و فہم سمجھے وہ خود بیوقوف ہے۔ ہم تو تجھ کو صلاح نیک دیتے ہیں اور تو مجھے دھمکاتا ہے۔ ہم تو تجھے حصول سلطنت کی نوید دیتے ہیں اور تو مجھ سے قصاص طلب کرتا ہے۔

مکہ و مدینہ میں ابن زبیر کا تسلط

چونکہ عبداللہ ابن زبیر کو پوری تیس برس کی جی توڑ کوششوں کے بعد تھوڑے دنوں تک امارت کا مزا ضرور ملنے والا تھا اِس لیے یزید و مہینوں کی آئی ہوئی بلا سر سے ٹل گئی حصین تو شام کا لشکر لیکر واپس گیا اور عبداللہ نے اپنی ہزیمت یافتہ جمعیت کو ادھر اُدھر سے پھر جمع کرلیا۔ اور شہر مکہ پر پھر اُسی طرح مسلط ہوگیا۔

مکہ کا تو یہ حال ہوا۔ مدینہ کی یہ کیفیت گذری کہ یزید کی خبر پاتے ہی اہل مدینہ نے مسلم ابن عقبہ کے مقرر کردہ امیر کو شہر سے نکال باہر کیا اور جتنے بنی امیہ تھے اُن کو قتل کیا۔

یزید کے بعد ملک شام میں فساد اور بدامنی

صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں چوں یزید ابن معویہ در ربیع الاول سنہ اربعین و ستین [۶۴] جان بمالک دوزخ سپرد مردم شام پسر او معویہ را بر تخت حکومت نشاندند و او بعد از او چہل روز زندہ بود و بعضے یک ماہ گفتہ و چوں روزے از سلطنت معاویہ در گذشت باستحضار اکابر و اشراف دمشق فرمان داد و بایشاں گفت کہ من از عہدۂ خلافت بیرو

نمی توانم آمد واین مہم زیادہ از حوصلہ من است ومن نمی خواستم کہ از برائے شما خلیفہ تعین کنم چنانچہ ابوبکر عمر را نصب کرد اما مثل عمر ہیچکس را نیافتم بازگردم کہ این کار را بہ شورائے حوالہ کنم۔ چنانچہ عمر حوالہ کرد اینمعنے نیز بنابر عدم صلاحیت خلق در حیز تاخیر و تعویق ماند اکنون شما اختیار دارید ہر کرا خواہید بخلافت تعین فرمائید۔ معارف شام گفتند ہر کس را کہ تو خلیفہ سازی متابعت او خواہیم نمود معویہ گفت من حلاوت خلافت شمارا نایافتہ چگونہ متقلد وزرم وگناہ آن کردم و بروایتے گفت حرارت ترک خلافت ادراک کردہ حلاوت آن را بہ بنی امیہ رہا بکنم بعد از آن بکنج عافیت اختیار کردہ از منزل خود بیرون نیامد۔

صواعق محرقہ میں اسکی تخت نشینی کی کیفیت یوں لکھی ہے۔

وکانت سلطنت یزید سنہ ستین ومات فی اوّل سنہ اربع وستّین وان معاویۃ ابن یزید ابن معویۃ لمّا ولی العھد صعد لمنبر فقال انّ ھٰذہ الخلافۃ حبل اللہ تعالیٰ وانّ جدّی معویۃ نازع الامر اھلہ ومن ھو احق بہ منہ علی بن ابیطالب علیہ السّلام ورکب بکم ما تعلمون حتّٰی میتۃ فصار فی قبرہ رھینا بذنوبہ ثمّ قلد ابی الامر وکان غیر اھلہ ونازع ابن بنت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ والہ وسلّم فقصفت عمرہ وابتر عقبہ وصار فی قبرہ رھینا بذنوبہ ثمّ بکیٰ وقال من اعظم الامور خسارۃ علینا علمنا بسوءہ ومصرعہ وبئس منقلبہ وقد قتل عترۃ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ والہ وسلّم واباح الخمر وحزب الکعبۃ ولم اذق حلاوۃ الخلافۃ فلا اذوق مرارتھا ولا اتقلدھا فشانکم فی امرکم واللہ لئن کانت الدّنیا خیرا فقد قلنا منھا حظا وان کانت شرّا فکفی ذرّیۃ ابی سفیان ما اصابوا منھا ثمّ تغیب ثلثۃ اشھر مات من احد عشرین وقیل عشرین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

سلطنت یزید کی ابتدا سنہ ۶۰ ہجری اور اسکی موت سنہ ۶۴ ہجری میں واقع ہوئی۔ اسکے بعد اسکا بیٹا معویہ ابن یزید ابن معویہ اسکا ولیعہد اور وارث ہوا۔ منبر پر گیا اور بیان کیا کہ خلافت حبل اللہ ہے۔ اور حقیقت میں ہمارے دادا نے اس خلافت کے اصلی حقدار کے ساتھ نزاع کی اور حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام اس کے لیے سب سے زیادہ مستحق تھے۔ اور تم لوگ اسکی نسبت جانتے ہو۔ پس اُس کی موت آگئی اور وہ قبر

پس اپنے گناہوں کے عوض میں گرفتار ہے۔ پس اُسکے بعد میرے باپ نے یہ امر اختیار کیا اور وہ بھی اس کے لیے کسی طرح اہل نہیں تھا۔ اور اس نے بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند کے ساتھ نزاع کی اور اُن کے رشتۂ حیات کو منقطع کر دیا۔ اور اُنکے تمام اعقاب و اخلاف کو مستاصل کر دیا اور وہ بھی اپنی قبر میں مبتلائے عذاب ہے۔
اور کہنے لگا کہ اب اس سے سوا ہماری خسارت کا اور کون امر ہوگا۔ اور اُسکی پاداش اور بُری سزا سے بڑھکر اور کس کی سزا ہوگی۔ کیونکہ اُس نے عترت جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کیا۔ اور شراب کو مباح کیا۔ اور خانۂ خدا کو خراب کیا۔ اور پھر اس خلافت کا کوئی مزہ بھی نہیں اُٹھایا۔ پس ہم اس میں سے کوئی حصّہ نہیں لینگے۔ اور اس کام کو ہم نہیں اختیار کرینگے۔ تمہاری جس کام میں خرابی ہے۔ قسم خدا کی اگر تمام دنیا سراپا خیر ہو جاوے تاہم اُنکی خطاؤں کا معاوضہ نہیں ہو سکتا۔ اور اگر تمام دنیا شر ہو جاوے تاہم وہ آل ابوسفیان کی ان تکلیفوں میں جسے وہ اُٹھا رہے ہیں کچھ مدد نہیں کر سکتے۔ یہ کہکر وہ محل میں چلا گیا اور بعد اسکے مر گیا۔ اُسکا سن بیس برس کا تھا۔ بعضوں نے اکیس برس بھی لکھے ہیں۔ اِسکی مدت حکومت کو بعض نے چالیس دن اور بعض نے تین مہینے لکھا ہے۔
دمشق میں بدامنی۔ معویہ ابن یزید کے بعد ممالک شام کے امور ملکی میں بالکل بدامنی اور بے آئینی پھیل گئی۔ اور جو اسباب کہ محمد شاہ رنگیلے کے بعد سلطنت دہلی کی خرابی کے ہوئے وہی آثار ملک شام کی بربادی کے لیے بھی اس البیلے بادشاہ کے بعد ظاہر ہوئے۔ عبداللہ ابن زیاد اور یزید سے اخیر وقت میں کشیدگی ہو گئی تھی۔ اور اس سوء مزاجی کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ یزید ابن زیاد کو ابن زبیر کے خلاف میں مہم کعبہ پر بھیجنا چاہتا تھا لیکن وہ بیماری کا بہانہ کر کے بیٹھ رہا۔ یزید کو بہت بُرا معلوم ہوا۔
ابن زیاد کے ایکباری ایسے انکار صاف سے سخت تعجب ہوتا ہے۔ کہاں تو وہ یزید کے پسینہ پر اپنا خون گرانے کو موجود تھا۔ کہاں ایسی دست برداری اور بے سروکاری۔ اِسکا اصلی باعث یہ تھا کہ قتل امام حسین علیہ السلام کے بعد جب چاروں طرف سے تیر ملامت کا رخ یزید کی طرف ہوا تو اُسکو ملک کی بدامنی۔ عام فتنہ و فساد اور اپنے انتزاع سلطنت کا ضرور خوف ہوا اس لیے یزید نے جیسا کہ اوپر لکھا گیا ایک خاص انجمن میں عام طور سے اس

یکہ و تنہا نکل پڑا تھا وہ ظاہر ہے۔ اُسکے تمام عزیز و اقارب اور اسباب و اموال بصرہ میں پڑا تھا وہ خود بیک بینی و دو گوش بصرہ سے شام تک کی مسافت طے کر رہا تھا۔ اور ایسی حالت میں کہ قدم قدم پر لوٹے جانے اور قتل کیے جانے کا خوف دل سے لگا ہوا تھا۔ اُس ازدی کا بیان ہے کہ میں نے ابن زیاد کو سر نہوڑائے ہوئے دیکھکر سمجھا کہ یہ شاید سو رہا ہے۔ میں نے اُس سے کہا کہ یہ سونے کا وقت نہیں ہے بلکہ ہوشیار اور بیدار رہنے کا۔ ابن زیاد نے جواب دیا کہ میں سوتا نہیں بلکہ کچھ سوچتا ہوں۔ ازدی نے کہا تو تین امور کی طرف سوچ رہا ہے۔ اوّل تو تو قتل جناب امام حسین علیہ السلام کی طرف سے انتہا درجہ کا پریشان ہے۔ دوسرے قصر ابیض کے چھوٹنے کا بھی تجھ کو سخت کوفت ہے۔ کیونکہ تو نے اُس میں کیا لاکھوں روپیہ لگایا۔ اور کوئی لطف نہ اُٹھایا۔ تیسرے قتل خوارج کی طرف سے بھی تجھے اندیشے لگے ہیں۔ کیونکہ آخر وہ بھی تو مسلمان تھے۔ اُن سب کا خون بھی تو تیرے ہی سر جائیگا۔ ابن زیاد نے جواب دیا کہ نہیں۔ ان امور میں سے کسی امر کا مجھے خیال نہیں ہے۔ قتل امام حسین علیہ السلام کی طرف میرا یہ عقیدہ ہے کہ اُنہوں نے (معاذ اللہ) امیر وقت پر خروج کیا۔ یزید نے اُن کے قتل کا مجھے حکم دیا میں نے اُس کے حکم کی تعمیل کی۔ اب اگر قتل امام حسین علیہ السلام کے لیے میں ماخوذ کیا جاؤنگا تو میرے ساتھ یزید بھی ضرور ماخوذ ہوگا۔ قصر ابیض کے چھٹنے کا بھی مجھے کوئی افسوس نہیں کیونکہ وہ عمارت میری ملکیت نہیں بلکہ اُس کی تعمیر یزید کے حکم اور مال سے ہوئی ہے اور وہ اُسی کا مال ہے۔ پھر مجھ کو اُسکی کیا فکر ہے۔ اب رہا قتل خوارج۔ اسکی بھی مجھے کوئی پروا نہیں۔ کیونکہ وہ یہ فرقہ ہے جسپر اُس شخص نے تلوار کھینچی ہے جو مجھ سے کہیں بدرجہا بہتر تھا۔ مجھ سے قبل امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے اس فرقہ کا استیصال فرمالیا ہے تب اُنکے بعد میں نے تلوار کھینچی ہے۔ ایسی حالت میں مجھ کو کوئی الزام نہیں دے سکتا۔

اتنا سُنکر اُس مرد ازدی نے کہا کہ خیر۔ میرا ہی قیاس غلط تھا۔ اب تم خود کہو کہ تم کن خیالوں میں غلطاں و پیچاں ہو۔ ابن زیاد نے جواب دیا کہ امر واقعی تو یوں ہے کہ میں ملک شام کے معاملات کے خیالوں میں محو ہوں۔ اگر اہل شام نے کسی کی بیعت کر لی ہو اور اپنا امیر کسی کو تسلیم کر لیا ہے تو میں بھی ضرور اُسی کو اپنا امیر وقت تسلیم کرونگا اور اگر اُنہوں نے اس وقت تک کسی کی بیعت نہیں کی ہے تو پھر میں جس کو چاہونگا اُسکو امیر

بنادونگا - اور اُسی کی بیعت تمام اہل شام سے کرادونگا۔ کیونکہ میں اہل شام سے خوب واقف ہوں۔ اُن کی مثال بھیڑ کے گلے کی ہے جس طرف جی چاہے اُنکو ہانک لیجائیے۔

مروان اور ابن زیاد کی گفتگو - الغرض ابن زیاد کسی نہ کسی طرح شام میں داخل ہوا۔ اُس وقت اہل شام میں دو فرقے ہورہے تھے۔ ایک فرقہ کے لوگ تو عبداللہ ابن زبیر کی طرف مائل تھے۔ دوسرے لوگ خالد ابن یزید کی حکومت چاہتے تھے۔ ابن زیاد نے جاتے ہی ان دونوں گروہوں سے اپنا جوڑ توڑ لگایا اور دونوں گروہوں کے مابین منصف ہوکر اُنکے مدعائے دلی کو سُننے لگا۔ خالد ابن یزید کے طرفداروں نے کہا سلطنت بنی امیہ کا حق ہے۔ اس لیے اسکو سلسلہ امویہ سے باہر نہ جانا چاہئے۔ عبداللہ ابن زبیر کے ہواخواہوں نے جواب دیا کہ ابن زبیر اس وقت اکابر قریش میں داخل ہے۔ اور چند ممالک اسلامی پر اُسکا تسلط بھی قوی طریقوں سے ہوچکا ہے۔ ان دلیلوں سے امارت کے لیے اُس کے استحقاق خالد کے مقابلہ میں زیادہ مضبوط اور پرزور ہیں۔

ابن زیاد نے ابھی اس مسئلہ متنازع فیہ کا کوئی تصفیہ نہیں کیا تھا کہ حصین ابن نمیر بھی اپنے علاقہ پر سے آگیا۔ اور اُس نے اہل شام کو ابن زبیر کی طرف سے یہ کہکر بالکل پھیر دیا کہ میں تو ابھی مکہ سے آرہا ہوں اور عبداللہ ابن زبیر سے ملتا آرہا ہوں۔ وہ حکومت و امارت کی مطلق صلاحیت نہیں رکھتا۔ اب اور سنیئے۔ خالد ابن یزید کو حسان ابن مالک نے اپنے علاقہ اُردن پر بلالیا۔ شہر دمشق طائف الملوکی کے چوگان بازوں کے لیے بالکل خالی ہوگیا۔ مروان جو بنی امیہ کے اکابر اشیاخ میں تھے۔ اس موقع پر موجود تھے۔ اہل شام کو خالد کی کم سنی کا عذر دکھلا کر ابن زبیر کی طرف دعوت کرنے لگے۔ ابن زیاد یہ رنگ دیکھکر بہت گھبرایا وہ کسی طرح امر خلافت بنی امیہ میں رکھنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لئے اُس نے خالد کی تخت نشینی کے مسئلہ کو شروع ہی سے کاٹنا شروع کردیا۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ مہم مکہ کی سرداری نہ قبول کرنے سے نہ یہ یزید کا خادم اور مطیع رہا تھا اور نہ یزید اسکا حاکم رہا تھا نہ مخدوم۔ اسکی خودغرض طبیعت۔ یزید کے خلاف ابن زبیر کا رنگ بھی تو نہیں جمنے دیتی تھی کیونکہ وہ خوب سمجھتا تھا کہ ابن زبیر کی سلطنت کا استحکام بغیر امام علیہ السلام کے انتقام کے نہیں ہوسکتا۔ اور جب انتقام کا نام لیا جائیگا تو سب سے پہلے میری ہی گردن اُڑائی جائیگی۔

انہیں خیالوں سے نہ وہ یزید کا طرفدار ہو سکتا تھا اور نہ ابن زبیر کا ہوا خواہ۔ استغفر اللہ
ابن زیاد اُس وقت عجیب کشمکش میں تھا۔ مگر تاہم اُس کی خودغرض طبیعت نے اپنی کامیابی
کے لیے راہ بنا ہی چھوڑی۔ وہ اس طرح کہ اُس نے ہر طرف سے مجبور ہو کر مروان کو
ایک دن اپنی خلوت میں بُلایا۔ اور اُس کو سمجھایا کہ یہ تجھ کو کیا ہو گیا ہے کہ تم ابن زبیر
کی متابعت کا دم بھر رہے ہو۔ تم نہیں جانتے ہو کہ ابن زبیر وہی شخص ہے جس نے
اہل کوفہ کو عثمان کے خلاف اُبھارا۔ اور اُن کے قتل کا باعث ہوا۔ اور تم اُن کی محافظت
اور مدافعت میں زخمی ہوئے۔ جس زخم کا نشان ابھی تک تمہاری گردن پر باقی ہے ایسی
حالت میں تم کو اُس کے ساتھ رہ کر کسی قسم کے فائدہ کی امید کرنا محض فضول ہے۔
مروان نے جواب دیا کہ اچھا پھر کیا کروں۔ خالد ابن یزید محض کم سن ہے۔ اگر کاروبار ملکی
اُسکے سپرد ہوئے تو لہو و لعب میں سراپا مشغول ہو جائیگا۔ اور سلطنت کا کاروبار خراب ہو جائیگا۔
ابن زیاد بولا یہ تو سچ کہتے ہو۔ علاوہ ان باتوں کے جو تم نے سوچی ہیں اس امر پر بھی غور کرو
کہ خالد بھی ایک دن جوان ہو کر وہی باپ کا رنگ پکڑ لیگا۔ اور یزید کی طرح جھوٹا۔ بیوفا۔
اور بدعہد ہو جائیگا۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ یزید نے قتل امام حسین علیہ السلام کی نسبت
مجھ کو پچاس خط لکھے تھے۔ جب میں نے اُس کے حکم کی تعمیل کر دی تو وہ اُلٹا مجھی کو
الزام دینے لگا۔ اور کہنے لگا کہ ابن زیاد نے بغیر میری اجازت کے جناب امام حسین علیہ السلام
کو شہید کیا۔ یزید کی مثال بالکل شیطان کی ہے۔ جیسا کہ حق سبحانہ تعالیٰ و تبارک قرآن شریف
میں فرماتا ہے وقال الشیطان للانسان اکفر فلما کفر قال انی بری منک انی
اخاف اللہ رب العلمین۔ شیطان کی خاصیت میں داخل ہے کہ انسان سے معصیت
کرنے کو کہتا ہے۔ جب انسان کر چکتا ہے تو شیطان کہنے لگتا ہے کہ جو کچھ اس نے کیا میں
اس سے بری ہوں کیونکہ میں تو اپنے خدائے رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔
مروان بولا یہ سب طومار جانے دے۔ اب تیری تجویز میں کس کو امیر ہونا چاہیئے۔ ابن زیاد نے
چھوٹتے ہی منہ کہا تجھ کو۔ کیونکہ اس وقت تجھ سے بڑھکر کوئی دوسرا شخص بزرگ نہ قبیلۂ قریش
میں ہے نہ بنی امیہ میں۔ مروان بولا تو مجھ سے استہزا کرتا ہے۔ ابن زیاد نے کہا حاشا و
کلا۔ آپ میرے باپ کے برابر ہیں۔ میں آپ سے ہنسونگا۔ آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں میں ابھی
ابھی آپ کی بیعت کا شرف حاصل کرتا ہوں۔ مروان بولا کہ اگر یہی مرکوز خاطر ہے تو پہلے

اہل شام کو اپنی تجویز پر متفق کر لو۔ ابن زیاد نے کہا بہتر۔

مروان ابن الحکم کی حکومت

بہر حال ابن زیاد نے تو سالہا سال سے اہل شام کے قلوب پر پورا پورا تسلط کر رکھا تھا۔ اور کیوں نہ رکھتا۔ تاریخ دیکھنے والے جانتے ہیں کہ معاویہ کی سلطنت۔ عراق، شام اور اُس کے مضافات میں زیاد اور اُس کے بیٹوں کی جمائی ہوئی تھی۔ وہ کون تھا جو اُسکے دائرۂ فرمان سے باہر تھا۔ یزید کی بے آئینی اور بے عنوانی کے مقابلہ میں اُسکو تخت سلطنت کو کون سنبھالے تھا۔ وہ یہی ابن زیاد تھا جس نے اتنی شکایتوں کے مقابلہ میں جس نے بدظن اور بے دل رعایا کو یزید کی انتزاع سلطنت کا موقع نہ دینے دیا المختصر تھوڑے ہی دنوں میں تمام اہل شہر کو اپنی رائے میں لے لیا اور اُن سے برضا ورغبت مروان کی بیعت لے لی۔ اللہ اللہ اس طائف الملکی کے زمانہ میں کتنے لوگوں کی پرانی تمنائیں بر آئیں۔ عبداللہ ابن زبیر جنگ جمل کے زمانہ سے خلافت کی ہواؤ ہوس میں گرفتار تھے۔ اس وقت اُن کے لیے بھی کچھ نہ کچھ سامان ہو ہی گیا۔ مروان ابن الحکم تو عثمان کے وقت ہی سے اُنکی جانشینی۔ نیابت اور خلافت کی تاک لگائے تھے۔ چالیس برسوں کے بعد اُن کی تمناؤں کے بھی دن پورے ہوئے۔ اور اُنکی کہنہ سال شاخِ مراد بھی کہولیت کے پورے زمانہ میں بار آور ہوئی۔ مروان کی بیعت شام میں ہو گئی۔ اُسی دن یہ تخت حکومت پر بیٹھکر خلیفۂ عصر تسلیم کر لیے گئے۔ اور انہوں نے تخت خلافت پر بیٹھتے ہی ابن زیاد کو اپنا مدار المہام بنایا۔

سب سے پہلے مروان ضحاک ابن قیس اور نعمان ابن بشیر سے بھڑے۔ جو عبداللہ ابن زبیر کے ہوا خواہوں میں تھے۔ مگر جس کی بننے والی ہوتی ہے اُس کی بھر بنتی ہی چلی جاتی ہے۔ اس معرکہ میں ضحاک ابن قیس مارا گیا۔ اور اُس کی تمام جمعیت ہزیمت پاکر ادھر اُدھر منتشر ہو گئی۔

نعمان ابن بشیر الانصاری کی بھی یہی کیفیت ہوئی۔ اہل شام کے چند باشندوں نے ملکر انکا بھی خاتمہ کر دیا۔ بعض تاریخوں سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اہل شام نے نہیں بلکہ اہل حمص نے اُن کو مار ڈالا۔

ان دونوں کے مرتے ہی ابن زبیر کی سلطنت کا مسئلہ بھی ملک شام میں مردہ ہو گیا۔ اور

مروان بہ اطمینان شام میں سلطان ہو گئے۔ اس سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ خالد ابن یزید کو زفر ابن الحارث اپنے ساتھ علاقہ پرلے گیا تھا۔ جب مروان کی تخت نشینی کی خبر اُس کو ہوئی تو وہ بہ امید سلطنت خالد ابن یزید کو لیکر پھر شام میں واپس آیا۔ مروان کی یہ رائے ضرور تھی کہ خالد کو علاقہ حمص کا عامل مقرر کر کے اُسکی مایوسی کے آنسو پونچھ دیئے جائینگے۔ مگر ابن زیاد اُس کے ساتھ اتنی رعایت و مروّت کا بھی روادار نہوا اور مروان سے کہنے لگا کہ خالد بچہ ہے۔ اُسکی حکومت سے بہت سے فتنہ و فساد کا احتمال ہے۔ بہتر یہ ہے کہ تم خالد کی ماں سے عقد کر لو تو تم کو پھر خالد کی طرف سے پورا اطمینان ہو جائیگا۔ اور یہ بھی تم کو اپنا خواہ مخواہ باپ سمجھکر ضرور متابعت کریگا۔

حقیقت تو یہ ہے کہ مروان کی اس پیرانہ سالی کے زمانہ میں عیش و عشرت کے تمام اسباب مہیا ہو گئے تھے۔ صرف ایک پہلو خالی تھا وہ بھی آباد ہو گیا۔ ابن زیاد نے ام خالد کو سمجھا بجھا کر مروان سے عقد کرنے پر راضی کر لیا اور عقد بھی ہو گیا۔ اور مروان جو جو سوچے تھے سب فراہم ہو گیا۔ اب زفر ابن الحارث کی بھی کچھ نہ چلی۔ تو آخر ہر طرف سے عاجز آکر انہوں نے مروان کی ہجویں لکھ کر علانیہ پڑھنی شروع کر دیں۔ مروان نے اس کی سزا میں زفر کے قتل کا حکم دیدیا۔

زفر ابن حارث کی سرگذشت۔ زفر شام سے بھاگا اور افتاں و خیزاں یکہ و تنہا قلعہ قرقیسا تک پہنچا۔ اور وہاں پناہ لینی چاہی۔ مگر حاکم قلعہ اُس کے پناہ دینے پر راضی نہوا۔ زفر جیسا شخص تھا اُس سے ہر شخص واقف تھا۔ اسی لیے اس وقت کوئی شخص اُس کی حمایت اور ہمدردی پر راضی نہوتا تھا۔ زفر نے رنگ بیرنگ دیکھکر کہا کہ میں تمہارے قلعہ میں ایک دن بھی نہ رہونگا۔ صرف حمام کر کے اپنی راہ لونگا۔ اگر میں ٹھہروں تو البتہ تم کو مجھ سے خوف ہونا چاہیئے۔

خیریت تھی کہ زفر کے ہم قبیلہ دو چار لوگ اُس قلعہ میں موجود تھے۔ اُنہوں نے قلعہ دار کو سمجھا بجھا کر صرف حمام کرنے کی اجازت دلوادی۔ پھر کیا تھا ع آنکھوں میں گھر کیا تو چلو دل میں گھر کیا + اتنی جگہ ملے تو کسی کی نگاہ میں + اب سنیئے۔ زفر کب چوکنے والے تھے۔ قلعہ میں جا کر جم رہے۔ لوگ ان سے حمام کرنے کو کہنے لگے تو یہ جواب میں فرمانے لگے کہ مجھ سے تم سے صرف حمام کے بعد چلے جانیکا وعدہ ہے۔ حمام کا وقت

تعین کرنے کے لیے کوئی معاہدہ نہیں ہوا ہے۔ اس وجہ سے مجھ کو اختیار حاصل ہے کہ جب چاہوں حمام کروں۔

الغرض زفر فی الحقیقت ایسا ہی چالاک تھا۔ اُس نے رات ہی بھر میں تمام اہل قلعہ پر اپنی ابلہ فریبیوں سے وہ اثر ڈالا کہ وہ سب کے سب اُس کے بندے ہو گئے۔ اور صبح ہوتے ہی اصل قلعہ دار کو نکال باہر کر کے تمام قلعہ میں اپنا عملدرآمد کر لیا۔ یہ تو شام کی کیفیت تھی۔ اب ہم کوفہ اور بصرہ کے حالات بھی ذیل میں قلمبند کرتے ہیں۔

شیعیان علی علیہ السلام اور سلیمان ابن صرد خزاعی کی کوشش۔

اس میں شک نہیں کہ واقعات کربلا کے اثر نے تمام عرب کے کلیجے دہلا دیے۔ اگرچہ ملکی رعایا کو جناب امام حسین علیہ السلام سے کوئی تعلق زندہ نہیں تھا اور نہ کوئی خلوص۔ مگر یہ اُسی روحانی تقدس اور عظمت کا اثر تھا جو آپ کو درگاہ الٰہی سے عنایت ہوئی تھی۔ کہ آپ کی شہادت کے بعد تمام ملک کے لوگ آپکے مصائب سے متاثر ہو کر اُس شخص سے اپنی انتہا درجہ کی ناراضی اور نفرت کا اظہار کرنے لگے جسکو چند روز پہلے وہ امام حسین علیہ السلام کے مقابلہ میں اپنا خلیفۂ برحق۔ امام زمان اور فرمانروا تسلیم کر چکے تھے۔ یہ بھی آپ کے خون ناحق کی روحانی تاثیر تھی جسنے شہر کوفہ ہی سے آپکے خون کے انتقام لینے والوں کو بھی پیدا کر لیا۔ اور جن تلواروں سے آپکے خون کے دریا بہائے گئے تھے اُنہیں سے آپ کے قاتلوں کے نام و نشان بھی مٹائے گئے۔ اب اس سے بڑھ کر اس واقعۂ عظیمہ کی حقیقت اور صداقت کے کیا ثبوت ہو سکتے ہیں۔ جہاں واقعات کربلا اپنی تمام مثالوں میں بے نظیر مانا گیا ہے وہاں ان معاملات میں بھی وہ عدیم المثال ثابت ہوتا ہے۔

بہر حال۔ اس میں کوئی تامل نہیں کہ شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد بھی شیعیان اہلبیت علیہم السلام میں نہایت پر جوشیوں کے ساتھ انتقام کا خیال پیدا ہو گیا تھا۔ چنانچہ طبری۔ صواعق محرقہ اور روضۃ الصفا بالاتفاق بیان کرتے ہیں کہ شیعیان علی ابن ابیطالب علیہما السلام میں ۶۱ھ ہجری ہی سے اِسکا خیال پیدا ہو گیا تھا۔ مگر وہ اپنی مجبوری اور بے سروسامانی کی وجہ سے کسی فوری تحریک کی علانیہ جرات نہ کر سکے۔

اسکی اصلی کیفیت یوں ہے کہ جس وقت امام حسین علیہ السلام کے مبارک واقعات کی خبر اہل کوفہ نے سنی اور اہلبیت علیہم السلام کی پریشاں حالی۔ ذلت اور تحقیر اپنی آنکھوں سے دیکھلی تو وہ اپنے آپ میں نہ رہے۔

سب سے پہلے وہ لوگ جو حضرت مسلم ابن عقیل کی بیعت سے منحرف ہو گئے تھے۔ انہوں نے اپنی نسبت سوچ لیا کہ ان تمام واقعات کے باعث ہمیں ہیں۔ اگر ہم مظلوم کربلا کو اپنا خلوص نہ دکھلاوے تو آپ کبھی مکہ معظمہ سے نقل وحرکت نہ فرماتے۔ اور جناب مسلم کو یہاں نہ کھینچتے اس پر بھی اگر ہم جناب مسلم کو پوری قوت حسب الوعدہ پہنچاتے تو پھر اہل شام کو امام مظلوم پر دسترس کا کبھی موقع نہ ملتا۔ آخرکار انہوں نے یہ سوچ لیا کہ اب ہماری ان فروگذاشتوں کے عوض میں ہمارا بھی وہی نتیجہ ہونا چاہیے جو جناب امام حسین علیہ السلام کا ہوا۔ اس گروہ کے سردار پانچ بزرگوار تھے۔ سلیمان ابن صرد خزاعی رحمۃ اللہ علیہا جن کو جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کی صحابیت سے شرفیابی حاصل تھی۔ عبداللہ ابن اسودؓ ابن نفیل ازدی مسیب ابن نخبہ (اکابر صحابہ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام میں داخل تھے) رفاعہ ابن شداد بجلی رح (یہ بھی بہت بڑے دیندار۔ پرہیزگار روسائے شیعہ اور عمائد کوفہ میں شمار ہوتے تھے) عبداللہ ابن وال رح۔ یہ سب بزرگوار سلیمان ابن صرد خزاعی کے مکان میں جمع ہوئے اور آپس میں گفتگو کا سلسلہ یوں شروع ہوا کہ سب سے پہلے مسیب ابن نخبہ نے اپنی طرف سے سلسلہ کلام کو یوں آغاز کیا کہ ہم کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حق سبحانہ تعالےٰ نے بعد جناب امام حسین علیہ السلام کے ہم لوگوں کو زندہ رکھکر یہ مقدر فرمایا ہے کہ ہم اپنی اتنی عمر کی طوالت ایام کو انواع اقسام کے مصائب اور شدائد میں صرف کر دیں۔ اور یہ مصائب ہمارے لیے صرف عدم نصرت امام حسین علیہ السلام کی پاداش میں مقرر فرمائے گئے ہیں۔ اب ہم اپنے ان اعمال قبیحہ سے سخت نادم ہیں اور ہمارا یہ ارادہ ہو چکا ہے کہ ہم توبہ اور استغفار میں مشغول ہوں۔ شاید کہ خداوند جلیل ہماری ان خطاؤں کو بخشدے۔ اسی طرح اور لوگوں نے بھی جو نصرت امام علیہ السلام کی خدمت پر حاضر نہ ہو سکے تھے پُرجوش تقریریں اور عقیدتمندانہ کلام کئے۔

ان سب کے جواب میں سلیمان صرد خزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تمہارے یہ عذر

قابل پذیرائی نہیں ہیں۔ انہوں نے پوچھا تب ہمیں کیا کہنا چاہیئے۔ کہ ہماری توبہ و استغفار پروردگار کے درجۂ اجابت تک پہنچے۔ سلیمان نے جواب دیا کہ تمہارے افعال کی تلافی سوائے اِس کے نہیں کہ تم لوگ بھی قوم بنی اسرائیل کے ایسا آپس میں لڑ بھڑ کر کٹ مرو جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت سے مستفیض ہوتا ہے انکم[ع] ظلمتم انفسکم باتخاذکم العجل فتوبوا الی بارئکم فاقتلوا انفسکم۔ سلیمان کا یہ حکم سنتے ہی وہ لوگ توبہ و استغفار کے لیے سربسجود ہو گئے۔ اور ایک مار ان لوگوں نے اپنی تلواریں نیام سے کھینچ لیں۔ اور اپنے نیزے سیدھے کر لیے اور ہمہ تن اس پر اتفاق کر بیٹھے کہ قاتلان آل محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود سے تمام دنیا کو پاک کر دینا چاہیئے۔ اور جس طرح انہوں نے اہلبیت علیہم السلام کا نام مٹایا ہے اُسی طرح انکا خاتمہ بھی کر دینا چاہیئے۔ اور تسلط حاصل ہو جانے کے بعد جناب امام زین العابدین علیہ السلام کو سریر خلافت پر بٹھلا دینا چاہیئے۔ بہرحال انکی وہ تجویزیں تھیں جو یزید کے زمانۂ حیات ہی سے پیش ہو کر آپس میں منظور ہو چکی تھیں۔ مگر چونکہ اُس وقت ان کی تعداد بہت قلیل تھی اور سامان مقابلہ بھی فراہم نہیں تھے اس لیے یہ وقت کے منتظر بیٹھے رہے۔ اور آپس میں ادھر اُدھر تحریک کرتے رہے۔

بیرونجات میں شیعوں کے خطوط

سلیمان نے سب سے پہلے شیعیان مدائن کے نام خط لکھے۔ اور عبداللہ ابن مالک طائی کو خط دیکے سعد ابن حذیفہ یمانی کے پاس بھیجا۔ تمام خطوں میں مضمون یہی تھا کہ امام حسین علیہ السلام کے خون ناحق کے عوض لینے کے لیے امادہ رہو۔ جب اِس خط کے مضمون سے اہل مدائن کو اطلاع ہوئی تو سب نے باتفاق رائے یہ جواب لکھا کہ ہم تیار اور مستعد ہیں۔ دوسرا خط سلیمان نے مثنے ابن مخرمہ عبدی کو لکھا۔ اُسنے بھی اُن کی رائے سے اتفاق

ع انکم ظلمتم انفسکم الخ۔ یہ آیہ اُس قوم بنی اسرائیل کی سزاؤں کی خبر دیتا ہے جنہوں نے سامری کی تقلید میں گوسالہ پرستی اختیار کر لی تھی۔ جب جناب موسٰے علے نبینا وعلیہ السلام میقات سے واپس آئے تو خداوند جلیل نے اس قوم مرتد کی سزا یہ تجویز فرمائی کہ وہ اپنے ان معاصی کے معاوضہ میں اپنی جانوں کی قربانیاں چڑھائیں تب اُنکی مغفرت ہو گی۔ یہ حکم سنکر وہ فرقۂ مرتد علاوہ کھڑا ہو گیا اور ایک نے دوسرے کو اپنی تلوار سے قتل کر ڈالا۔ تفصیل کے لیے دیکھو کتب تفاسیر ۱۲

المؤلف
اولاد حیدر عفی عنہ

کیا اور جواب میں لکھ بھیجا کہ تاریخ معین پر ایک بڑی جماعت کے ساتھ میں آجاؤنگا۔
المختصر یزید کے زمانۂ حیات تک تو یہ لوگ بالکل خموش بیٹھے رہے اور اس عرصہ میں وہ مخالف سے مقابلہ اور مقاتلہ کے سامان اور اپنی جمعیت کے اسباب افزائش فراہم کرتے رہے۔ یہاں تک کہ یزید مر گیا۔ اور مروان خواہ مخواہ اُس کے جانشین ہو گئے۔ تو ان حضرات نے اپنے ارادوں کا علانیہ اظہار کرنا شروع کر دیا۔

مختار کی ابتدائی چھیڑ چھاڑ۔ اسی زمانہ میں مختار نے مکّہ کا سفر کیا۔ جب مکّہ سے واپس ہوئے تو راہ میں ہانی ابن ابی حنّہ سے ملاقات ہوئی۔ اُس سے اہل کوفہ کا حال دریافت کیا۔ ہانی نے کہا کہ اہل کوفہ کبھی ایک امر پر مستقل نہیں رہتے۔ مختار نے جواب دیا میں تو ان سب کو ایک رائے پر مستقل کر لونگا۔ اور اُنہیں کے ذریعہ سے اہل باطل و جبابرہ کو قتل کرونگا انشاء اللہ تعالےٰ و لاحول و لاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ پھر مختار نے سلیمان کا حال دریافت کیا۔ اور پوچھا کہ اُن لوگوں نے فوج کشی کی یا نہیں۔ ہانی نے کہا ابھی تو نہیں مگر تیاری میں ہیں۔ مختار وہاں سے روانہ ہوئے اور نہر حیرہ پر ٹھہرے۔ جمعہ کا دن تھا غسل کیا۔ کپڑے بدلے۔ تلوار کمر سے لٹکائی۔ گھوڑے پر سوار ہوئے۔ اور کوفہ میں دن رہتے داخل ہو گئے۔ جس طرف سے گذرتے جاتے تھے کہتے جاتے تھے کہ تم لوگوں کو بشارت ہو کہ میں آپہنچا۔ میں تمہاری خواہشوں کو پورا کرونگا۔ اور قوم فاسقین پر مسلط ہونگا۔ الغرض مختار نے شیعیان علی ابن ابیطالب علیہما السلام پر یہ ظاہر کر دیا کہ ہم حضرت محمد حنفیہ کے فرستادہ ہیں۔ انہوں نے ہمکو خون جناب امام حسین علیہ السلام کے عوض لینے کے لیے مقرر فرمایا ہے۔ شیعیان کوفہ نے اُن کے کلام کی تائید تو کی مگر یہ کہا کہ ہم فی الحال سلیمان ابن صرد خزاعی کی بیعت کر چکے ہیں۔ اب پھر نہیں سکتے۔ تم اپنے کام میں تعجیل نہ کرو۔ مختار نے شیعوں کے جواب پر سکوت کیا اور اس بات کے منتظر رہے کہ دیکھیں سلیمان کیا کرتے ہیں۔ لیکن در پردہ یہ چاہتے تھے کہ شیعہ سلیمان کی بیعت کو ترک کر کے مجھ سے بیعت کریں۔ چنانچہ وہ اس کوشش میں کامیاب بھی ہوئے اور سب سے پہلے عبید اللہ ابن عمر و اسمٰعیل ابن کثیر نے اُنکے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ شہید اسلام ۳۸۹۔

مختار اور سلیمان کی گفتگو۔ مختار اور سلیمان کے باہمی اتفاق نہ ہونے کی وجہ یہ ہوئی کہ مختار نے جناب محمد حنفیہ کے خطوط دکھلا کر سلیمان کو اپنا مطیع بنانا چاہا تھا مگر سلیمان

نے کہدیا کہ محمد حنفیہ سے پوچھکر ہم تمہاری بیعت کرینگے۔ دوسرے یہ کہ مختار نے سلیمان سے بنی امیہ پر حملات کرنے کی فرمائش کرنی شروع کردی۔ جس کو سلیمان نے مصلحت وقت کے بالکل خلاف سمجھا اور مختار کو سمجھادیا کہ ابھی ہماری صف آرائی کا وقت نہیں ہے یہی دونوں امر مختار کے خلاف گذرے۔ اور اُنہوں نے سلیمان کے خلاف کوشش کرنی شروع کردی۔ نتیجہ نااتفاقی کا ہمیشہ بُرا ہوتا ہے۔ عمر ابن سعد اور شیث ابن ربعی کو مختار کی مخالفت کی خبر لگ گئی۔ تو اُس نے امیر کوفہ سے کہکر انکو قید کرادیا۔
ہم انکے دوبار قید ہونے کے تفصیلی حالات کو ان کے خاص واقعات میں قلمبند کرینگے۔ بہرحال۔ اتنا لکھکر ہم پھر اپنے قدیم سلسلۂ بیان پر آجاتے ہیں سلیمان اور مختار کی نااتفاقی کا کوئی باعث ہو۔ ہم کو اُس سے کوئی غرض نہیں۔ مگر دونوں کے ارادے اور عزم بالجزم برابر تھے۔ اور اس میں شک نہیں کہ مختار کے قید ہوتے ہی سلیمان کی موجودہ پرجوشیوں میں اور اشتعال ہوگئی۔ اتنے دنوں میں انہوں نے مقابلہ کا پورا سامان کرلیا۔ اب ۶۴ھ ہجری کا آغاز ہوا۔ اس وقت تک عمر ابن حریث ابن زیاد کی طرف سے برائے نام کوفہ کی امارت پر مقرر تھا۔

عبداللہ ابن زبیر کے امیر کوفہ میں۔ عبداللہ ابن زبیر نے مکہ سے عبداللہ ابن زید اور ابراہیم ابن محمد ابن طلحہ کو امیر مقرر کرکے کوفہ میں بھیجا۔ ان دونوں نے عمر ابن حریث کو علیحدہ کرکے امارت کوفہ اپنے ہاتھ میں لے لی۔ جب سلیمان کے مقابلہ و مقاتلہ کی خبر عام ہوگئی تو شدہ شدہ عبداللہ ابن زید کوفہ کے موجودہ امیر کو بھی معلوم ہوئی تو اُنہوں نے اس خبر کے جواب میں کہلا بھیجا کہ اگر سلیمان یا شیعیان اہلبیت علیہم السلام مقابلہ و مقاتلہ کرینگے تو اُنہیں سے جنہوں نے جناب امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا۔ میں تو نہ اُن کے قتل میں شریک تھا اور نہ میں نے حکم دیا ہے پھر میرے لیے خوف کا کیا باعث ہوسکتا ہے۔ چنانچہ اُس نے اُسی دن مسجد جامع میں تمام اہل کوفہ کو جمع کرکے علانیہ سنادیا کہ ایہا الناس اگر تم کو خون امام حسین علیہ السلام کا قصاص لینا ہے تو ابن زیاد اور یزید سے اور بنی امیہ سے لیلو ہم سے تم کو مخالفت کی کیا وجہ ہم تو عبداللہ ابن زبیر کے فرستادہ ہیں۔ اور وہ خود تمہارا ہم خیال ہے۔

سلیمان ابن صرد خزاعی کی ماتحتی میں شیعوں کی کوششیں

غرۂ ربیع الثانی ۶۵ھ ہجری کو سلیمان ابن صرد خزاعی نے حکم دیا کہ تمام اعوان وانصار اور وہ تمام لوگ جو امام علیہ السلام کے قصاص طلبی کے ارادے سے مجھ سے بیعت کر چکے ہیں نخیلہ میں جمع ہوں۔ چنانچہ تمام لوگ جمع ہوئے۔ سلیمان نے جب انکا شمار کیا تو یہ لوگ دس ہزار سے تعداد میں زیادہ نہ نکلے۔ سلیمان کو سخت تعجب ہوا کیونکہ سو ہزار سے زیادہ اس کے ہاتھ پر آکے پانچ برس پہلے بیعت کر چکے تھے۔ اس نے ان کے منہ پر کہدیا کہ تم لوگ ہمارا بھی وہی حال کروگے جو حضرت مسلم ابن عقیل علیہ السلام کا کر چکے ہو۔ حقیقت تو یوں ہے کہ نہ تم لوگوں میں شرم وحیا باقی رہی ہے اور نہ مہر و وفا۔ مگر چونکہ ہم لوگ ایک ایسے امر پر اتفاق کر چکے ہیں جس سے ہم اپنے اختلاف وانحراف کو ارتداد ایمانی سمجھتے ہیں۔ اور جس میں طمع دنیاوی یا حصول دولت وغیرہ کا کوئی لوث نہیں ہے اس لیے ہم اپنی بیعت کرنیوالوں کی کمی وبیشی کا خیال نہیں کرتے ہم اب اس منتقم حقیقی کی نصرت وحمایت پر توکل اختیار کرکے خالصاً للہ اس منزل دشوار گذار میں اپنے قدم بڑھاتے ہیں۔

اتنا کہکر اس نے اپنی جمعیت ہمراہی سے اس امر پر مشورہ لیا کہ پہلے کس سے مقابلہ کیا جاوے۔ اکثر نے یہ رائے دی کہ تمام قاتلان امام مظلوم علیہ السلام تو کوفہ ہی میں موجود ہیں۔ انہیں سے اور یہیں سے ابتدا کرنی چاہیئے۔ بعضوں نے کہا کہ اصل قاتل جناب امام حسین علیہ السلام تو ابن زیاد ملعون ہے اور وہ شام میں بیٹھا ہے۔ پہلے ہم کو اسی کا خاتمہ کرنا چاہیئے۔

اتفاق وقت سے سلیمان نے اسی آخر والی رائے سے اتفاق کیا۔ اور اسی وقت ان سچے سرفروشوں کے پاؤں شام کی طرف اٹھ گئے۔ عبد اللہ ابن زید موجودہ امیر کوفہ کو جب ان جانبازوں کے دلیرانہ یلغاروں کی خبر پہنچی تو وہ خود آیا اور ان کی مردانہ ہمتوں کی بہت بڑی تعریف کی اور کہا کہ مناسب تو یہی ہے کہ تم لوگ اتنا اور توقف کرو کہ عبد اللہ ابن زبیر کی فرستادہ فوج بھی آلے تو باہم متفقہ قوتوں سے اس مہم کا کام لیا جاوے مگر سلیمان کی موجودہ پرجوشیوں میں اب ضبط وتحمل کی زیادہ قوت باقی نہیں رہی تھی اس لیے اس نے اپنے ہمراہیوں سے کہدیا کہ عبد اللہ ابن زید اپنی اس تقریر سے ہمارے موجودہ فرقہ میں تفرقہ پیدا کرنا چاہتا ہے۔ ہماری تمام امیدیں اس منتقم حقیقی کی نصرت وحمایت پر موقوف ہیں اور توکل اپنا شعار ہے۔ ہمکو نہ کسی کی مدد سے سروکار ہے اور

نہ کسی کی اعانت درکار۔

بہرحال یہ لوگ کوفہ سے چل کر قلعۂ قرقیسا میں پہنچے۔ یہاں کا قلعہ زفر ابن الحارث کے قبضہ میں تھا جس کی پوری کیفیت اوپر لکھی جا چکی ہے۔ زفر مسیب ابن نجبہ کا قرابتمند تھا مسیب اُس سے ملے۔ اور اُسنے ان کے لشکر کی رسد رسانی اور آرام و راحت کے تمام اسباب فراہم کر دئے۔ اور ان لوگوں کے ساتھ بہت بڑی خاطر و مدارات سے پیش آیا۔ یہاں تک کہ اپنے خاصہ کے پانچسو اونٹ جَو اور گھاس سے بھر کر دعوت کے طور پر سلیمان کی لشکرگاہ میں بھجوا دیے۔ سلیمان نے زفر سے آکر خود ملاقات کی۔ اور زفر نے مابین گفتگو سلیمان علیہ الرحمہ کو صلاح دی کہ آپ اسی قلعہ میں مقیم ہو کر مخالف سے مقابل ہوں۔ کیونکہ آپ کی ہمراہی فوج کم ہے اور مخالف کی جمعیت آپ سے کہیں زیادہ اس لیے آپ میدان پکڑ کر مخالف سے مقابلہ نہیں کر سکتے۔ سلیمان نے جواب دیا بارک اللہ فیک و جزاک اللہ خیرا۔ تم پر موقوف نہیں۔ موجودہ عامل کوفہ نے بھی مجھے ایسی ہی دوستانہ ہدایتیں کی تھیں۔ مگر ہمارے جملہ امور خدائے قادر و توانا کے توکل پر مبنی ہیں۔ اس لیے ہم ابھی برابر غنیم کے سراغ میں چلے جائینگے۔ جہاں پائینگے وہیں مقابلہ کرینگے۔ زفر نے کہا کہ ہرچند آپ ہماری دوستانہ صلاحوں سے اتفاق نہیں کرتے ہم تاہم اپنی خیرخواہانہ ہدایتوں کے پہنچانے میں اپنی طرف سے دریغ نہ کرینگے۔ دو باتیں اور گوش گذار کیے دیتا ہوں۔ ایک تو یہ کہ جس وقت فوج کے دانہ گھاس کی ضرورت ہو تو آپ مجھ سے کہلا بھیجیں۔ میں بلا تامل بھیجدونگا۔ دوسرے یہ کہ تم سب کوفہ کے رہنے والے شام کی مکارانہ چالوں سے بہت کم واقفیت رکھتے ہو۔ اگر تم لوگ یہاں نہیں ٹھہرتے تو بہتر یہ ہے کہ نہایت تیز روی سے کام لیا جاوے۔ اور جہاں تک ممکن ہو سکے جلد شہر عین الورد میں پہنچ جایا جاوے۔ کیونکہ وہ شہر ملک جزائر کے مشہور شہروں میں سے ہے۔ اور وہاں لشکر کے تمام ضروریات نہایت کثرت سے ملتے ہیں۔ وہاں کی شہر پناہ بھی نہایت مستحکم اور مضبوط ہے۔ المختصر زفر کی دوستانہ ہدایتیں سُنکر سلیمان ابن صرد خزاعی علیہ الرحمہ قرقیسا سے روانہ ہوئے اور سرعت سے منزل طے کرتے ہوئے اہل شام کے داخل ہونے سے پہلے عین الورد میں پہنچ گئے اور یہاں باطمینان تمام خود بھی آرام کیا۔ اور اپنے ہمراہی لشکر کو بھی راحت پہنچائی۔ دو تین روز کے بعد معلوم ہوا کہ فوج شام عین الورد سے ایک منزل کے فاصلہ پر اُتری ہوئی ہے۔ یہ

خبر پاکر سلیمان نے مقابلہ کی پوری تیاری کی۔ اور ایک نہایت پُراثر خطبہ پڑھا۔ اور اپنے ہمراہیوں کو مخاطب کرکے ہدایت کی کہ اگر اس لڑائی میں مارا جاؤں تو میرے بعد **مسیب** میرا جانشین ہوگا۔ اور اگر مسیب بھی قتل ہو جائیں تو **عبد اللہ ابن وال** امیر لشکر ہوگا۔ اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو **عبد اللہ ابن رفاعہ** تمہارا سردار ہوگا۔ پھر اس کے بعد سلیمانؓ نے فوج شام پر شبخون مارنے کی صلاح کی اور مسیب کو چار سو سواروں کا رسالہ دیکر اس مہم پر روانہ کیا۔

فوج شام پر شبخون۔ جب مسیب علیہ الرحمہ اپنی لشکرگاہ سے چلے تو اُنہوں نے راستہ میں ایک شتر سوار کو اشعار پڑھتے ہوئے سنا جسکا لفظ ابشر سے تھا۔ اور اُس کو فال نیک سمجھکر شتر سوار کو اپنے پاس بلایا۔ اُس سے نام پوچھا تو اُس نے اپنا نام حمید بتلایا مسیب نے کہا کہ انشاء اللہ تعالےٰ ہمارے کام کا نتیجہ اچھا ہوگا۔ پھر پوچھا تم کس قبیلہ سے ہو۔ اُسنے کہا کہ قبیلۂ بنی تغلب سے۔ مسیب نے کہا کہ انشاء اللہ الرحمٰن ہم غالب بھی ہونگے۔ بعد اسکے اُس شتر سوار سے اہل شام کی خبر پوچھی تو معلوم ہوا کہ اُسکا مجموع لشکر پانچ متفرق سرداروں کی ماتحتی میں ہے۔ جن میں سے شرحبیل ابن ذوالکلاع حمیری اپنی ہمراہی جمعیت کے ساتھ بالکل قریب ہے۔ ایک میل کے فاصلہ پر پڑا ہوا ہے۔ مسیب نے یہ سب باتیں دریافت کرکے اُس شتر سوار کو تو رخصت کر دیا۔ اور خود نہایت پھرتی سے چلا۔ اور صبح ہوتے ہی لشکر شام پر چھاپہ مارا۔ اکثر اُن میں سے مارے گئے۔ بقیہ ہزیمت اُٹھاکر بھاگ گئے۔ اور جو کچھ کہ اُس کے ہمراہ تھے چھوڑ چھاڑ کر چلتے ہوئے۔ مسیب کے ہمراہیوں نے اپنے گھوڑے کوتل کر دیے۔ اور انہیں کے گھوڑوں پر سوار ہوکر تمام مال و متاع لیتے ہوئے اپنے فرودگاہ کو واپس آئے۔

جنگ عین الوردہ اور سلیمانؓ کی ماتحتی میں شیعوں کی جاں نثاری

ذوالکلاع کے بعد راہ میں حصین ابن نمیر تھا۔ جب اُسکو انکی ہزیمت کی خبر معلوم ہوئی تو اُس نے بارہ ہزار تازہ دم فوج سلیمانؓ کے مقابلہ میں روانہ کی۔ اور خود اس مہم کا اہتمام اپنے ذمہ لیا۔ اور عین الوردہ تک چڑھ آیا۔ سلیمان نے اپنی جمعیت کو کلمات جرأت و تہوّر کہکر آمادہ اور پرجوش بنایا۔

مقابلہ سے پہلے حصین ابن نمیر نے سلیمان ابن صرد خزاعی کو بلایا اور کہا کہ مروان مر گیا۔ اور تمام اہل شام نے عبدالملک ابن مروان کی بیعت کر لی ہے اور اُسی کو سریر خلافت پر بٹھلایا ہے۔ شام کا تو یہ کچھ انتظام ہو گیا۔ مکہ و مدینہ میں عبداللہ ابن زبیر کی حکومت تسلیم ہو چکی ہے۔ صرف تمہیں لوگ (اہل کوفہ) بے امام کے ہو رہے ہو۔ تمہارے حق میں یہی بہتر ہے کہ تم اپنے مقام کو واپس جاؤ۔ اور بیفائدہ اپنی جانوں کو ہلاکت کے دریا میں نہ ڈالو۔ سلیمان نے جواب دیا کہ ہماری جمعیت تعداد میں تم سے البتہ کمتر ہے۔ وہ اپنے فضائل و خصائل کے اعتبار سے تم سب سے بہتر ہے۔ اگر تمہاری خواہش ہے کہ یہ فتنہ و فساد رفع ہو جاوے تو ابن زیاد کو ہمارے حوالے کر دو کہ ہم اُس سے اُس کے افعال قبیحہ کا پورا انتقام لے لیں اور عبدالملک کو سریر خلافت سے اُٹھا کر تم لوگوں کی رائے سے امر خلافت اولاد پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے کسی ایک کو سپرد کر دیں۔

جب حصین نے دیکھا کہ یہ کام چلتا نظر آئی نہیں دیتا تو جانبین سے حملات شروع ہو گئے۔ اُس دن صبح سے شام تک تلوار چلتی رہی۔ اور بہت سے لوگ قتل کیے گئے۔ دوسرے روز ادہم ابن محرزہ باہلی دس ہزار کی جمعیت کے ساتھ حصین ابن نمیر کی کمک میں آیا۔ حصین ابن نمیر نے تیر اندازان بے خطا کو اپنے بیٹے کی ماتحتی میں دیگر سلیمان کے مقابلہ میں روانہ کیا۔ جانبین سے حملات شروع ہوئے۔ اسی کشمکش میں تیر سلیمان کے سینہ پر لگا اور اُنکا ہمائے روح قفس خاکی سے نکل کر اعلے علیین جنت کی طرف پرواز کر گیا۔ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ واسعًا۔

حمید ابن مسلم نے جو واقعات کربلا کے بہت بڑے مستند راوی اور شاہد عینی ہیں۔ اُس وقت سلیمانؒ کے ہمراہیوں میں تھے۔ سلیمانؒ کی وفات پر یہ مرثیہ لکھا ہے ؎

قضی سلیمان نحبہ فغدا :: الی جنان و رحمۃ الباری :: مضی حمیدا فی بدل مہجتہ :: واخذہ للحسین ثار :: سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے جان دی اور جنت اور رحمت پروردگار تک پہنچ گئے۔ اور وہ اپنی جان دینے اور خون جناب امام حسین علیہ السلام کے انتقام لینے میں قابل ستائش رہے۔

سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت کے مطابق اُن کے بعد مسیب نے لشکر کی امارت لی۔

اور اس شدّ و مدّ سے مخالف کا مقابلہ کیا کہ بہت سے دلیران شام کے نام و نشان مٹا دئیے۔ اور بعدہ خود بھی جام شہادت نوش فرمایا مسیب کے بعد عبد اللہ ابن وال نے مقابلہ کیا۔ اور دوپہر سے شام تک لڑائی میں مصروف رہے۔ آخر یہ بھی شہید ہوئے۔ ابن وال کے بعد رفاعہ ابن شداد نے علم فوج اٹھایا اور ادھم ابن محرز کے ساتھ لڑتے رہے۔ رات ہو گئی تو طرفین کے لوگ اپنی اپنی فرودگاہ کو واپس گئے۔

اس امر پر تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ رفاعہؒ ابن شداد کے ساتھ اس وقت ستّر آدمیوں سے زیادہ نہیں تھے۔ رفاعہ نے اپنے باقیماندہ ہمراہیوں کو مخاطب کر کے کہا کہ ہماری جمعیّت ختم ہو گئی۔ اگر اب بھی ہم لوگ اپنے اُسی استقلال پر ثابت قدم رہیں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ سب کے سب مارے جائینگے اور مذہب اہلبیت علیہم السلام کا دنیا میں کوئی مشکل سے نام لیگا۔ مصلحت اسی میں ہے کہ موقع سے ٹل جائیں اور کوفہ واپس چلے چلیں۔ عبد اللہ ابن عوف نے جواب دیا کہ اگر اسی وقت کوفہ کا قصد کروگے تو دشمن تمہارا تعاقب کریگا اور راستہ ہی میں سب کو مار کھپائیگا۔ بہتر یہ ہے کہ ہم اس وقت تامل کریں۔ کچھ رات رہے یہاں سے کوچ کریں۔ ہر شخص نے اسی کو پسند کیا اور کچھ رات باقی رہے باقیماندہ اہل کوفہ میدان جنگ سے اپنے اپنے گھروں کو واپس آ گئے حصین ابن نمیر نے اگرچہ اُنکا تعاقب کیا مگر کہیں نشان نہ پایا۔

انتقام خون امام حسین علیہ السلام میں شیعوں کی یہ پہلی کوشش اور جان نثاری تھی جو اُنکی عزیز جانوں کی قربانیوں کے لیے آج تک تاریخوں میں سنہرے حرفوں سے لکھی ہوئی باقی ہے اور انشاء اللہ ہمیشہ باقی رہیگی۔ اگرچہ اُن میں انکو پوری کامیابی نہیں ہوئی۔ مگر ہاں اتنا تو ضرور دنیا کو معلوم ہو گیا کہ ابھی شیعہ گروہ میں حمیّت۔ جوش ایمانی اور کامل الاعتقادی اور خلوص کے بیش بہا جوہر باقی ہیں۔ اُنکی عقیدت نہ دشمن کی کثرت اور افزونی جمعیّت کے مقابلہ میں اپنی قلیل التعدادی اور کم مقداری سے بالکل ہراساں نہیں تھی۔

بہرحال۔ سلیمان خزاعی رضی اللہ عنہ کے محاسن خدمات کی یہ مختصر اور مجمل کیفیت تھی جو بیان کی گئی۔ اب ہم مختار ابن عبید اللہ ثقفی کے حالات ذیل میں قلمبند کرتے ہیں۔ جو

دفتر انتقام کے نمودار معرکوں کا سچا ہیرو ہے۔ ہم ان کے حالات کو کسی قدر تفصیل سے
لکھتے ہیں جن کو سیر و تاریخ کا مذاق سلیم حاصل ہے وہ ہمارے انہیں بیانات کو
مختار علیہ الرحمہ کی مختصر سی لائف سمجھ لیں گے۔ اور انہیں واقعات سے اُنکو اُنکے
پورے حالات اور واقعات کا صحیح صحیح نشان اور ثبوت ملجائیگا۔

مختار علیہ الرحمہ کے ابتدائی حالات

مختار علیہ الرحمہ والرضوان کا سلسلۂ نسب یہ ہے۔ مختار ابن ابی عبیدہ ابن مسعود ابن عمر ثقفی
علامۂ مرزبانی نے انکی کنیت ابو اسحاق اور لقب کیسان لکھا ہے۔

اس لقب کی خصوصیت میں صاحب جلاء العیون علیہ الرحمہ نقل فرماتے ہیں کہ علامہ کشی رح
بسند معتبر اصبغ ابن نباتہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے مختار کو ایک روز دیکھا جب
وہ بچے تھے۔ اور جناب امیر المومنین علیہ السلام اُن کو اپنی آغوش میں لیے تھے۔ اور
اپنا دست مبارک اُن کے سر پر پھیرتے تھے اور فرماتے تھے یا کیس یا کیس۔ عربی میں
کیس بزرگ اور مرد دانا کو کہتے ہیں۔

بہرحال مختار کے والد ابو عبیدہ کو عقد کی ضرورت ہوئی۔ لوگوں نے اُنکے قبیلہ کی چند
لڑکیوں کا ذکر کیا۔ مگر ابو عبیدہ نے نامنظور کیا۔ آخر خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کہتا ہے
کہ تم دومۃ الحسناء سے نکاح کرو تو بہت اچھے رہو گے۔ ابو عبیدہ نے اس خواب کو اپنے
اعزا سے نقل کیا۔ سب کے اتفاق رائے سے دومۃ الحسناء بنت وہب ابن عمر ابن منت
سے نکاح کرلیا۔ جب مختار کی ولادت کے دن قریب آئے تو دومۃ الحسناء نے خواب میں
دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے ابشری بالولد اشبہ شئی بالاسد اذا الرجال فی کبد
فقاتلوا علی بلد کان لہ الحظ الاسد تجھ کو ایسے فرزند کی بشارت ہو جو شیر سے مشابہ
ہے۔ بہادران ذی شان عالم شدت میں جنگ و جدل کریں تو اُسکو حظ وافر ہوگا۔

تفسیر امام ہمام حسن عسکری علیہ السلام میں ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ جس
طرح بعض بنی اسرائیل نے اطاعت خدا کی اور خدا نے انہیں گرامی رکھا۔ اور بعض بنی اسرائیل
نے معصیت خدا کی اور خدا نے اُنہیں معذب کیا اُسی طرح تم لوگوں کا بھی حال ہوگا۔ اصحاب
جناب امیر المؤمنین علیہ السلام نے عرض کی کہ ہم لوگوں میں عاصی کس جماعت میں سے ہونگے
حضرت نے فرمایا وہ لوگ جن کو ہم اہلبیت علیہم السلام کی تعظیم کرنیکا حکم دیا گیا ہے اور ہمارے

حقوق کی رعایت اُن پر لازم کی گئی ہے وہی لوگ ہماری مخالفت کرینگے۔ اور ہمارے حقوق سے انکار کرینگے۔ اور فرزندان و اولاد جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ والہٖ وسلم جن کی محبت اور تعظیم وتکریم کا حکم ہوا ہے اُنکو وہ لوگ قتل کرینگے۔ اصحاب نے کہا یہ امور ضرور واقع ہونگے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہاں۔ البتہ واقع ہونگے۔ اور میرے ان دونوں فرزند بزرگوار جناب حسنین علیہما السلام کو شہید کرینگے۔ خداوند عالم اُن منافقین پر عذاب اُس جماعت کی تلوار سے نازل کریگا جنکو اُن پر مسلط کریگا۔ حضرت نے فرمایا کہ ایک پسر قبیلہ ثقیف سے ہے جسے مختار ابن ابوعبیدہ ثقفی کہتے ہیں۔

بہر حال مختار کے حالات اور واقعات بشارت انتقام معتبر پیشین گوئیوں سے خالی نہیں بتلائے جاسکتے۔ کیونکہ جو خدمات اُن سے ظہور میں آئے اگرچہ وہ غیر ممکن نہ کہے جائیں تو قریب المحال تو ضرور تسلیم کیے جاسکتے ہیں۔ اور کیوں نہو۔ مختار کو انہیں سے مقابلہ کرنا ہوا۔ جو اُس وقت زمانہ میں نمودار اور صاحب اقتدار تھے۔

تاریخوں سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ امیہ اور اُن کے ہواخواہ امام حسین علیہ السلام کے اصلی قاتل تھے۔ اور انہیں سے مختار کو انتقام لینا تھا۔ اور اُس زمانہ میں یہی صاحبان زمانہ تھے۔ مال و دولت انکے پاس۔ جماعت و جمعیت انکے پاس۔ شام سے عراق اور عراق سے مصر تک کی حکومت انہیں کے قبضۂ اقتدار میں۔ بیت المال۔ لشکر اور ملکی رعایا انہیں کے دست اختیار میں۔ پھر ایسی حالت میں مختار کی کامیابی کا مسئلہ دنیا کی نگاہ میں کیا ضرور تعجب خیز اور دشوار ہی نہیں بلکہ قریب المحال ہوگا۔

اس کے علاوہ مختار کے معاملات میں سب سے زیادہ تعجب خیز اور حیرت انگیز تو یہ بات ہے کہ جس قوم نے حضرت امام حسین علیہ السلام کا خون ناحق کیا تھا اُسی قوم نے اس وقت انکا پورا ساتھ دیا اور اپنے ہاتھوں سے اپنے بزرگوں۔ بھائیوں اور عزیزوں کا خون کیا۔

بہر حال۔ مختار علیہ الرحمہ کی خدمات کے متعلق یہ مختصر سی تمہید تحریر کرکے ہم پھر اپنے سلسلۂ بیان پر آجاتے ہیں۔

مختار کی ولادت سال اوّل ہجرت جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ہوئی۔ جب مختار پیدا ہوئے تو اُنکی ماں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے انّہ قبل ان یترعرع ان یتشعشع قلیل الھلع کثیر التبع بدان ما صنع۔ یہ قبل جوان ہونے اور آغاز شباب

سکے نذر ہوگا۔ اِسکے تابعین کثرت سے ہونگے۔ اسکو اس کے فعل کی جزائے خیر دی جائیگی
مختار کے علاوہ ابو عبیدہ ثقفی کے چار اور بیٹے تھے۔ جن کے نام وجبر۔ ابوجبر۔ ابوالحکم
اور ابو امیہ ہیں۔ مختار اپنے والد ماجد ابو عبیدہ کے ساتھ جنگ قیس ناطف میں بھی
شریک ہوئے تھے۔ انکا سن اس معرکہ کے وقت تیرہ برس کا تھا۔ برابر لڑائی کے
منہہ پر چڑھے جاتے تھے۔ اور ان کے چچا سعد ابن مسعود روکتے جاتے تھے کہ شاید یہ
نوجوان اس الجھنے میں مقتول نہوجاوے۔ جب مختار جوان ہوئے تو بہت بڑے
جوانمرد بہادر تھے کسی سے خوف نہ کرتے تھے۔ بڑے بڑے کاموں میں در آتے ذی فہم
حاضر جواب۔ نیک خصلت سخی۔ قیافہ شناس۔ بلند ہمت۔ زودرس اور تجربہ کار تھے۔
امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ مختار کو بُرا نہ کہو۔ کیونکہ اُسنے ہمارے قاتلوں کو قتل
کیا۔ ہمارے خون کا عوض لیا۔ ہماری بیوؤں کا عقد کرایا۔ اور ہمیں تنگدستی کے وقت
مدد پہنچائی۔

عبداللہ ابن شریک کا بیان ہے کہ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا
تھا کہ ایک شخص کبیر السن کوفہ کا رہنے والا آیا اور چاہا کہ حضرتؑ کے ہاتھ کو بوسہ دے۔
مگر آپ نے روکا۔ پھر دریافت کیا کہ تمہارا نام کیا ہے۔ اُس نے کہا ابوالحکم ابن مختار ابن
ابو عبیدہ ثقفی۔ اُس وقت اگرچہ ابوالحکم دور بیٹھے تھے۔ مگر یہ سنتے ہی حضرتؑ نے اُنکا
ہاتھ پکڑ کے اپنے قریب بٹھلا لیا۔ حالانکہ پہلے ہاتھ چومنے سے روکا تھا۔ ابوالحکم نے عرض
کی کہ لوگ میرے باپ (مختارؒ) کی نسبت بہت کچھ باتیں کہتے ہیں مگر ٹھیک بات وہی
ہے جو آپ فرمائیں۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ آخر لوگ کیا کہتے ہیں۔ ابوالحکم نے کہا کہ لوگ
تو اُنہیں جھوٹا کہتے ہیں لیکن آپ جو فرمائیں میں اُسی کو قبول کروں۔ آپ نے فرمایا کہ
میرے والد امام زین العابدین علیہ السلام نے مجھے خبر دی ہے کہ مہر میری والدہ کا اُسی
مال سے دیا گیا ہے جو مختار نے اپنے پاس سے بھیجا تھا۔ اور فرمایا کیا مختار نے ہمارے
مکانات نہیں بنوادئے۔ اور کیا مختار نے ہمارے قاتلوں کو نہیں قتل کیا۔ اور ہمارے خون کا
عوض نہیں لیا۔ خدا تمہارے باپ پر رحم کرے۔ خدا تمہارے باپ پر رحم کرے۔ خدا تمہارے
باپ پر رحم کرے۔ اُس نے کوئی حق ہمارا کسی کے پاس ایسا نہیں چھوڑا۔ مگر یہ کہ اُس سے لے لیا۔
عمر ابن علی ابن الحسین علیہما السلام سے منقول ہے کہ مختار نے ایک مرتبہ جناب امام

زین العابدین علیہ السلام کے پاس بیس ہزار اشرفیاں بھیجی تھیں۔ آپ نے وہ اشرفیاں قبول کیں۔ اور حضرت عقیل ابن ابیطالب اور دیگر اشخاص کے مکانات بنوا دیئے زید ابن علی ابن الحسین علیہم السلام کی ماں بھی مختار کی بھیجی ہوئی تھیں۔ مختار نے انکو چھ سو اشرفیوں پر خرید ا تھا اور مع چھ سو اشرفیوں کے جناب امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں بھیجدیا تھا۔

اگرچہ ان واقعات سے مختار کے اعلیٰ درجہ کے فضائل معصومؑ کی زبانی معلوم ہوئے مگر ہماری اصلی غرض انکے فضائل ومناقب کے اظہار سے نہیں تھی ہمکو صرف معصوم علیہ السلام کی زبانی انکے محاسن خدمات حسن عقیدت اور خلوص کی تصدیق اور اظہار منظور تھا اور وہ بحمد اللہ اوپر کے واقعات سے بخوبی ثابت ہے۔ بہرحال ان واقعات سے قطع نظر کرکے ہم اب اپنے اصلی مدعائے تالیف کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

مختار علیہ الرحمہ والرضوان کے چچا سعد ابن مسعود جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کی طرف سے مدائن کے حاکم مقرر ہوئے تھے۔ جب معاویہ ابن ابوسفیان نے کوفہ کا حاکم مغیرہ ابن شعبہ کو مقرر کیا تو مختار نے کوفہ سے ہجرت کی اور مدینہ میں آئے۔ عرصہ تک محمد ابن حنفیہ رضی کی خدمت میں بیٹھے اور اُن سے اخذ حدیث کرتے رہے۔ پھر تھوڑے دنوں کے لیے کوفہ واپس آئے تو ایک روز مغیرہ کے ساتھ سیر کے واسطے چلے۔ جب بازار کوفہ میں پہنچے تو مغیرہ نے کہا کیا اچھا موقع لوٹ کا تھا۔ اور کیا اچھی جماعت تھی۔ اور مجھے ایک ایسی بات آتی ہے کہ اگر کوئی شخص اُسے ظاہر کرے حالانکہ کوئی ظاہر کرنیوالا نہیں ہے تو ضرور لوگ اُسکی تبعیت کرینگے۔ خصوصًا عجم کہ جب اُنپر کوئی کام ڈالا جاتا ہے تو فورًا قبول کر لیتے ہیں۔ مختار نے پوچھا وہ کیا بات ہے۔ مغیرہ نے جواب دیا کہ یہ لوگ آل محمد علیہم السلام کی مدد کے واسطے تیار ہیں۔ اس جواب کو مختار نے بڑی بے اعتنائی سے سنا۔ مگر اُن کے دل میں اُسکا خیال تھا۔ اور اسی وجہ سے برابر عترت رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل اور علی ابن ابیطالب اور حسنین علیہم السلام کے مناقب ومحامد کو بیان کرتے تھے۔ اور صاف صاف کہتے تھے کہ بس یہی نفوس مقدسہ مستحق خلافت وحکومت ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ مختار کے دل میں بنی امیہ کی طرف سے ایک خاص نفرت اور اہلبیت علیہم السلام کی طرف سے ایک مفرط درجہ کی محبت اور عقیدت ضرور تھی۔ اور اہلبیتؑ کے اخبار مصیبت

اور بنی امیہ کے ظلم وستم کو جو بطور پیشین گوئی سُنتے تھے اور اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے۔ اُسکا بہت بڑا اثر اُنکے دل پر ہوتا تھا۔ اور پھر یہ خبریں بھی سُنکر کہ ایک شخص ان سے انتقام لینے والا بھی پیدا ہوگا انکے دل میں ایک غیر متحمل اور پُر اثر اشتیاق پیدا ہوتا تھا۔ جناب امام حسن علیہ السلام کی صلح ہوجانے کے بعد وہ مظالم جو شیعیان حیدر کرار اور دوستداران اہلبیت اطہار سلام اللہ علیہم من رب الکبار پر معاویہ کے حکم سے خلاف معاہدۂ صلح واقع ہوئے اور جن جن سختیوں سے غریب شیعوں کی جانیں لی گئیں۔ اُنکی خاندان کے خاندان برباد کئے گئے۔ سولی دئے گئے۔ آنکھیں نکلوائی گئیں۔ درختوں میں لٹکا دیے گئے۔ یہ واقعات تھے جنکا خونیں منظر مختار علیہ الرحمہ کی آنکھوں کے سامنے گذرا تھا۔ اور اُنکا قوی دل بھی ان پُر اثر واقعات کو دیکھکر پاش پاش ہو گیا تھا۔ وہ بھی انہیں وجوہات سے بنی امیہ کی حکمرانی کو سخت نفرت اور مخالفت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اور اُنکے استیصال کی فکروں میں دن رات مستغرق رہتے تھے۔

ایک دن سعید ابن خالد جدلی سے ان سے ملاقات ہوئی۔ پوچھا کیوں سعید اہل کتب (اہل روایت و اخبار) بیان کرتے ہیں کہ قبیلۂ ثقیف (جس میں مختار تھے) میں سے ایک ایسا شخص نکلیگا کہ جبّاروں کو قتل کریگا اور مظلوموں کی مدد کریگا۔ کمزوروں کے خون کا بدلا لیگا۔ اور جو صفت لوگ اُسکی بیان کرتے ہیں وہ سب صفتیں مجھ میں پائی جاتی ہیں۔ مگر دو صفتیں اُن میں کی مجھ میں نہیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ شخص جوان ہوگا جو جبّاروں کو قتل کریگا۔ اور دوسرے یہ کہ اُس کی آنکھیں ضعیف ہونگی۔ حالانکہ میں ساٹھ برس کا ہوچکا ہوں اور جوان نہیں ہوں۔ اور نگاہ میری ابھی عقاب سے بھی زیادہ تیز ہے۔ پھر میں کیسے سمجھوں کہ وہ شخص میں ہی ہوں۔ سعید نے کہا تو پھر ساٹھ برس کا آدمی اس زمانہ کے لوگوں کے اعتبار سے جوان ہی شمار کیا جاتا ہے اور یہ تمہیں کیا معلوم کہ تمہاری آنکھیں آئندہ بھی ایسی ہی رہینگی۔ غرضکہ مختار علیہ الرحمہ اسی رنگ میں رہے یہانتک کہ معاویہ مرگیا۔ اور یزید اُسکا جانشین ہوا۔ اور امام حسین علیہ السلام نے باصرار اہل کوفہ حضرت مسلم ابن عقیل کو اپنا نائب مقرر کرکے کوفہ بھیجا۔ مختار نے انکو اپنے گھر میں جگہ دی اور اُنکے ہاتھ پر بیعت کی۔

مختار علیہ الرحمہ کا اول بار قید ہونا اور قید سے رہائی پانا

جب حضرت مسلم شہید ہوئے تو عبد اللہ ابن زیاد سے لوگوں نے چغلی کھائی۔ اُسنے انہیں بلوایا اور کہا

کہ تم ہمارے دشمنوں سے بیعت کرتے ہو۔ عمر ابن حریث نے انکی براءت کی۔ عبیداللہ
ابن زیاد نے انکی شہادت کی وجہ سے انکو قتل تو نہیں کیا مگر بُرا بھلا بہت کہا۔ اور
ایک چھڑی جو اُس کے ہاتھ میں تھی مختار کی آنکھ پر ماری کہ اُنکی آنکھ کا پپوٹا اُلٹ گیا اور
آخر اُن کو مع عبداللہ ابن حارث ابن عبدالمطلب کے قید کیا۔ اور اُسی قید خانہ میں میثم تمار
بھی قید تھے۔

یہاں تک کے حالات تو ہم نے شہید اسلام کی عبارت سے نقل کئے ہیں۔ اب ہم ان کی
رہائی کی کیفیت جلاء العیون ملا مجلسی علیہ الرحمہ اور رسالہ قرۃ العین فی خذ ثار الحسین
علیہ السلام کے ترجمہ سے جو امام اسفرائنی کی معتبر تالیفات سے ہے ذیل میں درج
کرتے ہیں۔

کوفہ میں ایک شخص معلم پیشہ شیعیان علی ابن ابیطالب علیہما السلام سے تھا۔ اسکا نام عمیرہ ابن
عامر ہمدانی تھا۔ یہ شخص ایک شورع اور دانشمند آدمی تھا۔ احادیث جناب رسول خدا صلے
اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب علی ابن ابیطالب علیہ السلام کو اُسنے جمع کر کے رکھی تھیں۔
ایک روز مکتب میں بیٹھا تھا اور لڑکے اُسکے سامنے بیٹھے تھا۔ اتفاقاً ایک پانی پلانیوالا
آیا۔ عمرہ نے اُس سے پانی مانگا۔ اُسنے پلایا۔ پانی ٹھنڈا تھا۔ عمرہ نے پیا اور بعد پینے کے
بولا خدا لعنت کرے اُن لوگوں پر جنہوں نے امام حسین علیہ السلام پر ظلم کیا اور اُنکو پانی
پینے سے منع کیا۔ اس کلام کو سنان ابن انس کے بیٹے نے سن لیا۔ اور یہ وہ شخص تھا جس نے
قتل امام حسین علیہ السلام میں پوری مدد اور کوشش بہم پہنچائی تھی۔ اُس لڑکے نے
معلم سے کہا کہ آیا تو نہیں جانتا کہ میں اُس شخص کا بیٹا ہوں اور میرا باپ کون ہے۔ یہ کہکر
وہ معلم کے پاس کود کر پہنچا۔ سامنے کھڑا ہو گیا۔ اور کہا میری طرف دیکھ اور تامل کر۔ عمیرہ نے
اُسکی طرف دیکھا اور کہا تیرا کیا خیال ہے۔ لڑکے نے کہا تو انکار کرتا ہے اُس بات سے جو
تو نے ابھی پانی پیتے وقت کہی۔ عمیرہ بولا ہیں میں نے کیا کہا ہے۔ لڑکے نے جواب دیا کہ تو نے
یہ کہا کہ خدا لعنت کرے اُس شخص پر جس نے امام حسین علیہ السلام پر ظلم کیا اور اُس کو پانی
نہ دیا۔ کیا تو نہیں جانتا کہ جس نے جناب امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا۔ وہ شمر ابن ذی الجوشن
ہے۔ اور میرے باپ نے امام علیہ السلام کے سر کو نیزہ پر چڑھایا اور یہ سب یزید کے حکم
سے ہوا۔ کیا تو نے وہ منادی ابن زیاد کی نہیں سُنی کہ اگر کوئی امام حسین علیہ السلام کا

ذکر کریگا تو اُسکا سر جُدا کر دیا جائیگا۔ معلّم نے کہا کہ تو اس بات کی اطلاع ابن زیاد اور اپنے
باپ کو نہ کرنا۔ لڑکے نے کہا بہت اچھا۔ لیکن اُس نے اس قول کے خلاف کیا۔ اور اپنے
دل میں کہا اسکی اطلاع ضرور کرنا چاہیئے۔ مگر ایک گھنٹہ تک چپ رہا جبکہ معلّم اس بات کو
بھول گیا تو مکتب سے نکلا اور ایک ویرانہ میں پہنچا۔ وہاں عمّامہ کا ایک سرا پھاڑا۔ اور اپنی
پشت پر اور تمام بدن پر ضربیں لگائیں۔ یہانتک کہ کھال اُدھڑ گئی اور خون بہنے لگا۔ اور
اس صورت سے اپنی ماں کے پاس گیا۔ اُسکی ماں دیکھکر چلائی اور کہا کس نے یہ حال
تیرا بنایا ہے۔ اُسنے کہا کہ میرے معلّم نے۔ اور بیان کیا کہ اُسنے سقہ کو بُلایا اور سقہ نے پانی
پلایا۔ اور جب وہ پانی پلا چکا تو کہا لعن اللہ اُن لوگوں پر جنھوں نے جناب امام حسین
علیہ السلام پر ظلم کیا۔ اور اُن کو پانی پینے سے منع کیا۔ جب میں نے یہ سُنا تو کہا کہ آیا تو مجھے
نہیں جانتا ہے تو اُس نے مجھ سے کہا کہ چُپ رہ۔ خدا لعنت کرے تجھ پر اور تیرے باپ [illegible]
اور ابن زیاد پر۔ تیرے باپ نے سر جناب امام حسین علیہ السلام کا نیزے پر چڑھایا
جواب دیا خدا لعنت کرے تجھ پر۔ خلافت کا مستحق امام حسین علیہ السلام ہیں یا یزید۔
جب اُس نے مجھ سے یہ بات سُنی تو میری طرف کو دوڑا اور مجھ کو اپنی ردا سے باندھکر ایسا
مارا کہ میرا یہ حال ہو گیا جب وہ چلا گیا تو میں بھاگ کر یہاں آیا۔ ورنہ میں ہلاک ہو جاتا۔
جب اُسکی ماں نے یہ بات سنی تو باہر نکلی اور اُس کے باپ کو خبر کی۔ جب سنان ابن انس
نے سُنا تو اُسنے بہت سی کفر و فجور کی باتیں کہیں۔ اور جناب امام حسین علیہ السلام کی نسبت
بہت بُرا بھلا کہا۔ اور اپنے بیٹے کو لیے ہوئے ابن زیاد کے پاس چلا گیا۔ اور ایک آواز دردناک
سے پکارا۔ اور نہایت غضبناک صورت بنائی۔ جب ابن زیاد نے اُس کے بیٹے کو اس
صورت سے آتے دیکھا کہ خون آلود ہے تو دریافت کیا کہ کیا حال ہے۔ اُس نے کہا کہ یہ عمیرہ
کی مکتب کا واقعہ ہے۔ آج معلّم نے پانی پلانیوالے کو بُلایا۔ اُسنے پانی دیا اور اُسنے پیا تو
یوں کہا کہ خدا لعنت کرے اُسپر جسنے امام حسین علیہ السلام پر ظلم کیا۔ اور اُنکو پانی پینے
سے منع کیا۔ میرے لڑکے نے کہا کہ خدا تجھپر لعنت کرے۔ وہ اس بات سے اور غضبناک
ہوا۔ اسکو اپنی ردا میں باندھا اور مارتے مارتے یہ حال کیا جو تو دیکھتا ہے۔
ابن زیاد نے یہ سُنا تو مارے غصّے کے اُسکی آنکھیں بدل گئیں۔ اور دربان کو بلا کر حکم دیا کہ
عمیرہ کو حاضر کرو۔ اگر وہ اس بارے میں عذر کرے تو اُسکا سر قلم کر ڈالا جاوے پس

وہاں عمیرہ کے پاس گیا۔ اُسکو گرفتار کیا اور ابن زیاد کے پاس حاضر کیا۔ جب ابن زیاد نے اُس معلم کو دیکھا تو کہا افسوس ہے تجھ پر تو امیرالمؤمنین معاویہ اور یزید کو بُرا کہتا ہے۔ اور دشنام دیتا ہے۔ اور ابن ابوتراب علیہما السلام اور اُنکی اولاد کی مدح و ثنا کرتا ہے۔ پھر ابن زیاد نے حکم دیا کہ اُسکو اُلٹا لٹکا دو۔ پھر اُس کو سر کے بھل اوندھا گرا دیا اور مارنا شروع کیا۔ عمیرہ نے کہا یہ لڑکا جھوٹا ہے۔ میں نے تو کچھ بھی نہیں کہا۔ اگر کوئی شخص بھی اس بات کی گواہی دے تو میرا خون امیر پر حلال ہے۔ ابن زیاد نے حکم دیا کہ اس کو شیعیان ابوتراب علیہ السلام کے قید خانہ میں لیجاؤ۔

عمیرہ کا بیان ہے کہ میرے پاؤں میں دوہری زنجیریں ڈالکر مجھ کو قید خانہ میں ڈالدیا۔ دروازۂ محبس بند ہوگیا۔ اُسی تاریکی میں میں پچاس سیڑھی نیچے اُترا۔ اور اس اثناء میں مجھے کہیں روشنی نہیں معلوم ہوئی۔ وہاں میں نے ایک جماعت دیکھی کہ فریاد کرتی ہے۔ اور اُنکی فریاد کو کوئی نہیں سُنتا ہے۔ اور وہ سب کے سب پا بزنجیر ہیں۔ اور قید خانہ میں بہت سی دردناک آوازیں میں نے سُنیں۔ آخر میں اُن لوگوں کے پاس گیا۔ دیکھا کہ ایک شخص بیٹھا ہوا ہے۔ اور اُس کے پاس سیاہ کرتا ہے۔ اور اُسکے پاؤں میں بیڑیاں ہیں گردن میں لوہے کا طوق ہے۔ دونوں ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ اور اُس میں اتنی قوت بھی باقی نہیں ہے کہ دائیں اور بائیں حرکت کرسکے۔ پس میں نے اُس پر سلام کیا۔ اُسنے سر اُٹھایا اور میرے سلام کا جواب دیا۔ اُس کے سر کے بال آنکھوں پر پڑے تھے۔ میں نے کہا کہ تیرا کیا قصور ہے کہ تو قید خانہ میں آیا۔ اُسنے کہا کہ محبت اہلبیت علیہم السلام میں نے دریافت کیا کہ یہ تو معلوم ہوا کہ تم شیعہ ہو مگر تمہارا کیا نام ہے۔ کہا کہ مختار ابن عبید اللہ ثقفی۔ یہ سُنکر میں اُس کے سر پر جھکا اور اُس کے بوسے لئے۔ اور پھر اُسنے دریافت کیا کہ تم کون ہو جو یہاں آئے ہو۔ میں نے کہا کہ عمیرہ ابن عامر ہمدانی معلم اطفال کوفہ۔ مختار نے کہا کہ بھائی یہ تو معلموں کی جگہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو اُن لوگوں کی جگہ ہے جو بنی امیہ کو مارنا چاہتے ہیں۔ اور خون امام حسین علیہ السلام کا عوض لینا چاہتے ہیں۔ لیکن تو اطمینان خاطر رکھ اور اپنی آنکھوں کو خنک رکھ۔ عنقریب اللہ تعالےٰ اس غم و رنج کو دفع کردیگا۔ اور ہمکو خوشی دیگا۔ عمیرہ نے پوچھا کہ تیرے قید کیے جانیکا کیا سبب ہوا۔ مختار نے کہا کہ میں چاہتا تھا کہ ان سے حضرت امام حسین علیہ السلام کے خون کا عوض لوں۔ مجھے بد عہدی اور

دھوکے سے پکڑ کر قید کرا دیا۔
بہر حال۔ اسی دن سے عمیرہ اور مختار آپس میں رفیق بنے رہے اور کچھ باتیں کرتے رہے۔ اب سنئے کہ عمیرہ کی ایک بھتیجی ابن زیاد کے بچوں کی دایہ تھی اور انکو دودھ بھی پلایا تھا جب اُس کو اپنے چچا کی خبر پہنچی تو وہ ابن زیاد کے گھر گئی۔ اپنے گریبان کو چاک کیا اور بالوں کو پریشان کیا اور رونے لگی۔ وہاں پوچھا گیا کہ تیرا کیا حال ہے اور تجھپر کیا مصیبت پڑی۔ اُس نے جواب دیا کہ میرا چچا ایک بوڑھا آدمی ہے کہ تمہاری اولاد کا معلم ہے لہذا تم پر اُسکا حق ہے۔ کسی لڑکے نے اُسکی بدگوئی کی ہے اور ایسی بات کہی ہے جو اُس نے نہیں کی پس وہ محبوس کیا گیا اور قید میں ہے۔ ابن زیاد کی بی بی نے کہا اچھا۔ پھر وہ وہاں سے اُٹھی اور ابن زیاد کے پاس گئی۔ اور اُس سے کہا کہ شیخ محبوس کو میں جانتی ہوں کہ وہ اس جرم سے بری ہے اور میں چاہتی ہوں کہ تو اُسے مجھے ہبہ کردے اور بخشدے۔
ابن زیاد نے کہا اچھا اور فوراً اُسکی رہائی کا حکم دیا۔ اور اپنے دربان سے کہا کہ معلم کو یہاں لے آؤ۔ دربان قید خانہ میں گیا اور وہاں کے داروغہ کو حکم کیا کہ باہر لاؤ۔ داروغہ نے کہا کہ بہت بہتر۔ دروازہ قید خانہ کا کھلا۔ اور اُسکے کھلنے کی آواز مختار نے سُنی تو عمیرہ سے کہا کہ لو بھائی تم تو چھوٹے۔ عمیرہ نے کہا کہ مجھپر تیرا فراق اور جُدائی بہت شاق ہے۔ حتی کہ اللہ تعالے تجھپر سے بھی یہ مصیبت بہت جلد رفع فرما دے۔
مختار نے کہا کہ بھائی میرا ایک کام ہے تو اُسکو کردے۔ عمیرہ نے کہا کہ کیا کام ہے واللہ میں اُسکی انجام دہی میں ضرور کوشش کرونگا۔ مختار نے کہا کہ جب تم صحیح وسلامت گھر پہنچو تو کسی نہ کسی ترکیب سے میرے پاس ایک پرچہ کاغذ اگرچہ ایک اُنگلی ہی کے برابر ہو اور سیاہی اگرچہ بادام کے چھلکے ہی میں کیوں نہو اور ایک قلم اگرچہ ایک اُنگلی کے پور کے برابر ہی ہو بھیجدینا۔ اُسنے کہا کہ بہت اچھا۔ یہ باتیں ہوتی ہی تھیں کہ اوپر سے آواز آئی کہ اسے معلم نکل۔ معلم نے مختار کو وداع کیا اور زینہ پر چڑھکر دربان کے پاس آیا۔ اور وہ اسے ابن زیاد کے پاس لے گیا۔ جب ابن زیاد نے اُسے دیکھا تو کہا جس نے تیری سفارش کی ہے اُسی کی خاطر سے میں نے تجھے معاف کردیا۔ اور خوب یاد رکھنا کہ پھر آئندہ ایسی بات نہ کہنا۔ میں نے کہا کہ میں توبہ کرتا ہوں کہ اب آئندہ سے لڑکوں ہی کو نہ پڑھاؤنگا اور اب میں آج سے مکتب ہی میں نہ بیٹھونگا۔

القصہ وہ معلم بیچارہ وہاں سے اپنے گھر آیا۔ اپنی زوجہ کو بلایا۔ اُسکا مہر ادا کیا اور اُسکو
طلاق دی۔ اور اپنے دل میں کہا کہ اپنے بھائی مختار کے کام کو کرونگا۔ پھر اُسنے ایک
تھیلی لی کہ اُس میں سو دینار تھے اور اُسکو مشک وغیرہ سے خوشبو کیا۔ اور ایک بکری
ذبح کر کے کباب کیا۔ بہت سی روٹی اور میوے لیے۔ جب رات ہوئی اور تاریکی پھیلی تو
یہ سب سامان اپنے ساتھ لیے اور قید خانہ کے دروازے پر آیا۔ اور دروازے کو کھٹکھٹایا
داروغۂ زنداں گھر میں نہیں تھا۔ عمیرہ نے یہ سب کھانے اُسکی عورت کو سپرد کئے۔
اور کہا جب تیرا شوہر آوے تو اُس سے کہنا کہ معلم نے تجھے سلام کہا ہے اور یہ کہا ہے
کہ میں نے نذر مانی تھی سو آپ کے واسطے بھی لایا ہوں۔ جب عمیرہ چلا گیا تو داروغہ
جیلخانہ کا آیا۔ زوجہ نے معلم کا سلام اور ہدیہ کا حال کہا۔ داروغہ بہت خوش ہوا۔ عمیرہ
دوسرے روز پھر اُسکے پاس گیا اور مختار کو جن اشیاء کی ضرورت تھی اُنکے لیجانے کو کہا۔
اتفاقاً اُس داروغہ کا ایک غلام بھی وہاں موجود تھا۔ داروغہ نے اپنی زوجہ سے کہا
کہ ہم اس غلام کی جانب سے اور تیری جانب سے خوف کرتے ہیں۔ عورت نے کہا کہ نہیں
وہ تو بمنزلہ میرے فرزند کے ہے۔ مگر اُس غلام نے بھی یہ باتیں سُن لیں تو وہ ایک دوکان پہ
گیا جو جیلخانہ سے قریب تھی۔ وہاں سیاہی لیکر اپنا مُنہ کالا کیا اور جب داروغہ گھات پاکر
دوات و قلم لیکر مختار علیہ الرحمہ کے پاس گیا تو وہ دوڑا ہوا آیا اور ابن زیاد کے پاس فریاد کی
ابن زیاد نے اُس کی طرف دیکھکر کہا کہ کیا فریاد ہے۔ اُسنے کہا کہ وہ معلم جسکو تو نے
قید سے چھوڑا ہے وہ میرے باپ داروغۂ جیل سے ایسی ایسی باتیں کرتا تھا اور چاہتا
ہے کہ مختار کے پاس کچھ چیزیں لیجاوے۔ یہ سنتے ہی ابن زیاد کی آنکھیں بدل گئیں گھوڑے
پر سوار ہو کر جیلخانہ کے دروازے پر پہنچا اور داروغہ کو اس قدر مارا کہ خون میں تر ہو گیا پھر
معلم کے حاضر ہونے کا حکم دیا اور کہا کہ دونوں کی گردن قلم کرو۔ داروغہ نے کہا کہ اے امیر
میں نے کیا قصور کیا ہے۔ ابن زیاد نے کہا وائے ہو تجھ پر آیا تو گمان کرتا ہے کہ مجھ سے
تیرا کوئی امر پوشیدہ رہیگا۔ پھر ابن زیاد نے پورا قصہ دوہرا دیا۔ جو غلام نے اُس سے
کہا تھا۔ داروغہ نے کہا کہ میں معلم اور مختار موجود ہیں۔ ہم میں سے کوئی نہیں گیا۔ اور نہ
اس بات کو زمانہ گذرا ہے۔ مختار کو میں نے کوئی چیز نہیں پہنچائی۔ تو اُسکی تلاشی لے لے اور
تو اُسکو بلا کر دیکھ لے۔ اگر تو کچھ کھانا وغیرہ پاوے تو میرا خون تجھ پر حلال ہے۔ ابن زیاد نے

اُس غلام کو حکم کیا کہ تو اس قید خانہ کے نیچے اُتر جا اور جو کچھ اس کے اندر پا وہ لیتا آ جب غلام اُس کے اندر گیا ڈھونڈھا تو وہاں کچھ نہ پایا۔ کیونکہ یہ سب چیزیں پہلے ہی سے چھپا دی گئی تھیں۔ وہ غلام اوپر آیا اور ابن زیاد سے کہدیا کہ یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے۔
جب ابن زیاد نے یہ حال دیکھا تو اپنی حرکت سے بہت شرمندہ ہوا اور کہا کہ غلام کو حاضر کرو۔ غلام ابن زیاد کے پاس آیا۔ اُسنے کہا افسوس ہے تیرے اوپر تو نے مجھ سے یہ کہا تھا کہ معلّم اور داروغہ ایسی باتیں کرتا ہے۔ داروغہ نے کہا کہ اسے امیر یہ میرا لڑکا نہیں ہے بلکہ اس کو میں نے پڑھایا تھا میں نے اس کو اٹھالیا اور پرورش کی ہے میں نے اپنی روجہ سے ایک دن کہا تھا کہ تو اسے نکالدے اور ہم نے اس امر کو پوشیدہ رکھا تھا۔ جب ابن زیاد نے یہ سُنا تو داروغہ اور معلّم کو انعام دیا اور مختار کی تہدید و تشدید میں بھی تخفیف کردی۔ اور اُس غلام کے قتل کیے جانے کا حکم دیا اور اپنے محل کو واپس گیا۔

چند روز کے بعد مختار نے جو کچھ چھپایا تھا اُسکو نکالا۔ بعد ازاں مختار نے اُس کاغذ کے دو ٹکڑے کئے۔ ایک پر اپنی بہن کے شوہر عبد اللہ ابن عمر ابن خطاب کو لکھا اور دوسرے ٹکڑے پر اپنی بہن کو۔ اور داروغہ اجیل سے بہت سے عہد و مواثیق کے بعد اُن خطوں کو تہ کر کے معلّم کو دیدیا۔ اُسنے اُس کو لیا اور معلّم کو دیا۔ پھر دوات و قلم کو پھینکدیا معلّم نے خطوں کے لفافوں کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ مختار نے مدینہ میں یہ خطوط عبد اللہ ابن عمر کے نام لکھے ہیں۔ پھر عمیرہ حمام میں گیا۔ اور حجامت بنوائی۔ اور ابن زیاد کے پاس گیا اور اُسکو اطلاع کی کہ میں حج کو جاتا ہوں۔ ابن زیاد نے کہا کہ بہتر ہے اور حکم دیا کہ اسکو دو ہزار دینار دئے جائیں۔
معلّم نے وہ دینار لے لئے۔ اور اُسی دن مدینہ کو روانہ ہوا۔ تھوڑے دن بعد مدینہ پہنچا اور عبد اللہ ابن عمر کے گھر گیا جو مختار کی بہن صفیہ کا شوہر تھا۔ اُس وقت عبد اللہ ابن عمر کے آگے دستر خوان رکھا گیا اور عمدہ عمدہ کھانا چُنا گیا تھا۔ عبد اللہ نے بی بی سے کہا کہ میرے ساتھ کھانا کھاؤ۔ بی بی نے کہا کہ قسم خدا کی ہرگز اچھا اور مزیدار کھانا نہ کھاؤنگی جبتک کہ مجھے اپنے بھائی کی خبر نہ ملیگی۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ عمیرہ نے دستک دی لونڈی نے پوچھا کون ہے۔ عمیرہ نے کہا کہ ایک شخص کوفہ سے آیا ہے اور تیرے آقا کی

کام ہے۔ یہ سُنتے ہی صفیہؓ اپنے بھائی کے اشتیاق میں غش کھاکر گر پڑی۔ عبداللہ دروازے پر دوڑکر گیا۔ دروازے کو کھولا۔ عمیرہ کو اندر لے گیا۔ اور اُس کے سامنے کھانا رکھدیا۔ اور دونوں نے مل کر اُس کھانے کو کھایا۔ بعدہ عمیرہ نے دونوں خطوط نکالکر ابن عمر کو حوالہ کئے۔ عبداللہ وہ خط لیکر رونے لگا اور زوجہ کے پاس گیا اور کہاکہ بشارت ہو تجھے کہ یہ تیرے بھائی کا خط ہے۔ مختار کی بہن نے کہاکہ تجھے خدا کی قسم ہے جو تو اس میں میرے بھائی کا کچھ بھی حال چھپاوے۔ پس وہ اُس خط کو پڑھتا تھا تاآنکہ اس مضمون پر پہنچا کہ میں مقید ہوں پابزنجیر ہوں۔ طوق میری گردن میں ہے اور میں مریض ہوں۔ اور ابن زیاد نے اطبا کو منع کر دیا ہے کہ میری اصلاح حال بھی نہیں ہو سکتی۔ یہ سُنکر مختار کی بہن نے ایک چیخ ماری اور گر پڑی۔ اور اپنے بال نوچنے لگی۔ اور اپنی لڑکیوں کے بال بھی نوچ ڈالے۔ اور لڑکیوں کو اپنے پاس جمع کیا۔ یہ حال دیکھکر عبداللہ اُس کے پاس گیا اور کہاکہ یہ کیا حال ہے۔ اُس نے کہاکہ کیوں میرے اور میری لڑکیوں کے بال پریشان نہوں کہ میں اور تو آج سے کبھی ایک بستر پر نہ سوینگے جب تک میرا بھائی اس حال میں رہیگا۔ عبداللہ نے کہا واللہ اگر کوئی شخص میرا یہ خط یزید کے پاس لیجاوے تو تیرا بھائی بہت جلد قید سے رہائی پا جائیگا اور بہت تھوڑے دن قید رہیگا۔ عمیرہ نے کہاکہ میں لیجاؤنگا۔ عبداللہ نے پھر پوچھا کہ آیا تو ایسا کرنے پر راضی ہے اُسنے کہا ہاں۔ عبداللہ یہ سنکر خوش ہوا۔ اور یزید کو خط لکھا۔ اور اُس میں پہلے تو یزید کے واسطے بہت تعظیم و تکریم کی باتیں لکھیں اور بعد اسکے یہ لکھاکہ تو ابن زیاد کو لکھ بھیج کہ وہ مختار کو چھوڑ دے۔ پھر اُس خط پر مُہر کی۔ پھر اُس میں اپنے سر کے بالوں کو نشانی کے طور پر لپیٹا۔ اور لفافہ کیا اور اُسپر یہ لکھا۔ نامہ منجانب عبداللہ ابن عمر ابن الخطاب بنام یزید ابن معویہ۔ بعدہ ایک ریشمی کپڑے میں اُسکو لپیٹا اور عمیرہ کے حوالہ کیا۔ اور اُس کو ایک تیز رفتار اونٹنی منگادی اور اُس پر پانی اور کھانا رکھوادیا۔

عمیرہؒ کا دربار یزید میں پہنچکر مختارؒ کی رہائی کی کوشش کرنا

مدینہ سے عمیرہ روانہ ہوا۔ یہاں تک کہ دمشق میں پہنچا۔ اور داخل شہر ہوکر ادھر اُدھر آنا جانا شروع کیا۔ وہ مسجد میں جاکر نماز پڑھتا تھا اور بعد نماز کے کہتا تھا کہ اللہ اُس شخص پر رحمت کرے جو میری قضائے حاجت کرے۔ یزید کے دروازے پر جاتا تھا مگر اندر

جانیکی قدرت نہ پاتا تھا۔ ایک روز امام مسجد نے کہا کہ اہل کوفہ کی سرشت میں ایک نہ ایک ادیٰ غرور ہے مگر میں آپ میں کوئی بُرائی نہیں پاتا۔ کیونکہ آپ برابر کہا کرتے ہیں کہ خدا رحمت کرے اُسپر جو میری قضائے حاجت کرے۔ جب دوسرا دن ہوا تو عمیرہ حسب دستور پھر مسجد میں آیا۔ لوگوں نے کہا کہ آج آپ اسکی حاجت کو دریافت کیجئے۔ پس وہ پیچھے پیچھے گیا اور اُنکی فرودگاہ میں داخل ہوا۔ عمیرہ نے اُسکی بڑی تعظیم و تکریم کی۔ امام نے پوچھا کہ ہم سُنتے ہیں کہ تو ہر روز یوں کہا کرتا ہے کہ اللہ تعالےٰ رحمت کرے اُسپر جو میری حاجت برلاوے۔ اگر وہ حاجت تیرے اوپر قرض ہے تو ہم اُسکو ادا کر دیں۔ عمیرہ نے یہ سنکر سر جھکا لیا۔ اور سوچا اور متحیر ہوا کہ کیا جواب دے۔ جب امام نے اُسکو گردن جھکائے دیکھا تو پھر کہا اے شخص کیوں متفکر اور سر جھکائے ہے۔ آیا تو ڈرتا ہے کہ میں تیرے بھید کو ظاہر کر دونگا۔ قسم خدائے عظیم اور جناب رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اور جناب علی ابن ابیطالب علیہما السلام اور جناب حسنین علیہم السلام کی کہ میں تیرے راز کو ہمیشہ پوشیدہ رکھونگا۔ جب عمیرہ نے یہ کلام سنا تو اُسکو اعتقاد ہو گیا اور وہ کہنے لگا کہ سُن بھائی میں اہل کوفہ کا معلم ہوں اور میرا نام عمیرہ ہے۔ پھر اپنے قصہ کو اوّل سے آخر تک بیان کیا۔

جب امام مسجد نے اس کے تمام حال کو سُنا اور اسکی حقیقت حال کو سمجھ لیا تو اُس سے کہا کہ جب صبح ہو تو اچھے کپڑے پہن اور خوشبو لگا اور اس پوشاک کے اوپر رومی لباس اور چغا پہن۔ کمر سے پٹکا باندھ۔ اور اپنے کاندھے پر بھی ایسا ہی رکھ اور یہ کپڑے جو پہنے ہوئے ہے سب کپڑوں کے نیچے رکھ۔ الغرض تو ایسا معلوم ہو کہ یزید کے عاملوں میں سے ایک عامل ہے اور یزید کے محل کی طرف جا۔ جب تو وہاں پہنچے تو اوّل دہلیز پر جانا۔ تو اُس دہلیز کو بہت طول پاویگا۔ اور وہاں دو چبوترے ہیں۔ ایک داہنی طرف دوسرا بائیں طرف اور اُنپر ریشمی سرخ کپڑا پڑا ہوا ہے۔ ہر چبوترے پر پانچ سو دربان ہیں۔ ہر دربان ایک لڑکا ہے۔ اور اُس کے ہاتھ میں ایک پنکھا ہے اور وہ نہایت فخر سے اپنے آپ کو ہوا پہنچاتا ہے۔ جب تو وہاں پہنچیگا تو ایک بہت بلند مکان دیکھیگا جس کی دوسری دہلیز ہو گی۔ اور اُس کے بھی دو چبوترے ہونگے۔ ہر چبوترہ پر فرش ہوگا۔ اور مثل اوّل چبوتروں کے ان پر بھی آدمی ہونگے۔ اسکے بعد بھی یہی کیفیت دیکھیگا۔ ایسا ہی مکان عالیشان۔ ویسا ہی چبوترہ اور ویسے ہی لوگ بیٹھے ہونگے۔ اسی طرح آستان بہ آستان آٹھویں منزل میں داخل ہوگا جب وہاں سے بھی گذر جائے

تو تجھ کو تین شخص ملینگے۔ انکے پاس مجمر ہونگے۔ اُن میں خوشبویات یزید کے واسطے سلگتے ہونگے۔
ان لوگوں کی طرف بھی تو کچھ التفات نہ کرنا۔ بلکہ آگے بڑھے جانا۔ جب تم اندر پہنچ جانا تو
تمکو ایک لڑکا ملیگا۔ وہ نہایت خوشرو ہوگا۔ اُس کے جسم پر دیبا کی قبا ہوگی۔ عمامہ سر پر ہوگا
اور پاؤں میں ادیم کی کفش ہوگی۔ اور اُس کے ہاتھ میں نقرئی انگیٹھی ہوگی اور اُس میں
خوشبو جلتی ہوگی۔ اور دوسرے ہاتھ میں طلائی چمچی ہوگی۔ اور اُسپر قطرہائے گلاب ہونگے
یہ یزید کے کھانیکا سامان ہے۔ جس کو وہ گرم کرتا ہوگا۔ تو اُس سے خطاب نہ کرنا۔ بعد اُسکے
پھر تمکو ایک جوان نورس ملیگا۔ اور اُسکا کام اور حال بھی پہلے ہی کے ایسا ہوگا۔ اس سے
بھی متوجہ نہونا۔ ورنہ وہ جان لینگے کہ تو مرد اجنبی ہے اور غریب سمجھ کر تجھے پکڑ لینگے۔
جب تم ان کے پاس سے گذر جانا تو پھر ایک خوبصورت جوان نورس مثل آفتاب کے
نظر پڑیگا۔ اور وہ سیاہ قبا پہنے ہوگا اور سیاہ عمامہ ہوگا۔ اور اُسکا یہ لباس غم امام حسین
علیہ السلام کی وجہ سے ہے جب سے کہ وہ قتل ہوئے ہیں اور جب سے کہ آپ شہید ہوئے
ہیں وہ بجز نان جویں اور نمک کے کچھ اور نہیں کھاتا۔ گویا وہ شیفتۂ جناب امام حسین علیہ السلام
ہے۔ اور یزید اُس کی محبت پر فریفتہ ہے۔ جب اُس لڑکے کو دیکھنا تو اُس کی طرف
چلے جانا۔ اُس کے ہاتھ کے بوسے لینا۔ اور اُسی کو یہ خط دینا۔ اور اُس سے کہدینا کہ میں
شیعیان علی علیہ السلام سے ہوں۔ اپنی حاجت کو بیان کرنا۔ وہ تیری حاجت روائی
کردیگا۔ وہ گھر کا مدار المہام ہے۔ اور یزید اُسکی بات کو بہت مانتا ہے۔ اور تمام ارکان دولت
اُسکی خدمت اور اطاعت کرتے ہیں۔ یزید بجز اِس کے کسی کا وثوق ذاتی نہیں رکھتا اور
تو دیکھیگا کہ جب تو حضرت امام حسین علیہ السلام کا ذکر کریگا تو وہ بیساختہ رونے لگیگا۔ اور
اپنے آنسوؤں کا ضبط نہ کرسکیگا اور جو تو کہیگا وہ کریگا۔ عمیرہ نے یہ سنکر کہا کہ جزاک اللہ خیراً۔
اِس کے بعد امام مسجد عمیرہ سے رخصت ہوا جب صبح ہوئی تو اول عمیرہ نے نماز پڑھی بعدہ
لباس کے بارے میں جو امام نے کہا تھا وہی کیا۔ اور یزید کے دربار کی طرف روانہ ہوا۔ اُسنے
وہاں جاکر وہی کیفیت دیکھی جو امام مسجد نے کہی تھی۔ آخرکار اُس جوان نورس سے مقابلہ ہوا
جب عمیرہ نے اُسے دیکھا تو اُسکی طرف بڑھا۔ اُسنے کہا الٰہ الّا ہو اللہ اکبر۔ اے عمیرہ تو سترہ
دن سے کہاں تھا۔ [illegible] کا منتظر تھا۔ کیا باعث ہوا کہ تو نے اتنی دیر کی اور میں برابر
تیرے آنے کا منتظر تھا [illegible] لینے میرا نام اور حال آپکو بتلایا۔ میں تو دمشق میں سترہ

دن سے موجود ہوں۔ اور نہ میں نے اِس سے پہلے آپ کو دیکھا اور نہ آپ نے مجھے دیکھا۔ اُس جوان نے کہا کہ واضح ہو کہ میں نے اپنے مولا جناب امام حسین علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ اُنہوں نے تیرے آنے کی مجھے خبر دی اور تیرے کام کر دینے کی مجھے ہدایت کر دی۔ اور تو بھی سن لے اور جان لے کہ اُنکے جدِ بزرگوار قیامت کے روز تیرے شفیع ہونگے۔ اور تو ہی پہلے جنت میں داخل ہوگا۔ اور جب تو قیامت میں خدا کے سامنے جاویگا تو جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائینگے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے میری حمایت اور نصرت کی۔

عمیرہ کا بیان ہے کہ اِس کے بعد یزید آیا اور اُس کے ساتھ پانچسو چھوٹے بڑے خادم کہ اُن میں سے سب سے بڑا بیس برس کا اور سب سے چھوٹا سات برس کا تھا۔ وہ سب دیبا کی قبا پہنے ہوئے تھے۔ سونے کی پٹیاں اُنکے گلے میں پڑی ہوئی تھیں اور ہاتھوں میں اُنکے جواہرات کے کڑے پڑے ہوئے تھے۔ یزید کے ہمراہ آئے۔ یزید دیبا کا لباس پہنے تھا۔ سر پر سیاہ ردا تھی جس کی چار تہیں لپٹی ہوئی تھیں۔ سنہرا کام بنا ہوا تھا۔ اُسکے بیچ میں رومال تھا۔ کہ جس سے وہ سر پر قصابہ باندھے ہوا تھا۔ اور وہ قصابہ بھی طلا کار تھا۔ اور اُس کے پیروں میں سونے کی کھڑاؤں تھی۔ اور اُس کے تسمے موتیوں کے تھے کہ جن میں ریشمی ڈورے لگے ہوئے۔ مگر اللہ تعالےٰ نے اُسکا مُنہہ دنیا و آخرت میں کالا کر دیا تھا۔ اور اُس کے مُنہہ پر ضرب کا نشان تھا جیسے کہ اونٹ کے مُنہہ پر ہوتا ہے۔ چہرہ بیٹھا ہوا تھا۔ یہ مردود بڑے ناز وادا سے چلتا تھا۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ گر پڑیگا۔ اور شتر مست کی طرح قدم رکھتا تھا۔ بید کی لکڑی کے سہارے چلتا تھا۔ اور لکڑی پر وحدہ لاشریک لہ لکھا تھا۔ عمیرہ نے کہا کہ جب میں نے اُسکو دیکھا تو بے اختیار میرے رخساروں پر آنسو جاری ہو گئے۔ میرے مولا جناب امام حسین علیہ السلام مجھے یاد آ گئے کہ اُن پر کیا گذرا۔ گویا کہ وہی معرکہ بالکل پیش نظر ہو گیا۔ پھر اُس جوان نے قبل اِس کے کہ یزید میرے پاس آوے۔ وہ خط مجھ سے لے لیا اور یزید کی طرف گیا۔ اور اُس سے کہا کہ یا امیر المؤمنین آیا آپ نے بحق اپنے باپ کے یہ حلف نہیں کیا تھا اور یہ قسم نہیں کھائی تھی کہ ہر روز تیری ایک حاجت کو ضرور پورا کیا کرونگا۔ حا[illegible] ۔ وہ حاجت بحق امام حسین علیہ السلام ہی کیوں نہو۔ یزید نے کہا ہاں۔ ایسا اقرار میں نے تجھ[illegible] [illegible]ضرور کیا تھا۔ وہ جوان بولا کہ میری حاجت یہ ہے کہ آپ اُس خط کو اسی وقت پڑھ لیں۔ یز[illegible] [illegible] خط ہاتھ میں لیا اور کھڑے

ہوتے ہی خط کو کھولا اور پڑھا۔ جب اُسنے خط پڑھ لیا اور سمجھ لیا تو کہا کہ اس خط کا لانیوالا کہاں ہے۔ اُس غلام نے کہا یہ ہے۔ یزید بولا میرے پاس بُلالا عمیرہ کہتے ہیں کہ میں اُسکے پاس گیا اور اُسکے سامنے کھڑا ہوا۔ اُس گمراہ کی صورت سرخ رنگ کی۔ مُنھہ پر داغ۔ اور سیاہی زیادہ تھی۔ اور کوئی خصلت اُس میں بادشاہوں کی ایسی نہیں تھی۔ یزید نے کہا تو شیعۂ امام حسین علیہ السلام ہے۔ میں نے کہا کہ میں تو ایک اجیر ہوں کہ مجھ کو عبداللہ نے اجرت دیکر بھیجا ہے کہ تو اس خط کو یزید کے پاس پہنچا دے۔ لڑکے نے کہا کہ اے مولا تمہیں اس امر سے کیا غرض ہے۔ اگرچہ یہ شیعۂ امام حسین علیہ السلام سے ہے یا غیر شیعہ۔ آپ اسکا جواب لکھدیں۔ یزید نے کہا کہ یہ عبداللہ ابن عمر ابن الخطاب کا خط ہے اور وہ میرے عامل ابن زیاد کی قید سے مختار کی رہائی چاہتا ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ یزید نے تب دوات و قلم مانگا اور ابن زیاد کو مختار کی رہائی کے لیے خط لکھا۔ اور یہ بھی لکھا کہ اُسکو بہت اعزاز و اکرام سے عبداللہ ابن عمر کے پاس پہنچا دے۔ اور مختار کے ساتھ احسان کر۔ پھر اُس غلام کی طرف سر بلند کیا اور کہا کہ اے جوان میں نے تیری حاجت پوری کر دی۔ قسم خدا کی اگر تو مجھ سے ہزار دینار مانگتا تو میں تجھے دیدیتا مگر میں مختار کو تو نہ چھوڑتا۔ مگر اس وقت دو باتیں مجتمع ہو گئیں۔ ایک تو عبداللہ ابن عمر کی فرمائش۔ اُس نے گویا میرا یہ احسان اپنے سر لیا ہے اور میرا ہمیشہ شکریہ ادا کریگا۔ دوسرے یہ کہ تیرے ساتھ وعدہ کیا ہے اُسکا ایفا بھی ضرور تھا۔ غرضکہ اُسنے اپنے خط کو لپیٹا اور عمیرہ کے حوالہ کیا۔ بعد اُسکے حکم دیا کہ اُسکو ایک اونٹنی اور ایک پانچ ہزار درہم کا کیسہ اور دو خلعت دئے جائیں تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ حسب حکم یزید سب موجود ہو گیا۔

عمیرہ کا بیان ہے کہ میں نے یہ سب مال اور خط لے لیا۔ دمشق سے نکلا اور چلتے چلتے گیارہ روز کے بعد کوفہ میں پہنچا۔ اور ارادہ کیا کہ ابھی ابن زیاد کے پاس جاؤں پس میں نے اپنے کپڑے بدلے اور یزید کا دیا ہوا لباس پہنا۔ ایک شخص نے پوچھا تو کہاں سے آیا۔ میں نے کہا یزید کے پاس سے۔ اُسنے مجھے نہ پہچانا۔ پھر میں ابن زیاد کے پاس گیا۔ ابن زیاد مجھے دیکھکر ہنسا۔ ید کا خط اپنی آستین سے نکالکر اُسکو دیدیا۔ اُسنے اُسے بوسہ دیا۔ تعظیم کے واسطے ما اور کہا کہ ابھی میں اُسکے حکم کو بجالاتا ہوں۔ پھر اُس نے مختار کو اپنے پاس بُلا۔ تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ مختار علیہ الرحمہ چھوٹ کر آ گئے۔

ابن زیاد نے انکی بیڑی اور طوق کٹوا دئے۔ اور ایک طبیب کو حکم دیا کہ وہ اُسکا علاج کرے پھر اُسکو حمام میں بھجوایا۔ اچھے کپڑے پہنائے۔ اور دس ہزار درہم دئے۔ اور عمیرہ کو بھی اِسی قدر روپیہ دیا۔ پھر مختار کو ایک ناقہ کہ جس پر سامان خورونوش لدا ہوا تھا اور ایک ناقہ خود اُسکے سوار ہونے کے واسطے دیا۔ اور عمدہ عمدہ کھانے دسترخوان پر پاس بٹھلا کر کھلائے عمیرہ نے کہا کہ کھاؤ۔ مختار نے کہا کہ اس امر کو چھپانا چاہیئے۔ اور میرے کھانا کھانے کے شریک نہو۔ پھر وہ ناقہ آیا اور مختار اُسپر سوار ہوا اور مجھ سے کہا کہ اے برادر الوداع خدا حافظ۔ میں نے کہا قسم خدا کی میں تجھ کو کبھی نہ چھوڑونگا۔ یہانتک کہ مروں۔ مختار نے کہا کہ اچھا میرے ساتھ سوار ہو۔

عمیرہ کا بیان ہے کہ ہم لوگ کوفہ سے چل کر مدینہ پہنچے۔ اُس دن عبد اللہ ابن عمر کے ہاں ہریسہ پکا تھا کہ اُسکو مرغوب تھا۔ اور اپنی زوجہ سے کہتا تھا کہ میرے ساتھ کھا اور اُسکو وہ بہت محبوب رکھتا تھا۔ عمیرہ کہتے ہیں کہ وہ میاں بی بی آپس میں یہی باتیں کرتے تھے کہ ہمنے دروازے پر دستک دی۔ لونڈی نے کہا کہ کون ہے۔ اُسے جواب دیا کہ میں ہوں مختار۔ جب ابن عمر کی زوجہ نے اپنے بھائی کی آواز سُنی تو اُسے پہچان لیا اور دوڑ کر دروازہ کھولا۔ اور اُسکی طرف دوڑی۔ بہت روئی اور اُس کے بوسے لیے۔ گلے لگایا۔ اور پھر دونوں ملکر خوب روئے۔ اور دونوں دیر تک گلے سے لپٹے رہے۔ یہانتک کہ مختار کی بہن زمین پر گر گئی۔ اور جب اُسکو دیکھا تو معلوم ہوا کہ مر گئی۔ پس مختار اُس کی تجہیز و تکفین میں مصروف ہوا اور اُسکو اُسی کے حجرے میں دفن کیا۔ مقتل ابی اسحاق اسفرائنی۔ ص ۱۵ جلد دوم۔

اس میں شک نہیں کہ مختار کے تمام و کمال واقعات تعجب انگیز اور حیرت خیز ضرور ہیں۔ مختار کے حالات کے علاوہ عمیرہ کے محاسن خدمات اور اُسکی بے انتہا کوششیں جس میں ہر وقت اُسکی جان جانیکا خوف لگا ہوا تھا۔ زیادہ تر تعجب دلانیوالی ہیں۔ اگر حقیقت کی نظر سے دیکھا جاوے تو عمیرہ نے مختار کی رہائی کے معاملات میں کارہائے رستمانہ کئے ہیں۔ اور یزید کے در دولت کے سخت سے سخت اور دشوار گذار ہفت خوانوں سے صحیح و سلامت نکل آنا خصوصًا ایک مرد معلّم پیشہ سے قطعی محال معلو[م] تا تھا۔ مگر ہمت مردان مدد خدا۔ اس مجاہد فی سبیل اللہ نے اپنے برادر ایمانی کی ر[ہائی] کی کوششوں میں اپنی عزیز

جان کی بھی مطلق پروا نہیں کی اور اُس حاکم جابر کے زر دولت پر پہنچکر اپنا کام نکال ہی
لیا۔ جہاں بڑے بڑے امرائے روزگار اور صاحبان عز و اقتدار کے جاتے ہوئے پائے ہمت
لغزش میں آتے تھے۔ یزید کی شقاوت قلبی اور تعصب ذاتی کے باعث سے کسی کو
سوتے جاگتے بھی اس کی امید نہیں تھی کہ وہ مختار کے ایسے دوستدار اہلبیت اطہار
اور شیعہ حیدر کرار علیہم السلام کی رہائی کا حکم کبھی دیگا۔ جو علانیہ قاتلان امام علیہ السلام
سے بدلا لینے کا دعوے کر رہا تھا۔ مگر ع کار یکہ خدا کند بشر را چہ مجال۔ اُس منتقم حقیقی کو
تو انہیں کے ہاتھوں سے اس امر اہم اور کار صعب کو بہ آسان انجام دلوانا تھا۔ اس لئے
ان تمام اسباب کے فراہم فرمانیکا ذمہ بھی اُسی کی تائید اور مشیت کے متعلق تھا۔ یہ
سب کیا تھا۔ ان خالص جاں نثاروں کی کوشش اور خدائے سبحانہ تعالے کی تائید۔
وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

مختار اور ابن زبیر کے معاملات

یہ واقعہ تو مختار علیہ الرحمہ کی پہلی قید اور پہلی رہائی کا تھا۔ اب ہم رہائی کے بعد سے
انکے حالات لکھتے ہیں رہا ہونے کے بعد یہ کوفہ سے مکہ اور مکہ سے مدینۂ منورہ میں
پہنچے۔ راستہ میں ان کو مصعب ابن زبیر ملا۔ اُسنے انکے زخم پیشانی کا حال پوچھا تو انہوں
نے کل حقیقت احوال سُنا دی۔ اور یہ بھی کہدیا کہ آج تو اُس نے ہم کو صرف ایک ہی
ضرب لگائی ہے اب۔ وہ دن بہت جلد آنیوالا ہے کہ میں ان ملاعین کے ہاتھ پاؤں کاٹکر
ان سے کیسا انتقام لیتا ہوں۔ مدینہ پہنچکر اس میں شک نہیں کہ انہوں نے ابن زبیر سے
آمد و رفت شروع کر دی اور انکی ظاہری رفتار سے یہ قصاص امام حسین علیہ السلام
میں اُنکو بھی ہم خیال اور ہمدرد یقین کر لیا۔ عباس ابن سہل انصاری کی معرفت جیسا کہ
صاحب روضۃ الصفا کا بیان ہے ابن زبیر کی بھی بیعت کر لی۔ اور اُن کے طرفدار ہنکر
عمرو ابن زبیر کے خلاف میں جو اُس وقت یزید کی جانب سے مدینہ کا عامل تھا بہت بڑی
جانفشانی سے کام لیا۔ اور اُسکو گرفتار کیا۔
اسی طرح ابن نمہ کے مقابلہ میں بھی ابن زبیر کی طرف سے اہل شام کے خلاف اپنے
مساعی جمیلہ کا برابر [illegible] ہے۔ اتنے میں یزید مر گیا اور ابن زبیر اپنے ہمراہیوں کی
ساتھ تخت گاہ شا[illegible]ا۔ تو یہ مختار ہی تھے جنہوں نے حرمین شریفین میں اپنا

پورا تسلط کرا کے عراق تک انکی قوت و جبروت کی شہرت تمام پہنچا دی۔ اور قریب قریب بصرہ اور کوفہ دونوں شہروں میں انکی حکومت کا خیال پیدا ہو گیا۔ یہ مختار ہی کا اثر تھا جسنے ابن زبیر کے برائے نام عاملوں کو ان دونوں شہروں میں بٹھلا دیا۔ اگرچہ اُن کے اس انعقاد کا اثر ملکی رعایا پر ہو یا نہو۔ مگر بنی امیہ کے مقابلہ میں ابن زبیر کو اتنا کہنے کا حق تو ضرور ہو گیا کہ اس وقت ملک عراق کا انتظام ہمارے مقررہ عاملوں کی نگرانی میں ہے۔ اب سنئے۔ ابن زبیر جیسی چالوں کے آدمی تھے۔ وہ ملک عرب پر کیا موقوف ہے۔ ساری دنیا جانتی ہے۔ یہ اپنی گوں کے آدمی۔ وقت پر کام نکالنے والے۔ جب انہوں نے مختار سے اپنے وہ تمام کام جو ان کے منظور دل تھے نکال لیے تو مختار کو راہ بتلائی جیسا کہ صاف صاف روضۃ الصفا کی اصلی عبارت سے ظاہر ہے۔

رایت دولت عبداللہ ابن زبیر بالا گرفتہ حجاز و کوفہ و بصرہ در تحت تسخیر و نصرت او در آمد۔ با مختار آغاز بے التفاتی نہادہ پیرامون عہد خود نگشت و او با ابن زبیر دل دگر کردہ با خود قرار داد کہ بروے خروج کند۔ روضۃ الصفا ج ۳ ص ۹۲ بمبئی۔

مختار کا بار دیگر قید ہونا

مختار نے ابن زبیر سے پورا قطع تعلق کر کے مدینہ چھوڑا۔ اور کوفہ واپس آئے۔ رستہ میں باشندگان کوفہ میں سے پہلا شخص جو مختار علیہ الرحمہ کو ملا وہ اسلمہ ابن کریب تھا۔ انہوں نے اسلمہ سے شہر کا حال دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اس وقت تک اہل کوفہ سب بنا اسیر کے ہیں۔ یہ معلوم کر کے مختار نے تبسم زیر لب کیا۔ اور جواب میں صرف اتنا کہا کہ ان گوسفندان بے شبان کا محافظ اور نگہبان انشاء اللہ الرحمن ہم ہی ہونگے۔

یہ اپنے انہیں ارادوں کے ساتھ کوفہ میں پہنچے۔ اور پہلے غسل کر کے شہر میں داخل ہوئے۔ اور جس قوم و قبیلہ کی طرف جاتے تھے یہی فرماتے تھے۔ ایہا الناس فرزند رسول رب العالمین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خون ناحق کا انتقام لینے والا اور گروہ فاسقین و قاسطین کا مارنیوالا میں ہوں۔ اور میں ہی وہ شخص ہوں جو ان معاندین کی اصل کو جڑ سے اکھاڑ پھینکونگا۔

صاحب روضۃ الصفا اور دیگر صاحبان مقاتل کا بیان ہے جنابِ کوفہ سے پہلے کربلائے معلیٰ میں آئے اور قبر مطہر جناب امام حسین علیہ السلام پر حاضر ہو شرف زیارت۔

مشرف ہوئے۔ اور آداب زیارت بجالا کر کہنے لگے یا سیدی و مولائی میں آپ کے جد بزرگوار و پدر عالیمقدار کی قسم کھاکر آج سے عہد کرتا ہوں کہ جب تک آپکے قاتلوں سے آپکے خون ناحق کا بدلا نہ لیلونگا اور اُنکے وجود نامسعود سے دنیا کو خالی نہ کرلونگا کبھی خوشگوار کھانا اور ٹھنڈا پانی نہ پیونگا اور کبھی نرم بستر پر نہ لیٹونگا۔

المختصر۔ قبر منور سے رخصت اور شہر کوفہ میں داخل ہوکر مختار علیہ الرحمہ اپنی کوششوں میں مصروف ہوئے۔ اس وقت تک اہل کوفہ کا مرجوعہ سلیمانؓ ابن صرد خزاعی کی طرف تھا۔ اور تمام شیعہ بکمال رغبت اُس وقت سلیمان رضی اللہ عنہ کی طرف مائل تھے۔ اس واسطے جب تک کہ سلیمانؓ کے مساعی جمیلہ کا نتیجہ نہ معلوم ہوئے انکے معاملات میں برابر دیر ہوتی گئی۔ اور جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ سلیمانؓ کے مقابلہ میں یہ کامیاب نہو سکے جبتک کہ وہ اہل شام کے معاملات میں مصروف رہے یہ کوفہ میں باقیماندہ شیعیان علی علیہ السلام کو وعظ و نصیحت کرکے اپنی طرف راغب کرتے رہے۔ بعض مخالفین نے اسکی خبر ابن زبیر کے عامل عبداللہ ابن زید کو پہنچادی۔ اُس نے پھر مختار کو نظر بند کردیا۔ یہ مختار کی دوسری گرفتاری تھی۔ مگر ابکی بار بھی عبداللہ ابن عمر کے ذریعہ سے اپنی رہائی کرالی۔ قید سے چھوٹ کر پھر اُسی استقلال اور استحکام سے اپنے دلی ارادوں کی تعمیل و تکمیل کی طرف ہمہ تن مصروف ہوگئے۔ جب سلیمان ابن خزاعی رضی اللہ عنہ اور اُن کے خاص جاں نثاروں کی شہادت کی خبر کوفہ میں پہنچی تو تمام شہر میں ایک کہرام مچ گیا۔ کوئی گھر ایسا نہیں تھا جو صف ماتم سے خالی رہا ہو۔ اور کوئی ایسا قبیلہ نہیں تھا جسکے بوڑھے یا جوانوں کی عزا کا سامان نہ کیا گیا ہو۔ ایک تو اہل کوفہ اس وقت عام طور سے پُرجوش ہو رہے تھے۔ اب سلیمانؓ کے غضبناک واقعہ سے اور متاثر ہو کر اپنے آپ میں نہ رہے۔ اُن کے کلیجوں میں قیامت کی چوٹ لگی۔ آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ دنیا تاریک ہوگئی اور ہر شخص فرزند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قصاص لینے پر اپنی جان سے آمادہ ہوگیا۔ پھر کیا تھا۔ مختار علیہ الرحمہ کی کامیابی کے دروازے کھل گئے اور اُنکے حصول مقاصد

طالب کے سامان مشیت ایزدی کے ذریعہ سے مہیا اور فراہم ہونے لگے

مروان کی مو

تنا میں مروان بھی نو مہینے سقے کی بادشاہی کا مزا چکھکر مر گیا۔

اسکی موت کا سبب بعض مورخین نے یوں لکھا ہے کہ ام خالد نے کھانے میں زہر دیدیا
اور بعض یہ کہتے ہیں کہ جب عبد الملک کو معلوم ہوا کہ مروان نے ابن زیاد سے
اس شرط پر سلطنت شام حاصل کی ہے کہ تا وقتیکہ خالد ابن یزید بالغ نہیں ہوتا یہ اُسکے
ولی رہکر امور سلطنت کو باختیار خود انجام دیتے رہینگے جب خالد میں امور سلطانی اور
جہانبانی کی صلاحیت آجائیگی تو یہ سلطنت حسب القاعدہ وراثت خالد ابن یزید کو واپس
دی جائیگی۔ تو عبد الملک مدینہ سے جھپٹا اور شام میں پہنچکر بوڑھے باپ کی خوب لے دے کی
اور اُس کو ایسا تنگ پکڑا کہ آخرالامر وہ اپنے اس عہد کے توڑ ڈالنے پر رضامند ہوا۔
شدہ شدہ یہ خبر ام خالد کو بھی پہنچی۔ تو اُسنے ایک دن جب مروان سونے آیا تو اُسکے مُنہ پر
تکیہ رکھکر دابدیا کہ اُسکا سلسلۂ تنفس منقطع ہوگیا۔ اور اُسکا دم گھُٹ کر نکل گیا۔ اور بعضوں
نے اسکے مارنے کی یہ ترکیب لکھی ہے کہ مروان جب سوگیا تو ام خالد نے ایک چادر سے
اُسکو چھپا کر اپنی محل کی لونڈیوں کو حکم دیا کہ چادر کو چاروں طرف سے دبا کر بیٹھ جائیں۔
لونڈیوں نے تعمیل حکم کی۔ نتیجہ وہی ہوا جو اوپر لکھا گیا۔ اوپر کا دم اوپر نیچے کا نیچے رُک کر
رہگیا۔ اور مروان مرگیا۔ صاحب روضۃ الصفا نے اس کے مرنے کے اسباب میں تینوں
سبب داخل کردئے ہیں۔

عبد الملک ابن مروان کی خلافت اور حکومت

مروان کی موت۔ عبد الملک کی تخت نشینی اور ملک عراق کی بدامنی کی متواتر خبریں
جب عبد اللہ ابن زبیر کو پہنچیں تو اُسنے عبد اللہ ابن زید۔ ابراہیم ابن محمد ابن طلحہ موجودہ
عاملان کوفہ کو معزول کرکے عبد اللہ ابن مطیع کو کوفہ کی امارت پر بحال کیا۔

عبد اللہ ابن مطیع اور اہل کوفہ۔ عبد اللہ ابن مطیع نہایت تزک و احتشام سے کوفہ
میں داخل ہوا مسجد جامع میں آیا اور اس مضمون کا خطبہ تمام اہل کوفہ کے سامنے پڑھا کہ
ایہاالناس مجھ کو عبد اللہ ابن زبیر نے تم لوگوں کے پاس اس غرض سے بھیجا ہے کہ میں
تمہارے ملک کا انتظام تمہارے ہی مشورے سے کروں۔ اور یہاں کا خراج بھی تمہاری ہی
صلاح و تجویز سے تحصیل کروں۔ میں تم لوگوں میں عمر ابن [illegible] طاب اور عثمان ابن عفان کے
طریقہ پر عمل کرونگا کہ تم لوگ موجودہ مخالفت اور بدامنی [illegible]ست بردار ہو کر تقوے اور
پرہیزگاری کے راستوں کو اختیار کرو۔

موجودہ حاضرین کے مجمع سے سائب ابن مالک اشعری اُٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اے امیر کسی کو عمر ابن الخطاب اور عثمان ابن عفان کے طریقہ میں کوئی کلام نہیں ہے مگر اس وقت اہل کوفہ کی خواہش دلی یہی ہے کہ اب ہم لوگوں میں جناب امیرالمؤمنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے طریقہ کو اختیار کیا جائے۔ اور اگر آپ اُنکی روش نہ اختیار کرینگے تو ہم کسی طرح آپ کی متابعت کو پسند نہ کرینگے۔ سائب کی صائب رائے سے سب نے اتفاق کیا۔ اور یکزبان ہوکر عبداللہ ابن مطیع سے یہی فرمائش اور فہمائش کی اور کہنے لگے کہ جو کچھ سائب نے کہا ہے اُس سے زیادہ ہماری اور کوئی خواہش نہیں ہے۔

عبداللہ ابن مطیع جیسا دل کا بودا تھا وہ واقعۂ حُرّ کے حالات سے ظاہر ہے۔ اہل کوفہ کے رخ بے رخ دیکھکر کہنے لگا کہ اچھا آپ لوگ خاموش رہیں ہم آپ ہی لوگوں کی تجویز کے مطابق کام کرینگے۔ یہ کہکر عبداللہ ابن مطیع مسجد سے قصر امارت کو واپس گیا۔

مختار کا تیسری بار قید ہونے سے بال بال بچنا۔ مقارن ابن ایاس ابن مضارب العجلی جو عبداللہ ابن مطیع سے پہلے شہر کوفہ کا کوتوال تھا۔ ابن مطیع سے کہنے لگا کہ آپ جانتے ہیں کہ یہ کون شخص ہے جس نے اس دلیری سے منبر پر آپکی تقریر کو کاٹ دیا۔ اور آپ کی مرضی کے خلاف اپنی تجویز ظاہر کی۔ اور تمام اہل کوفہ کو اپنا ہمزبان اور ہمکلام بنالیا۔ یہ شخص مختار ابن ابو عبیدہ ثقفی کے اصحاب خاص سے ہے۔ اہل کوفہ کی جماعت کثیر نے مختار کی بیعت کی ہے۔ اور وہ بہت جلد خروج کرنیوالا ہے۔ مصلحت وقت یہی ہے کہ آپ اسی وقت مختار کو بُلا کر قید کرلیں۔ ورنہ آپکی حکومت میں استقلال و استحکام آنا دشوار ہوگا۔ عبداللہ نے مقارن کے کلام سنکر زائدہ ابن قدامہ اور حسین ابن عبداللہ ہمدانی کو مختار کی طلبی میں بھیجا۔ مگر مختار سے زائدہ نے باتوں باتوں میں اصل مطلب کو کہدیا اور یہ آیۂ وافی ہدایہ واذ یمکربك الذین کفروا لیقتلوك ولیخرجوك تلاوت کیا۔ مختار نفس مطلب کو سمجھ گئے۔ اور طبیعت کی ناسازی کا بہانہ کرکے عبداللہ کو ٹالدیا۔ اور اُسی وقت عبداللہ ابن شریح الہمدانی کے گھر آگئے اور تمام شیعہ [illegible] نے اور قاتلان امام حسین علیہ السلام سے قصاص لینے کی تجویزیں ہونے [illegible] کہا کہ اب عبداللہ کا یہ ارادہ ہے کہ ہم سے جنگ کرے۔ میری دانس[illegible] ہمارے ظاہر ہونیکا بھی وقت آگیا۔ سب نے تو

اسے قبول کیا مگر سعید الحنفی نے کہا کہ تھوڑے دنوں تک اور توقف لازم ہے کہ ہم لوگ اپنے ہتھیار درست کرلیں۔ اور مقابلہ و مقاتلہ کی دیگر ضروریات بھی فراہم ہولیں۔ حضرت محمد حنفیہ رضی اللہ عنہ سے استفسار۔ مختار تو چلے گئے۔ اب باقیماندہ لوگوں میں یہ صلاح ہوئی کہ مختار کا بیان کہ ہم جناب محمد حنفیہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے خون امام مظلوم کے قصاص کے لیے مخصوص طور پر مقرر ہو کر آئے ہیں کہاں تک صحیح ہے دریافت کرنا چاہیئے۔ اس امر کے تصفیہ کے لیئے یہ طے پایا کہ ہم میں سے چند آدمی مدینہ جائیں اور حقیقت حال دریافت کر آئیں۔ اگر واقعی حضرت محمد حنفیہ کی اجازت ہی تو ضرور ہم مختار کے شریک ہو کر اس امر کی سعادت حاصل کرینگے۔ اور اگر نہیں تو ہم اپنی موجودہ حالتوں میں کوئی غیر اطمینانی اور بدامنی پیدا کرنا نہیں چاہتے۔ غرض یہی صلاح کرکے شیعیان کوفہ میں سے چند بزرگ واکابر آپ کی خدمت حاضر ہوئے۔ جناب محمد حنفیہ نے ان لوگوں سے ملکر اپنے محاسن اخلاق اور مکارم اشفاق کا پورے طور سے اظہار کیا اور فرمایا کہ غیر موسم حج میں آپ لوگوں کا اس طرف سفر اختیار کرنا کس سبب سے ہوا۔ اُن لوگوں نے اپنی حاضری کی اصلی غرض عرض کی اور سارا قصہ بیان کیا۔ اور یہ بھی کہنے لگے کہ ہم نے انتقام امام علیہ السلام کی متبرک شرط پر مختار کی موافقت و متابعت اختیار کی ہے۔ اب اگر آپ کی اجازت ہے تو ہم اپنے سر اور آنکھوں سے یہ مقدس خدمت بجالائیں اور اگر آپ اجازت نہیں دیتے تو پھر ہم بھی اپنے گھروں میں بیٹھ رہتے ہیں۔

اُن کے کلام سنکر حضرت محمد حنفیہ نے فرمایا کہ میں تمہارے ان ارادوں کی نسبت صرف یہی کہتا ہوں کہ ھٰذا فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔ باقی رہا میرے برادر بزرگوار علیہ السلام کے واقعۂ شہادت پر جس قدر آپ لوگ متاثر ہوئے ہوں اُس کی حقیقت یہ ہے کہ امر شہادت لوح محفوظ میں مقدر ہو چکا تھا۔ اور اُس کے عوض میں اُنکے لیے درجات علیہ معین ہو چکے ہیں۔ اور حسنات رفیعہ ہمارے واسطے مقرر ہو چکے ہیں۔ باقی رہا امر قصاص جسپر تم لوگوں نے اپنی ہمتوں کی کمر باندھی ہیا وہ ایسا امر عظیم الشان ہے کہ باللہ الذی لا الہ الا ہو۔ ہماری دلی خواہش تو یہی ہے کہ تم پر کیا منحصر ہے جس بندے کو خدائے قادر و توانا اس امر خیر [illegible] توفیق عنایت فرمائے وہ ہمارے ان مصائب و شدائد کا جو معاندین کے ہاتھوں ہمہ گذ[illegible]ئے۔ عوض لے۔

جناب محمد حنفیہ رضی اللہ عنہ کے کلام سنکر اہل کوفہ کو مختار کے دعوے کی تصدیق ہوگئی وہ مدینہ سے خوشی خوشی واپس ہوئے۔ اور مختار کے ہمہ تن مطیع و منقاد ہوکر امر قصاص پر مستعد ہوگئے۔ مختار کے تمام امور میں ہر طرف سے پختگی آگئی۔ اب تمام شیعہ گروہ کا مجمع مختار کے پاس ہونے لگا۔ اور ہر شخص انکو اپنا سردار اور امیر سمجھنے لگا۔

ابراہیم ابن مالک اشتر کی شراکت۔ یہ سب کچھ تو ہوگیا مگر ابھی تک ابراہیم ابن مالک اشتر کی شرکت نہیں ہوئی تھی۔ اور اُنکی موافقت و مشارکت بغیر یہ کام چلتا نظر نہیں آیا۔ چنانچہ ابو عثمان الهندی اور عامر الشعبی اور چند دیگر معززین شیعہ ابراہیم کی خدمت میں گئے۔ اور یزید ابن انس نخعی نے جو صاحب شمشیر و تقریر دونوں تھا انکو تمام صورت واقعہ بیان کردی۔ ابراہیم نے جواب دیا کہ میں تمہاری سب کی رائے سے اتفاق کرتا ہوں کہ تم لوگ میرے کہنے پر عمل کرو اور میری ہدایت پر چلو۔ یزید ابن انس نخعی نے کہا کہ اس میں شک نہیں کہ تم میں امارت و حکومت کی پوری صلاحیت موجود ہے۔ مگر چونکہ ہم لوگ مختار ابن ابو عبیدہ ثقفی کو اس امر میں اپنا امیر بنا چکے ہیں۔ اب پیمان شکنی نہیں کرسکتے۔

ابراہیم اُنکا جواب سنکر خموش ہوگئے۔ اُس دن تو یہ بات ہوکر رہگئی۔ وہاں سے واپس آکر ان لوگوں نے مختار سے ابراہیم کی ملاقات کا سارا حال بیان کردیا۔ مختار بھی ساری روئداد سنکر خموش ہو رہے۔ اور ابراہیم کی شرکت کے ضروری مسئلہ پر تین دن تک غور کرتے رہے۔ تین دن کے بعد مختار خود ابراہیم کے مکان پر گیا۔ ابراہیم نے نہایت تعظیم و تکریم سے مختار کو اپنے پہلو میں بٹھلایا۔ اور ادھر اُدھر کی باتیں کرکے انسے انکے آنے کی وجہ پوچھی تو مختار نے کہا کہ یہ امر تم پر ظاہر ہے کہ میں اس شہر کوفہ میں کسی کے گھر نہیں جاتا۔ مگر جو ضرورت مجھ کو تمہارے گھر کھینچ لائی ہے وہ بھی تم کو بخوبی معلوم ہے۔ اب اس سے زیادہ اصرار و اظہار کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ حضرت محمد ابن حنفیہ کا خط ہے۔ جو مدینہ سے تمہارے نام آیا ہے جس پر تم کو عمل کرنا واجب و لازم ہے۔

ابراہیم نے خط کھ[illegible] [illegible]ا مضمون یہ تھا کہ تم کو امر قصاص میں مختار کی مشارکت اور نصرت ضرور[illegible] [illegible]ی نصرت و حمایت میں کامیاب ہوگے تو کوفہ سے قیام

تک کا مالک تمہارے اختیار میں دیا جائیگا۔ اور مجھپر تمہارا یہ احسان ہمیشہ کے لیے قائم رہیگا۔ اور اگر تم نے کوئی عذر کیا یا مختار کے خلاف کوشش کی تو پھر دنیا و عقبے میں خسارت تم کو نصیب ہو گی۔

ابراہیمؒ نے قبل اسکے کہ اس خط کی تعمیل یا غیر تعمیل کی نسبت کچھ کہیں۔ مختار سے اتنا پوچھا کہ جناب حنفیہؓ کے اکثر خطوط میرے نام آئے ہیں۔ مگر اُن میں صرف محمد لکھا رہتا تھا۔ مگر بخلاف ان سب کے یہ خط جو تم لائے ہو اس کے لفافہ پر محمد ابن علی لکھا ہے۔ اسکی کیا وجہ ہے مختار نے اس کے جواب میں یہ کہکر ابراہیم کو مطمئن کر دیا کہ وہ زمانہ اور تھا اور یہ وقت اب اور ہے ابراہیمؒ کو اس جواب پر بھی کامل تسکین نہیں ہوئی۔ تو اُس نے موجودہ لوگوں کی شہادت طلب کی۔ سب نے شہادت دی کہ یہ خط خاص حضرت محمد حنفیہؓ کا لکھا ہے۔ اتنی کامل اور گہری تحقیق کے بعد ابراہیم نے اُٹھکر مختار سے بیعت کی۔ اور یہ اُسی دن سے ان کے تمام امور میں شریک ہو گئے۔

مختار علیہ الرحمہ اور ابراہیم کی کوششیں

اب تو مختار علیہ الرحمہ کا بازوئے ہمت اور قوی ہوگیا۔ اور ایسے نمودار اور دلیر روزگار کو اپنا مطیع پا کر اُسکا دل اور بڑھ گیا۔ ابراہیم کو دیکھکر شیعیان علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی اُسیدن سے روزانہ مختار کے پاس جمع ہونے لگے اور امر قصاص کی نسبت مشورے کرنے لگے۔ جب ہر طرف سے تمام سامان مہیا ہوگئے تو ایک بار انکی دس ہزار یا بارہ ہزار جمعیت نے چودھویں ۱۴ ربیع الآخر سنہ ہجری کو تمام کوفہ پر اپنے حملات گرانبار شروع کر دئیے۔ اور یا ثارات الحسین علیہ السلام کے پرزور نعروں سے آسمان و زمین کو ہلا دیا۔ اُسکی تفصیل یہ ہے۔

ابراہیم ابن مالک اشتر اور مختار کے ان ارادوں کی خبر عبداللہ ابن مطیع کو ہوئی جو ابن زبیر کی طرف سے کوفہ کا عامل تھا تو اُسنے ایاس ابن مضارب کو تمام محلات شہر کی نگہبانی اور کامل حفاظت کرنیکے لیے پوری تاکید کر دی تھی۔ ایاس ابن مضارب کوتوال شہر تھا اس خبیث سے اُسنے تمام محلّوں کی حفاظت کا پو[illegible] انتظا[illegible] لیا۔ چودھویں ۱۴ ربیع الاخری کی رات کو اُسنے ابراہیم ابن مالک اشتر کو اپنے [illegible] وانصار کے ساتھ دیکھکر پوچھا کہ تم لوگ آدھی رات کو کہاں جاتے ہو۔ [illegible] جواب دیا کہ اس وقت ہم

لوگوں کو ایک اتفاقی مہم پیش آئی ہے۔ ہم لوگ اُسی کے دفعیہ کے لیے جاتے ہیں۔ اُسنے کہا کہ یہ تمہارا صرف حیلہ ہے۔ فی الحال تم لوگوں کے جو ارادے ہیں اُسکی ہمکو بھی خبر مل چکی ہے۔ غرضکہ میں تجھے جانے نہ دونگا۔ یا تو تم لوگ مجھے مار جاؤ یا امیر کے پاس چلو۔ اتنا سُننا تھا کہ ابراہیم نے کہا کمبخت تو بھی قاتلان حسین علیہ السلام سے ہے۔ اتنا کہکر اور اپنے ایک ہمراہی کا نیزہ لیکر اُسکے سینہ پر اس زور سے مارا کہ وہ چت ہو کر زمین پر آرہا۔ اور گرتے ہی مر گیا۔ ایاس کے ہمراہی تو اُسی وقت صورت واقعہ معلوم کر کے بھاگ گئے۔ اور ابراہیم ایاس کا سر لیکر مختار کے پاس آئے۔ اور صورت حال بیان کی کہا کہ اب زیادہ تاخیر کا موقع نہیں ہے۔ فوراً دشمنوں سے مقابلہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ اب جانبین سے مقابلہ اور مقاتلہ میں کوئی دیر نہیں ہے۔ مختار نے جواب دیا کہ ابشرک اللہ بالخیر۔ یہ پہلی ہی فتح ہے جو تمہارے دست و بازو کی کوششوں سے حاصل ہوئی ہے۔

یہ کہکر مختار علیہ الرحمہ نے دشمنوں سے مقابلہ کا سامان کیا اور رفاعہ ابن شداد بجلی قدامہ ابن مالک و سعید ابن منقذ کو حکم دیا کہ تمام محلّوں میں یاآل ثارات الحسین علیہ السلام کے نعرے بلند کریں۔ ایسا ہی ہوا کہ ان کے پرجوش نعرے سن سنکر تمام خلقت مختار کے مکان پر آنے لگی۔ مختار بھی سلاح جنگ سے آراستہ ہو کر اپنی جمعیت کے ساتھ نکل پڑے۔ اور نہایت عجلت سے اُس مقام پر پہنچے جہاں مخالفین پہلے سے جمع تھے۔ ان پُر ہمّت دلیروں نے پہنچتے ہی گروہ مخالفین پر اپنے متواتر اور متصل حملات شروع کر دئیے۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں انکی موجودہ جمعیت کو متفرق کر دیا۔ تمام اسلامی مورّخ لکھتے ہیں کہ مختار اُس وقت حملہ کرتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنّا عصیناک لاھل بیت نبیّک محمّد فانصرنا علیٰ من قبلھم وتمّم لنا دعوتنا انّک علیٰ کلّ شیٍٔ قدیر۔

ابھی یہ گروہ ہزیمت اُٹھا کر ہٹا تھا کہ سوید ابن عبد الرحمٰن ایک جمعیت کثیر کے ساتھ آکر انکا سدّ راہ ہو گیا۔ ابراہیم ابن مالک اشتر نے یہ حال ملاحظہ فرما کر اپنے ہمراہیوں کو آواز دی کہ یہی قاتلان [illegible] ۔ [illegible]م کا گروہ ہے۔ ان سے پورا مقابلہ کر کے نجات دارین حاصل کرو۔

[illegible]

پیادہ پا ہوگئے اور اپنی تلواریں دشمنوں کے منہہ پر گھسیٹ لیں۔ سخت معرکہ پڑا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سوید ابن عبد الرحمن کے ہمراہی بھاگ نکلے۔ اور محلہ کناسہ میں جمع ہوئے۔
اس کے بعد ایک دوسرے مخالف کے گروہ کی نوبت آئی۔ اس جماعت کثیر کا سردار شیث ابن ربعی تھا۔ اور حجار ابن ابجر تھا۔ یہ دونوں بدنصیب ازلی وہی تھے جو معرکہ کربلا میں لشکر یزید کے ممتاز عہدوں پر معین تھے۔ اور خون حسین علیہ السلام میں سب سے زیادہ کوشش کرنیوالے وہی سنگدل تھے۔ حجار ابن الجبر ہو کلاں آب فرات میں چار ہزار سواروں کا سردار تھا اور غاضریہ کے گھاٹ کا پہرہ دار تھا۔
شیث ابن ربعی کا نام اور اُس کے ظلم و ستم ایسے عام ہیں کہ ہم کو اسکی معرفت کرانیکی چنداں ضرورت نہیں۔ بہر حال اس جمعیت سے بھی مقابلہ کی ٹھہری۔ اور بہت سخت خونریزی واقع ہوئی۔ اس کا نتیجہ بھی شیث ابن ربعی کی شکست اور ہزیمت پر ہوا۔ اُسکے ہمراہی بھاگ گئے۔
اِس کے بعد ابو عثمان الهندی جو مختار کے بہت بڑے لائق اور کار کردہ اصحاب میں تھے کھڑے ہوئے۔ یاآل ثارات الحسین علیہ السلام الیٰ الیٰ انّھا المھتدون کے پُرجوش اور پُرزور نعرے بلند کرنے لگے۔ انکی بلند آوازوں نے باقیماندہ شیعہ جماعت کو اپنے پاس سمیٹ لیا۔ تمام مورخین اسلامی کا بیان ہے کہ رات بھر جانبین میں تلواریں چلتی رہیں۔ صبح ہوتے ہی مختار نے اپنی جمعیت کو شہر سے صحیح و سلامت نکالکر دیر ہند میں قیام کیا۔
مقتل ابو مخنف میں حمید ابن مسلم و نعمان ابن ابی جعدہ کے اسناد سے لکھا ہے کہ مختار نے اُس دن صبح کی نماز میں امامت کی رکعت اوّل میں سورۂ والنازعات اور رکعت دوم میں سورۂ عبس اس فصاحت و بلاغت سے پڑھا کہ آج تک کسی دوسرے نے نہیں پڑھا تھا۔ نماز صبح پڑھکر اپنی ہمراہی فوج کا جائزہ لیا تو بارہ ہزار آدمیوں میں کل تین ہزار سپاہی شمار میں آئے۔ مختار کا دل اس وقت بالکل تھوڑا ہو گیا۔ اور قریب تھا کہ اُسکے ارادوں میں لغزش اور کمی آئے۔

عبد اللہ ابن مطیع کا مختار پر حملہ

ابھی مختار انہی فکروں میں غرق تھے کہ عبد اللہ ابن مطیع ہزار فوج جرار لیکر آ پہنچا

اور کارکردہ افسروں کی ماتحتی میں اس تفصیل سے روانہ کی کہ شیث ابن ربعی کی ماتحتی میں چار ہزار
اور راشد ابن ایاس کے زیر فرمان تین ہزار اور حجار ابن ابجر کے زیر کمان تین ہزار اور عصاب
ابن قشعری کے ہمراہ تین ہزار اور شمر ذی الجوشن اور عکرمہ ابن ربعی کے ساتھ تین ہزار
اور عبدالرحمٰن ابن سوید کے ساتھ اور شداد ابن منذر کی ہمراہی میں تین ہزار روانہ کئے گئے۔
عبداللہ ابن مطیع کا لشکر اُنیس ہزار مجموع تھا۔ مختار کے معاملات میں تائید ربانی کا شامل
ہونا اسی ایک واقعہ سے کامل طور پر ثابت ہوتا ہے کہ مختار نے اپنی کل تین ہزار فوج سے
اتنے بڑے جرار لشکر کا ایک بار مقابلہ کر دیا۔

جنگ دیر ہند۔ صبح اوّل وقت سے مقام دیر میں یہ لڑائی شروع ہوئی اور پہر دن
چڑھتے چڑھتے [illegible] ہیوں نے اپنی دلاوری اور جرأت کے بے نظیر جوہر دکھلا کر
عبداللہ ابن [illegible] جمعیت کو منتشر کر دیا۔ اور وہ اپنے سروں پر پاؤں رکھکر افتاں
وخیزاں باصد حال پریشان بہت بڑی ذلت و رسوائی سے بھاگ کر شہر میں چلے گئے
اللہ ری مختار کی دلیری کہ اپنے اُنہی تین ہزار سپاہیوں سے بھاگنے والوں کا تعاقب
کیا اور شہر میں گھسکر ہر گلی اور کوچہ میں وہ قتل عام مچایا کہ کشتوں کے پشتے لگ گئے
جسم اور سروں کے انبار دیواروں سے لگ گئے۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ ابراہیم
ابن مالک اشتر اور مختار کی تیغ شرربار کے خوف سے قوم مخالف کے جتنے عمائد اور
رؤسا تھے قصر دارالامارہ میں روپوش ہو گئے۔ اور چاروں طرف سے کواڑ بند کر کے
کسی نہ کسی طرح اپنی جانوں کی حفاظت کی تدبیریں کرنے لگے۔

بعض تاریخیں یہ بیان کرتی ہیں کہ مختار کے اس تیسرے حملہ میں مختار نے عبداللہ ابن
مطیع سے رو در رو مقابلہ کیا تھا۔ جانبین سے جب حملات گرانبار ہونے لگے تو شیث
ابن ربعی نے نعیم ابن ہبیرہ کو جو مختار کے اصحاب مخصوصین میں سے تھا۔ مار گرایا جس کا
بہت سخت صدمہ مختار کو ہوا۔ اُسنے فوراً اپنی فوج کو کلمات ہمت خیز کہکر تازہ دم اور
پرہمت کر لیا۔ ابراہیم ابن مالک اشتر رضی نے نعیم ابن ہبیرہ کے عوض میں راشد ابن ایاس
کو جو فی الحال شجاع [illegible] تیغ شعلہ بار کی ضرب سے دو ٹکڑے کر ڈالا۔ یہ دیکھ
بند کئے گئے۔ عبداللہ ابن مطیع کا جتنا دل تھا اور جیسے [illegible] ہمراہیان مختار
بیکار ہے۔ ہمراہیان مختار کی یہ ہمت اور پُر جوشی [illegible] وہ بہادر تھے وہ

دیکھکر انکے تو ہوش و حواس جاتے رہے ۔میدان جنگ سے کھڑے پاؤں بھاگ نکلے اور اپنے ہمراہیوں سمیت دار الامارۃ میں روپوش ہو گئے ۔اور عبد اللہ ابن زید ابن حارث کو ایک دستہ تیر اندازوں کا دیکر دار الامارہ کے دروازے کی حفاظت پر مقرر کیا ۔ مختار علیہ الرحمہ نے جب اپنے ہمراہیوں کو آگے بڑھایا ۔عبد اللہ ابن یزید کے ماتحت تیر اندازوں نے روکنا چاہا ۔مگر ان پرہمت دلیروں نے اپنے سینوں کو اُن کے نشانوں کے لیے چاندماری بنادینے میں ذرا بھی خوف نہ کھایا ۔بلکہ اُسی طرح اُنکی گھنی صفوں کو توڑتے ہوئے دار الامارہ کے دروازے تک پہنچگئے ۔اور پہنچتے ہی ہر شخص نے نعرۂ تکبیر بلند کیا ۔مختار نے اپنی موجودہ جمعیت کو دار الامارۃ کے محاصرے کا حکم دیدیا ۔اور جوانان عالی ہمت و دلیران پرحوصلہ و شجاعت نے چاروں طرف سے دار الامارۃ کو گھیر کر آمد و رفت اور داد و ستد قطعی طور پر بند کردی ۔ تین شبانہ روز تک محاصرہ کی ایک کیفیت رہی ۔آخرکار عبد اللہ ابن مطیع نے ہر طرف سے مجبور ہو کر مختار سے بصد لجاجت و سماجت امان کی درخواست کی ۔مختار نے اُسکی استدعا کو اس شرط پر منظور کیا کہ وہ اسی وقت شہر چھوڑ دے ۔چنانچہ اُسکے ہواخواہ اُسکو رات ہی رات کو شکستہ خورد کے راستہ سے نکال کر شہر سے باہر لے گئے ۔اور عبد اللہ ابن مطیع بہزار خرابی بصرہ ۔کوفہ سے پاپیادہ اندھیری رات کے اخیر حصہ میں شہر کی پُرآشوب گلیوں میں جاسوسوں اور نگہبانوں کی آنکھیں بچاتا ہوا بیرون شہر ابوموسے الاشعری کے گھر میں فرود ہوا ۔اور وہاں سے دوسرے دن مدینہ واپس گیا ۔مدینہ میں پہنچا تو عبد اللہ ابن زبیر نے اس بیچارے کی وہ لے دے کی کہ اُسکو وہاں بھی قیام کی کوئی صورت نہیں دکھلائی گئی ۔آخرکار عبد اللہ ابن مطیع مدینۂ منورہ سے اُٹھ کر بصرہ میں مقیم ہوا ۔

یہ تھی عبد اللہ ابن مطیع موجودہ امیر کوفہ کی چندروزہ امارت و ولایت کے حالات ۔عبد اللہ ابن زید اور ابراہیم ابن محمد ابن طلحہ کو معاملات مختار کے امتناع کی نسبت ناکافی سمجھ کر ابن زبیر نے کوفہ کی امارت انکے سپرد کی تھی ۔انکی ذلت و رسوائی کی جو حالت ہوئی وہ ظاہر ہوئی ۔حقیقت امر یہ ہے کہ ابن زبیر اور عبد اللہ ابن مطیع دونوں میدان جنگ کے کام کے نہ تھے ۔توڑ جوڑ ۔مکر و فریب اور حیلہ و حوالہ سے یہ لوگ جہاں تک اپنے کام نکال لیں وہ یقین ہو سکتا ہے ۔مگر میدان جنگ میں سوائے [illegible] نیے یا مُنہہ کی کھانے کے انکے بنائے کچھ بھی نہیں بن سکتی تھی ۔

جن لوگوں کو تاریخوں کے دیکھنے کا مذاق سلیم حاصل ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ جنگ جمل کے واقعات میں ابن زبیر نے جس جس حیلہ سے اپنی خالہ محترمہ عائشہ کو اُبھار کر اس جنگ عظیم کی بنیاد ڈالی جس میں ہزاروں مسلمانوں کے خون ناحق ہوئے وہ تمام تاریخوں میں عام طور سے درج ہے مگر میدان جنگ میں پہنچکر ان کی پُر جوشی اور دلیری سے جو کچھ بن آیا وہ زبیر کا قتل طلحہ کی موت اور عائشہ کی رسوائی و بربادی صاف صاف لفظوں میں بتلا رہی ہے۔ اسی طرح ابن زبیر نے جن جن چالوں سے امام حسین علیہ السلام کو مکہ میں نہیں رہنے کی صلاح دی اور بہت جلد عراق تشریف لیجانیکی تجویز کو پسند کیا وہ بھی انکی خود غرضی کی روشن دلیل ہے۔ انہیں کے ایسے عبداللہ ابن مطیع بھی تھے۔ ع وزیرے چنیں بادشاہے چناں۔ یہ حضرت بھی وہی ہیں جنہوں نے اہل کوفہ کی تلوار سے ڈر کر امام حسین علیہ السلام کو قصد عراق سے باز رکھنا چاہا تھا۔ اور اسی حیلہ سے آپکی ہمت، استقلال اور استحکام طبعی کا اندازہ لینا چاہا تھا۔ انکا فطرتی جبن تو بہیر سے ظاہر ہے۔ واقعۂ شہادت کے بعد یہ بھی ابن زبیر کے ہم خیال ہوئے۔ اور واقعۂ حرّہ میں اہل مدینہ کے سپہ سالار اور سردار بنے۔ اس لیے کہ کام کرے سپاہی نام ہو سردار کا۔ اس سرداری کا نتیجہ کامیابی کے ساتھ ہوا تو کسی صوبہ یا کسی علاقہ کی امارت پر اپنا استحقاق تو ضرور ہو جائیگا۔ مگر معاملہ برعکس ہوا۔ اس سرداری میں کامیابی کی صورت دیکھنی تو نصیب نہوئی مگر ہاں مسلم ابن عقبہ کے مقابلہ میں میدان جنگ سے بھاگ جانے کی ذلت و خواری سے البتہ سامنا ہوا۔ اسکے علاوہ شرفائے مدینہ کی ذلت و تحقیر۔ اہل شہر کا قتل عام اور غریب پردہ نشین مستورات کی بے عصمتی اور ہتک حرمت کا وبال ہمیشہ کے لیئے ان کے دامنگیر حال رہا۔ کیونکہ انکی محافظت و حراست اُسی لشکر کی بدولت تھی جسکی سپہ سالاری اور سرداری ان سے تعلق رکھتی تھی۔ پھر جب ان کے فطرتی جبن اور ذاتی بزدلی کی یہ کیفیت ہو تو یہ بیچارے مختار اور ابراہیم ابن مالک اشتر کی پر جوشیوں اور دلیریوں کے سامنے کیا ٹھہر سکتے۔ یہ دو چار روز کوفہ میں جو ٹھہر بھی گئے تو وہ اہل کوفہ کی جمعیت اور قاتلان امام حسین علیہ السلام کی نصرت و حمایت کی تقویت پر۔ ورنہ ان سے اور مقابلہ سے کیا واسطہ

کوفہ میں امیر مختار

مگر ہم اپنے قدیم سلسلۂ بیان پر آجاتے ہیں کہ

عبد اللہ ابن مطیع کے موجودہ ہنگامہ کے فرو ہو جانیکے بعد شہر کوفہ کیا تمام ملک عراق پر مختار کا پورا پورا استلط ہوگیا۔ اور مختار بھی باطمینان تمام ملکی انتظام کی طرف مصروف ہوئے۔ دار الامارۃ کوفہ کے بیت المال میں بارہ ہزار درہم پائے گئے۔ وہ اُسی وقت اہل شہر پر تقسیم کر دئے گئے۔ جب اِس تقسیم سے بھی فراغت ہوئی تو مختار نے تمام ملکوں میں اپنی طرف سے عامل مقرر کرکے روانہ کئے۔ عبد الرحمٰن ابن قیس ہمدانی کو شہر موصل میں بھیجا۔ اور عبد الرحمٰن ابن حارث کو ولایت ارمینیہ کی طرف روانہ کیا۔ محمد ابن عمیرہ کو صوبہ آذربائیجان اور سعد ابن حذیفہ یمانی کو صوبہ حلوان کا حاکم مقرر کیا۔ اسی طرح تمام ملکی عہدے ہوشیار اور آزمودہ کار لوگوں کو سپرد کئے۔ ان میں سے ہر شخص نے اپنی استعداد اور قابلیت کی زور سے اپنے اپنے فرائض منصبی کے تمام خدمات من حسن الوجوہ انجام دئے۔ اور اپنے اپنے ممالک متعلقہ کے لوگوں کو مختار کا مطیع و منقاد بناکر اُنکی حکومت و سلطنت کا سکہ بٹھلا دیا۔ امارت لشکر ابراہیم ابن مالکؓ اشتر کے متعلق ہوئی۔ قضا کا عہدہ پہلے قاضی شریح کے تعلق کیا۔ مگر پھر یہ سُنکر کہ یہ سنت عثمان کے مطابق فتوے دیتا ہے اُس کو معزول کر دیا۔

عبد الملک ابن مروان کی ملک شام میں سلطنت

اب ہم ملک شام کے خاص حالات ذیل میں قلمبند کرتے ہیں۔ اوپر لکھا گیا ہے کہ مروان کے مرنے کے بعد عبد الملک تخت سلطنت پر بیٹھا۔ اُس نے ابن زیاد جو مروان کے وقت سے کاروبار ملکی کا مدار المہام تھا۔ بُلاکر کہا کہ میرے باپ نے اپنے زمانۂ حیات ہی میں تجھکو مہم عراق کے واسطے مقرر کرکے فرقۂ مفسدان کی تنبیہ کی غرض سے روانہ کیا تھا۔ اور تونے بھی حسب الحکم اُسکے وہاں کے مفسدوں کی پوری سرکوبی کر دی۔ اور اُنکی امیدوں کو ہمیشہ کے لیے منقطع کر دیا۔ اب میری بھی خواہش یہی ہے کہ تجھ کو پھر اُسی ملک کی تنبیہ اور تسخیر کے لیئے روانہ کروں۔ کیونکہ جیسا کچھ فساد اور بدامنی اُس اطراف میں پھیلی ہوئی ہے وہ تیری آنکھوں سے پوشیدہ نہیں ہے۔ میری رائے میں تو مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایک فوج جرار کے ساتھ تو کوفہ کی طرف [illegible] وا [illegible] ہو۔ اور وہاں مختار کے فتنہ و فساد کو کامل طور سے مستاصل کرتا ہوا بصرہ کی [illegible] متوجہ ہونا۔ اور وہاں مصعب ابن زبیر کی صحبت عیش کا خاتمہ کرتا ہوا حرمین شریفین کی [illegible] ہی ہونا اور وہاں عبد اللہ

ابن زبیر کے چراغ حیات کو گل کرتا ہوا فتحیاب و منصور تختگاہ دمشق کی طرف واپس ہونا
کہ جتنے خدشتے میرے ملکی انتظام میں واقع ہو رہے ہیں ایک دفعہ نکل جائیں اور پھر کسی
کی طرف سے کوئی خوف یا اندیشہ میرے دل میں باقی نہ رہے۔

ابن زیاد نے بکمال رغبت عبدالملک کی تمام ہدایتوں کو سنا اور اسکی تعمیل کی فکروں میں
مصروف ہوا۔ اور تھوڑے دنوں میں پورا سامان سفر تیار کرکے اسّی ہزار فوج جرار کے ساتھ
کوفہ کا رخ کیا۔ یہاں تک کہ شہر نصیبین تک پہنچا۔ شہر نصیبین تک پہنچکر ابن زیاد نے بیس ہزار
فوج جرار کو مقدمۃ الجیش بناکر شہر موصل کی طرف روانہ کیا۔ عبدالرحمن ابن سعد ابن
قیس کو جو شہر موصل کا عامل تھا ابن زیاد کی خبر پہنچی تو اسنے فوراً ایک تیز رفتار قاصد مختار کے
پاس کوفہ کو روانہ کیا۔ اور حقیقت حال اسکو لکھ بھیجی۔ مختار نے اس کے جواب میں عبدالرحمن
کو لکھ بھیجا کہ تم شہر موصل سے قلعۂ تکریت میں چلے آؤ اور یزید ابن انس نخعی جو دلاوران نامی
اور شجاعان یگانہ میں شمار ہوتا تھا۔ تین ہزار آدمیوں کی جمعیت کے ساتھ شہر موصل کی طرف
روانہ کیا۔ اور دیر ابو موسے الاشعری تک خود اسکو پہنچانے آیا۔

یزید ابن انس نخعی اور ربیعہ ابن مخارق غنوی سے مقابلہ

یزید ابن انس نخعی نہایت سرعت سے منزلیں طے کرتا ہوا قلعۂ تکریت میں عبدالرحمن
سے جاملا۔ اور پھر عبدالرحمن کی موجودہ جمعیت کے ساتھ قلعۂ تکریت سے نکل کر شہر موصل میں آیا
جو وہاں سے پندرہ میل کے فاصلہ پر واقع ہے واپس آئے۔ ابن زیاد کو جب یہ خبر پہنچی تو
اسنے ربیعہ ابن مخارق غنوی کو تین ہزار فوج کے ساتھ یزید کے مقابلہ میں روانہ کیا پھر
اسکی کمک میں تین ہزار سپاہیوں کا اور اضافہ کیا۔

اتفاق وقت اسی کا نام ہے۔ جس رات کی صبح کو طرفین سے مقابلہ ہونیوالا تھا اسی شب
کو ایک سخت مرض یزید ابن انس نخعی کو لاحق ہوا۔ اور اسنے اپنے موجودہ مرض کی وجہ سے
سخت بےچینی اور اضطراب میں وہ رات بسر کی۔ مگر باایں ہمہ اسکے مستقل ارادوں میں سرمو
فرق نہیں آیا۔ وہ علی الصباح اٹھا اور قاعدہ سے اپنی فوج کو میدان جنگ میں آراستہ
کیا۔ اور مقابلہ کے طمینان سے درست کر دئے۔ اللہ رہی ہمت اور
اللہ رے استقلال رہے کہ یزید ابن انس نخعی رحمۃ اللہ علیہ میں بیماری

کو عین بیماری کی حالتوں میں اس طرح ادا کیا کہ خود اپنے الاغ پر سوار ہوا اور چاروں طرف سے اس کے خادم اسے سنبھالے رہے۔ اور اسنے اسی حالت میں اپنی فوج ہی کو مقابلۂ غنیم کے متعلق پورے طور سے تیار اور آراستہ کر دیا۔ کیا یہ واقعہ اسکے عدیم المثال استقلال اور بے نظیر ہمت کا کافی ثبوت نہیں ہے۔

بہرحال جب فوج آراستہ ہو چکی تو یزید ابن انس نخعی نے تمام فوج کو مخاطب کر کے کہا کہ تم میری بیماری اور معذوری کی پوری حالت آنکھوں سے دیکھتے جاتے ہو۔ اگر میرا وقت پورا ہو جاوے اور میں مرجاؤں تو میرے بعد میرا چچا زاد بھائی ورقا ابن عازب تمہارا امیر ہوگا۔ اور اگر وہ بھی شہید ہو تو عبداللہ ابن ضمرہ تمہارا سردار فوج ہوگا۔ اور اگر یہ بھی درجۂ شہادت پر فائز ہوا تو شعر ابن ابی شعر حنفی تمہارا رئیس قرار پائیگا۔

یہ کہکر وہ اپنی سواری سے اترا اور ایک کرسی پر سامنے بیٹھ گیا۔ لڑائی شروع ہو گئی۔ جانبین سے مردان نبرد آزمانے اپنی شجاعت و دلیری کے بیش بہا جوہر دکھلانے شروع کر دئے۔ اہل شام نے غنیم کو دلیر پاکر اپنے آلات حرب وضرب کے متصل اور پے در پے واروں سے رو در رو جواب دینے شروع کر دئے۔ اہل شام کے ایک نمودار بہادر کو ورقا ابن عازب نے مار گرایا۔ اور فوج کو اشارہ کر کے غنیم پر ایکبار گی حملہ کرنیکا حکم دیا۔ اشارہ کے پاتے ہی پرجوش اہل عراق اہل شام کی گھنی صفوں پر تلواریں لیکر ٹوٹ پڑے اور انکو اپنی تلواروں کے نیچے رکھ لیا۔ پھر تو وہ قیامت کی خونریزی ہوئی کہ کشتوں کے پشتے لگ گئے آخرکار اہل شام انکی تیغہائے خون آشام کے سامنے نہ ٹھہر سکے۔ اور منہ دکھلانے کی جگہ پیٹھ دکھلانے لگے۔ انکے پاؤں اکھڑ گئے اور پھر ان میں میدان جنگ میں ٹھہرنے کی مطلق طاقت باقی نہیں رہی۔ سب کے سب ایکبار بھاگے۔ اہل عراق نے انکے تعاقب میں فوراً اپنے گھوڑے ڈالدیے۔ اور انکو مارتے اور بھگاتے ابن زیاد کی فرودگاہ تک پہنچا دیا۔ جو میدان جنگ سے پانچ میل کے فاصلہ پر واقع تھی۔ اس معرکہ میں تین سو معززین شام اسیر ہوئے۔ جو مارے گئے اور زخمی ہوے انکا حساب نہیں۔ مختار کے فاتح اور منصور لشکری ان قیدیوں کو لیکر یزید ابن انس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت وہ اپنی بیماری کی شدت [illegible] ا مجبور ہو رہا تھا کہ تکلم کی قوت بھی باقی نہیں رہی تھی۔ مگر باایں ہمہ اس کے ہر ادا [illegible] ں درست تھے۔ اس نے

فتحیابی کا مژدہ سنکر اور اُن قیدیوں کی جماعت کو دیکھکر ایک تبسم زیرلب کیا اور پھر اشارہ سے سب کے قتل کا حکم دیا۔ سپاہیوں نے امیر کا حکم پاتے ہی تمام اسیران شام کی گردنیں قلم کر دیں۔ اُسی رات کو یزید ابن انس نخعی نے بھی وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ واسعتا۔

یزید ابن انس نخعی کی تجہیز و تکفین سے کامل طور پر فراغت پاکر مختار کی فوج کوفہ واپس آئی۔ یہ پہلی ہی فتح تھی جو مختار ابن ابو عبیدہ ثقفی کو اہل شام کے مقابلہ میں حاصل ہوئی۔ جب اس کامل فتحیابی کی خبر مختار علیہ الرحمہ کو پہنچائی گئی وہ فوراً سجدۂ شکر بجا لایا۔ اور اپنی ہمراہی فوج کو ہمت اور جرأت دلانیوالے الفاظ سے رضامند اور خوشنود کیا۔ اب اس وقت مختار کے عروج و اقتدار کا ستارہ اوج الکمال کے نقطۂ منتہائی تک پہنچا ہوا تھا۔ اور زمانہ ہر طرح سے اُسکی مساعدت۔ حمایت اور نصرت پر تیار تھا۔ مگر زمانۂ ناہنجار کی رفتار ناہموار کا کبھی نہ اعتبار کیا گیا ہے اور نہ اعتبار کیا جاسکتا ہے۔ اسکی تغیر پذیر حالتیں کبھی ایک صورت اور ایک ہیئت پر نہ قائم رہی ہیں اور نہ کبھی قائم رہینگی۔ ادھر تو مختار کو فی الجملہ اس معرکہ کے ترددات سے فراغت ہوئی۔ اُدھر اُسنے اور قوی دل ہوکر ابن زیاد کے مقابلہ میں ابراہیم ابن مالک اشتر رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ بیس ہزار فوج جرار روانہ کی کہ اُسکا کامل استیصال عمل میں لایا جاوے۔ ابراہیم علیہ الرحمہ بسم اللہ کہکر اپنے ہمراہی لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے۔ اُدھر کوفیوں کے رخ بدل گئے۔

اہل کوفہ کا فساد شبث ابن ربعی کی سازش

سب سے پہلے وہ قوم جو عبداللہ ابن مطیع کی بیعت کرچکی تھی مختار سے اظہار نفرت کرنے لگی۔ اور اسکی ظاہری وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ مختار نے اُن لوگوں کو جو اس وقت اُسکی بیعت میں آچکے تھے عبداللہ ابن مطیع کی بیعت کرنیوالوں پر جس میں اکثر عمائد و رؤسائے کوفہ شامل تھے ترجیح دی اُنکو اپنا مقرب مشیر اور ہر کاموں .... یہ امر اُن لوگوں کی ناراضی اور شکایت کا اصلی باعث ہوا۔ قاتلان .... علیہ السلام تو ایسے وقتوں کی تاک میں لگے تھے۔ اُنھوں نے ان لوگو .... ر مختار کے برخلاف اُبھارا سب سے زیادہ شبث

ابن ربیعی اس امر میں کوشاں اور ساعی تھا۔ اُس نے اس ناراض گروہ کو خوب اُلٹی سیدھی پڑھائی۔ اور اُن کو پورے طور سے اپنے قبضہ میں لاکر ایکبار شہر سے باہر نکال دیا اور نہایت دلیری سے مختار کے پاس کہلا بھیجا کہ تم نے خواص کوفہ پر عوام کو ترجیح دی ہے۔ اس لئے وہ تمام لوگ تمہاری حکومت کو بہت جلد تباہ و برباد کرنے کی تاک میں لگے ہیں۔

مختار علیہ الرحمہ چونکہ ان امور میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ موجودہ وقت کے موقع اور مناسبت کو خوب سمجھے اور اسکے جواب میں بہت سے کلمات معذرت کہلا بھیجے۔ وہ انکا ایسا ملائم جواب سنکر اور شیر ہوگیا۔ وہ حقیقت میں سمجھا کہ انکے جملہ امور کے درہم و برہم کرنیکا اس سے اچھا موقع نہ ملیگا۔ کیونکہ ابراہیم ابن مالک اشتر کے چلے جانے سے مختار بالکل بے یار و مددگار ہو رہے ہیں۔ ساری فوج اُن کے ہمراہ ہے میدان خالی ہے۔ جو لوگ باقی ہیں وہ سب دربار کے مجرائی۔ اس وقت جو کوشش کیجائیگی وہ ضرور کامیابی کے ساتھ اپنا اخیر نتیجہ دکھلائیگی۔

مختار خود بھی ایک ہوشیار اور تجربہ کار بہادر تھا۔ وہ ان مفسدوں کے مدعائے دلی کو اچھی طرح سمجھ گیا۔ اُسنے فوراً ایک معتمد کو اپنے خاصہ کے تیز رفتار ناقہ پر سوار کرکے ابراہیم کے پاس روانہ کیا۔ کہ اُن کو راہ سے واپس لائے۔ ابراہیم کے نام ایک خط بھی لکھا جس میں تمام حقیقت احوال مندرج کردئے۔

قاصد تو روانہ ہوا۔ ادھر رات کو شبث کے پاس قاتلان امام حسین علیہ السلام کا گروہ جمع ہوا۔ جس کے سرگروہ عمر ابن سعد، شمر ذی الجوشن اور محمد ابن اشعث وغیرہم تھے۔ آپس میں یہ صلاح ٹھہرائی کہ صبح کو دار الامارت پر حملہ کرکے لوٹ لیا جاوے۔ اور مختار کی تمام و کمال کارروائی مٹادی جاوے۔ ان لوگوں نے خفیہ سازشیں کرکے اور بہت سے لوگوں کو اپنے ہمراہ کرلیا۔ دوسرے دن صبح ہوئی تو شبث نے کہا کہ ہم کو اتمام حجت کی غرض سے ایک قاصد بھیجکر اپنا ارادہ ظاہر کردینا چاہیے۔ چنانچہ اُسنے اپنے بیٹے کو اُسکے پاس کہلا بھیجا کہ فلاں فلاں رؤسائے شہر تم سے ناراض ہوکر جنگ و پیکار پر آمادہ و تیار بیٹھے [illegible] لئے ہم بطور دوستانہ اور خیر خواہانہ تمہارے پاس کہلائے بھیجتے ہیں کہ اظہار [illegible] سے پہلے تم بمصالحت و

موافقت باخود ہا ان امور کی صلاح کرلو۔ ورنہ اسکا نتیجہ نہایت خراب ہوگا۔
مختار اس پیام کی تہ کو پہنچ گیا۔ اُسنے کہلا بھیجا کہ آپ لوگ اپنی تجویز سے ایک دستور العمل
بناکر میرے پاس بھیجدیں جس کے مطابق میں آپکی مملکت کا بندوبست کروں" مختار
علیہ الرحمہ کے ایسا مرد جرار جسکی فطرت میں بیخوفی اور آزادی کے جوہر قدرت کی طرف
سے خاص طور پر ودیعت فرمائے گئے تھے وہ اپنے مخالف کے خشم آلود پیام کا
ایسے ملائم اور دھیمے الفاظ میں جواب دے۔ تعجب ہے اور سخت تعجب۔ نہیں۔
ایسا نرم جواب ع ہر سخن موقع و ہر نکتہ جوابے دارد + کا پورا پورا مصداق ہو رہا تھا
مختار اپنی موجودہ حالت اور زمانہ کو اچھی طرح دیکھ رہے اور سمجھ رہے تھے۔ کیونکہ
ساری فوج نکل چکی تھی۔ ابراہیم کے ایسا رفیق اور معین جو بازوئے یمین کے برابر
تھا جدا ہو چکا تھا۔ بالکل تنہائی اور بے سروسامانی کا عالم تھا۔ ایسے وقت میں
رفق و مدارا کے ساتھ کام نکالے بغیر اور کوئی دوسری راہ نہیں تھی۔ یہی ضرورت
تھی جس کی وجہ سے مختار کے ایسے مضبوط اور مستحکم طبیعت والے بہادر آدمی نے
مخالفت کے مقابلہ میں ایسی نرمی اور ملائمیت کا اظہار کیا۔
المختصر ابھی مختار اور اُن کے مخالفین میں یہی گفتگو ہو رہی تھی کہ طبل فوج کی آواز آئی
اور دھوم پڑی کہ ابراہیم ابن مالک اشتر پہنچ گیا۔ یہ سننا تھا کہ مختار کی جان میں
جان آگئی۔

مفسدان کوفہ کی کامل شکست

ابراہیم ابن مالک اشتر بھی آہی پہنچے۔ اور مختار سے حقیقت حال معلوم کرکے
فوراً مخالفین کی جمعیت سے مقابل ہوئے۔ مورخین کا بیان ہے کہ ایک ہی حملہ میں
ایک رسالہ کے پچاس سوار اور اُس کے سردار کو مار گرایا۔ اور آٹھ سو آدمیوں کو
گرفتار کیا اور دو سو ایسے آدمیوں کو گرفتار کرکے بانواع مصائب واصل جہنم
کیا جو قاتلان جناب امام حسین علیہ السلام کے گروہ میں خصوصیت کے ساتھ
شمار ہوتے تھے
مخالفین نے ا[illegible] ی سمجھکر راہ فرار اختیار کی اور میدان جنگ سے
بھاگ نکلے۔ ا[illegible] جو مہینوں سے اُنکے دلوں میں بھرے تھے رفع دفع

ہو گئے۔ اور اب کسی میں اتنی جرأت باقی نہیں رہی جو مختار کی مخالفت میں دم بھی مار سکے۔ یا اُسکے خلاف سر بھی ہلا سکے۔

جب مفسدان کوفہ کی سیاست کی طرف سے مختار کو فراغت ہو گئی۔ تو انہوں نے ابراہیم ابن مالک اشتر کو پھر ابن زیاد کی مہم پر روانہ کیا۔

ابراہیم ابن مالک اشتر اور ابن زیاد کا خاتمہ

ابراہیم کی اس مہم کی تفصیلی کیفیت کو ہم علامہ ابی اسحاق اسفرائنی کی کتاب ضیاء العینین کے ترجمہ سے ذیل میں تحریر کرتے ہیں۔ وہو ہذا۔

ابراہیم اور اُسکے ہمراہی غاضریات کے رستہ سے روانہ ہوئے۔ اور متواتر نو منزلیں طے کر کے شہر انبار میں پہنچے۔ اور وہاں پُل کے ذریعہ سے پار اُترے۔ اہل انبار انکے استقبال کو نکلے۔ اور پوچھا کہ یہ کسکا لشکر ہے۔ کسی نے اُن سے کہدیا کہ یہ جناب امام حسین علیہ السلام کا لشکر ہے۔ یہ سُنکر اُن لوگوں نے دانہ گھانس وغیرہ جمع کر کے اُنکے پاس بھیجدی۔ مگر اہل کوفہ نے یہ سب چیزیں بلا قیمت نہیں لیں۔

وہاں سے یہ لوگ چل کر مقام نخل آسود میں پہنچے۔ پھر شہر حصاۃ میں آئے۔ وہاں ایک بلند ٹیلہ اور چشمہ واقع ہے۔ ابراہیم نے وہیں قیام کیا۔ وہاں سے کوچ ہوا تو مقام جلجاتن میں اُترے۔ وہاں ایک دن اور ایک رات قیام کیا۔ پھر کوچ کیا اور حصہ روضہ میں ٹھہرے۔ اور وہاں تین دن قیام کیا۔ اور وہاں سے پھر کوچ کیا اور دیر کبر سے ہوتے ہوئے زمین بانست میں ٹھہرے۔ وہاں تین قلعے ہیں۔ اور وہاں سے کوچ کر کے غراضہ میں ٹھہرے۔ اور اس شہر میں دو قلعے تھے۔ پھر وہاں سے روانہ ہوئے اور دیر الجماجم میں اُترے اور پھر وہاں سے کوچ ہوا اور دیر الحالیہ میں ٹھہرے۔ اور وہاں سے چلکر منصوریہ اور رریزہ میں ٹھہرتے ہوئے دیر اللطیف میں قیام گزیں ہوئے۔ دیر لطیف سے چلکر دیر بلقیس میں مقیم ہوئے۔ وہاں سے اُٹھکر شہر تکریت میں پہنچے۔

شہر تکریت۔ اس شہر کا قلعہ بہت بلند تھا۔ اہل شہر نے قلعہ کا دروازہ بند کر لیا تھا ان لوگوں نے جب پوچھا تو معلوم ہوا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو خون امام حسین علیہ السلام کا عوض اُنکے قاتلوں سے لینے والے ہیں۔ پس وہ سب بلند آواز سے رونے لگے

اور گریہ وبکا کر کے اپنے قلعہ کے دروازے کھول دیئے اور واحسیناہ۔ واعلیاہ
اور یا اباعبداللہ علیہ السلام کے نالے بلند کرنے لگے۔ اور کہنے لگے کہ آپکا قتل
ہونا ہمپر بہت شاق ہے۔ پھر وہ زاد سفر اور اسباب رسد انکے لئے لائے۔ اہل لشکر
نے کہا کہ یہ چیزیں ہم بلا قیمت نہیں لینگے۔ یہ سنکر وہ سب کے سب ابراہیم ابن
مالک اشتر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ اور کہنے لگے کہ اے امیر ہم تمہارے
شریک ہیں۔ ہم نے پچاس ہزار دینار اسی مصرف کے لئے علیحدہ کر دئے ہیں۔ اب ہم
آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ ہمارے اس ہدیہ کو قبول فرمائیں۔ ابراہیمؒ نے
قبول نہیں کیا۔ اور وہاں سے کوچ کیا۔ اور پھر اُس جنگل میں پہنچے جسکو وادی بالیط
کہتے ہیں۔ پھر سوار ہوئے اور چلے اور موصل میں پہنچے۔ اہل موصل نے انکی محافظت
کے خیال سے تلواریں کھینچلیں اور ابراہیم ابن مالک اشتر رحمۃ اللہ علیہ کا لشکر اُن کی
حفاظت میں راہ چلا گیا۔ اُن لوگوں نے ان کی طرف کچھ التفات نہیں کی تاآنکہ
یہ لوگ شہر عینین میں اُترے۔

حنظلہ ابن معاذ تغلبی کی امداد اور مختصر حال ابن زیاد

عینین میں قبیلۂ بنی شیبان کا ایک سردار بہت ذی وجاہت اور ذی اقتدار تھا۔
جسکا نام حنظلہ ابن معاذ تغلبی تھا۔ اُس کے دس فرزند تھے۔ ابراہیمؒ نے اُس کے نام
خط لکھا۔ وہ یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بعد حمد و نعت کے معلوم ہو کہ جو کچھ جناب امام حسین
علیہ السلام اور آنحضرت کے اصحاب پر گذری اُس سے تو واقف ہے۔ اور ہم
اُس کے خون کے انتقام کے طالب ہیں۔ پس ہم تجھ سے اتنا چاہتے ہیں کہ تو بحق
حسین اور بحق جد حسین علیہما السلام یہ اجازت دے کہ ہم تیرے شہر کے دروازے
سے داخل ہو کر دوسرے دروازے سے نکل جائیں۔ اور ہم قیام نہ کرینگے۔ جب
ابراہیمؒ کا یہ خط حنظلہ کے پاس پہنچا تو اُسی وقت ابن زیاد کا خط بھی آیا۔ دونوں قاصدوں
نے ایک [illegible] تھا۔ ابن زیاد کی طرف سے جو خط آیا
تھا اُس میں [illegible] م ہو کہ جس وقت میرا خط تجھ کو ملے تو
فوراً کھاس [illegible] روں کے واسطے بوجہ اطاعت

امیر المومنین عبد الملک ابن مروان کے فراہم کر دے۔ اسکی تعمیل میں تاخیر نہونے پائے تو اسکا ذمہ دار اور جوابدہ ہے۔

اس خط کو دیکھکر حنظلہ نہایت غضبناک ہوا اور خط کو چاک کر کے پھینکدیا۔ اور اپنے آدمیوں سے کہدیا کہ قاصد کا سر قلم کر ڈالو۔ اور ابراہیم کے خط کو دیکھکر نہایت خوش ہوا۔ قاصد کو بلایا خلعت دیا۔ اسکے گلے میں طلائی طوق ڈالدیا۔ اپنے سب سے عمدہ گھوڑے پر سوار کیا۔ اور کہا کہ اپنے سردار کے پاس جا اور اس سے کہ کہ میں اسی جگہ پر مقیم ہوں اور گھاس دانہ وغیرہ کی تیاری کرتا ہوں۔ اور میرا شہر تمہارا گھر ہے۔ قاصد ابراہیم کے پاس واپس آیا۔ اور حنظلہ کا سب حال کہا۔ پس نہایت خوش ہوئے۔ اپنے پندرہ ہزار سواروں کو مرتب کیا۔ اور حنظلہ نے انکے پاس تحفے بھیجے۔ گھاس دانہ۔ کھانا پینا سب بھیجا۔ مگر ان لوگوں نے کسی چیز کو بلاقیمت نہیں لیا۔ اور اس کے شکر گزار ہوئے۔ اور ان کو اپنی مدد کے واسطے طلب کیا۔ ابراہیم وہاں دو روز تک ٹھہرے رہے۔ بعدہ کوچ کیا۔ اور انکے ساتھ حنظلہ اور اسکے اولاد و اصحاب بھی ہمراہ ہوئے اور ایک ہزار سوار کی جمعیت کو ساتھ لیا۔

یہ لوگ منزلیں طے کرتے ہوئے چلے اور حنظلہ اسی جگہ ابراہیم کا نائب ہوکر ٹھہرا۔ اہل قلعہ نے اس لشکر کو دیکھا اور اپنے سردار کو خبر کی۔ اسنے اپنے لڑکے کو انکی خبر لینے کے لئے بھیجا۔ وہ لشکر میں پہنچا۔ اسنے حنظلہ کو دیکھا اور پھر ابراہیم کو دیکھا۔ لڑکا آگے آیا۔ زمین ادب چومی۔ حنظلہ نے اس سے کہا کہ اپنے باپ کو بلا لا۔ پس وہ اپنے باپ کو بلا لایا۔ وہ آیا اور اسنے حنظلہ اور ابراہیم کو سلام کیا۔ دونوں نے جواب دیا اور کہا کہ آیا تو دشمن خدا کا مطیع ہے۔ آیا مجھ کو معلوم ہے کہ وہ کہاں ہے۔ قلعدار نے جواب دیا کہ اے امیر اگر آپ اس سے ایک گھنٹہ پہلے آتے تو میں ابن زیاد کو آپکے سپرد کر دیتا۔ اس حالت سے کہ اسکی مشکیں بندھی ہوئی ہوتیں۔ ابراہیم نے کہا کہ یہ کیونکر ہوتا۔ اسنے کہا کہ وہ کل آیا تھا اور اسکے ہمراہ اس کے عیال و اطفال اور چالیس بغلہ مال تھا۔ وہ سب اس قلعہ میں بطور امانت کے سپرد کر گیا ہے

۲ حصہ کا ۱ مد ...

میں خدا اور رسول اور امیر المؤمنین علیہ السلام کی اطاعت کرونگا۔ پس وہ قلعہ میں گیا اور چار فرزند ابن زیاد کے لے آیا جن میں بڑے کا سن بیس سال کا تھا اور ایک سو تیس لونڈیاں اور چالیس خچر طلائی اور نقرئی مال سے بھرے ہوئے۔ اُن پر صندوق ہائے سبز اور قبا ہائے مصریہ اور خز اور دیباج سے بھرے تھے۔ پس ابراہیم اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے۔

ابن زیاد کے بیٹوں کا قتل۔ ابراہیم کہنے لگے ایہا الناس یہ بیٹے اور اولاد ابن زیاد کے ہیں اور تم جانتے ہو کہ حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام بعمر پندرہ سالگی قتل کئے گئے اور عون ابن علی علیہما السلام سولہ برس کی عمر میں مارے گئے۔ محمد ابن علی اصغر علیہ السلام چودہ برس کے سن میں شہید کئے گئے۔ اور عثمان ابن علی علیہ السلام دس برس کی عمر میں مقتول کئے گئے۔ اور حرم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم لوٹے گئے اور اُن کو شتران بے کجاوہ پر شہر بشہر پھرایا۔ روئے زمین پر ابن زیاد کی ذریت کو باقی نہ رکھونگا۔ اور وہ اور اُنکے اصحاب اور اُنکے سپاہی تلواریں برہنہ کرکے اولاد و حریم و کنیز ہائے ابن زیاد پر دوڑے اور اُن کو پارہ پارہ کر دیا۔ اور نعرہ کرتے تھے یا آل ثارات الحسین علیہ السلام۔ اُنکے پُرزے پُرزے کر ڈالے۔

پھر اُس قلعدار نے ابراہیم سے کہا کہ اے امیر واضح ہو کہ یہ امر ابھی تک ناقص اور ناتمام اور مذموم ہے میں چاہتا ہوں کہ بذات خود طلب خون جناب امام حسین علیہ السلام کے لئے چلوں تااینکہ ابن زیاد مارا جاوے۔ یا میں بغیر قتل کے اُسکو زندہ گرفتار کرادوں۔ ابراہیم نے کہا کیونکر؟ اُسنے جواب دیا کہ میں چاہتا [illegible] بھی چلو اور میرے اولاد و اصحاب بھی چلتے ہیں۔ جب [illegible] پہنچیں اور اُس کے اور ہمارے درمیان ایک فرسخ کا فاصلہ [illegible] اور آپ ایک خیمہ میں بیٹھکر اپنے کسی لڑکے کو [illegible] کہیگا کہ تجھ کو میرا باپ بلاتا ہے۔ اور امیر [illegible] میں نے یہ سنا ہے [illegible] نے اس امر پر [illegible] کر لیا ہے کہ ابن زیاد اور اُسکے جملہ عیال و اطفال کو بعوض خون امام حسین علیہ السلام کے قتل کرونگا۔ اور اُسکے

مال و دولت کو تاراج کرونگا۔ تو یہ جانتا ہے کہ یہ قلعہ حنظلہ کا ہے اور اب تیری اولاد
اور حرم کو حنظلہ میرے پاس سے طلب کرتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تو اپنی فوج سے
علیحدہ ہو کر میرے پاس آ کہ میرا باپ تجھ سے مشورہ کرے۔ مگر شرط یہ ہے کہ تیرے
ساتھ کوئی نہ آوے۔ مشورہ کے بعد جیسا طے ہوگا کیا جاویگا۔ فوج پر اطمینان نہیں ہے
کہ جب وہ معلوم کریں کہ تیرا مال و دولت میرے پاس ہے اور مجھ سے تجھ سے محبت
ہے تو وہ چھوڑ دیں۔ پس وہ یہ خبر سنتے ہی چلا آویگا۔ اور ذرا دیر نہ کریگا کیونکہ وہ
میرے اوپر بہت احسان رکھتا ہے۔ جب وہ آئے تو تم الگ سے کھڑے ہو کر اسپر
تلوار لگانا اور اپنے لشکر کی طرف چلے جانا۔

ابراہیم نے کہا بہتر چلیے۔ لیکن میری بھی ایک رائے ہے۔ اُسنے کہا کیا ہے ابراہیم
نے کہا تو جانتا ہے کہ اُسکے ساتھ تانبے کی کشتیاں ہیں جو اونٹوں پر لدی ہوئی ہیں
بہتر یہ ہے کہ میں تیرے ساتھ رہوں جیسا کہ تو کہتا ہے اور میرے ساتھی چپ و راست
رہیں۔ اور میں پانچ ہزار فوج اپنے دائیں بائیں پر رکھوں۔ پھر ہم جب قریب پہنچیں
تو تو ایسا کرے کہ جو تو کہتا ہے۔ اور اگر یہ نہیں ہو سکتا ہے تو میں تیرے ساتھ چلتا
ہوں۔ مگر میں پل کے کنارے پر کھڑا رہونگا اس واسطے کہ ان کشتیوں میں ایک ہی
ایک سوار اُترتا ہے۔ اور جب وہ اُتریگا تو میں تیرے پیچھے جاؤنگا۔ اُسکو گمان ہوگا کہ بازو
میں کوئی لڑکا ہے۔ جب وہ مجھ سے قریب ہوگا تو میں اُسکو تلوار لگاؤنگا اور نعرہ کرونگا
یا آل ثارات الحسین علیہ السلام۔ اور اُسکے سُنتے ہی سب لوگ مجتمع ہو کر قتل و غارت
کرینگے۔ قلعہ دار نے کہا کہ بہت اچھا جو آپ کی مرضی ہو ہم وہی کرینگے۔ میں آپکے ہمراہ ہوں
اور تابعدار لیکن اپنے لشکر سے کہدو کہ وہ تم سے قریب رہے کہ تمہاری آواز کو سن لے۔

پس ابراہیم نے اپنی فوج کو جمع کر کے حکم دیا کہ پل کے قریب کھڑے رہیں اور پھر ایک
ہراول بھی مقرر کیا کہ ایک کو دوسرے کی تمیز کرا دے۔ الغرض لشکر اور ابراہیم اور اُسکی
اولاد ابن زیاد کی طرف چلے تاکہ موافق مشورے عمل کیا جاوے۔ قلعہ دار کا لڑکا ابن زیاد
کے پاس گیا۔ اُسکے خیمہ میں داخل ہوا۔ زمین چومی سامنے [illegible] طرف سے سب پیغام
کہدیا۔ جب اُسنے یہ سُنا تو آنکھیں اُسکے سر میں [illegible] ولاد و مال و حریم کی
طرف سے نہایت پریشان ہوا۔ گھوڑا منگایا۔ آیا تو تلوار حمائل کر کے سوار ہوا اور لڑکے کے

ساتھ چلا۔ اپنے عیال کے خیال میں سخت متفکر تھا اور اُس کے آگے وہ لڑکا تھا۔ شمع جلتی تھی۔ چلتے چلتے خیمہ میں وارد ہوا۔ جب صاحب قلعہ نے دیکھا تو کھڑے ہو گئے۔ مگر ابراہیم نے ہاتھ نہ چومے۔ ابن زیاد تیز تیز نگاہوں سے اُسکی طرف دیکھتا تھا۔ گھوڑے سے اُترا اور سب بیٹھے اور صاحب قلعہ سے کہا کیوں خیر ہے؟ اُس نے عرض کی جو کچھ میرے لڑکے نے کہا ہے سب سچ ہے۔ ابراہیم کہتے ہیں کہ وہ باتیں کرتا تھا اور صاحب قلعہ میری طرف اشارہ کرتا تھا کہ اب حملہ کرو مگر میں خیال میں تھا کہ خیمہ تنگ ہے۔ ہاتھ بلند نہ کر سکونگا اور پوری ضرب اُس پر نہ پڑیگی۔ اور وہ میری تلوار کو دیکھ رہا تھا اور مجھے اُس سے بھی اطمینان نہ تھا کہ مبادا وہ غل مچاوے اور لوگ اُسکی حمایت کو نہ پہنچیں۔ اُسکو طول ہوا اور میں اِسی سوچ میں گردن زمین کی طرف جھکائے ہوئے تھا۔ ابن زیاد نے صاحب قلعہ سے کہا کہ جب ابراہیم اور حنظلہ دونوں آ گئے ہیں تو میرے واسطے بجز اسکے چارہ نہیں کہ میں اُنکی طرف روانہ ہوں۔ صاحب قلعہ نے کہا میں تیرے آگے چپ ہوں جو تو چاہے کرے۔ بعدہ ابن زیاد گھوڑے پر سوار ہوئے اور وہ اپنے گھر کی طرف لوٹ گیا۔

صاحب قلعہ نے ابراہیم ابن مالک اشتر علیہ الرحمہ سے کہا کہ آج کی شب کا وقوعہ آپ کا حضرت مسلم علیہ السلام کی شب سے مشابہ ہے۔ ابراہیم نے جواب دیا کہ ابھی کیا جلدی ہے قلعہ دار نے کہا کہ میں کیونکر جلدی نہ کرونگا۔ آپ امید کرتے ہیں کہ اِس سے زیادہ کوئی اور مقام و موقع مناسب ہوگا۔ ابراہیم نے کہا چپ رہ۔ میں اُس چیز کو جانتا ہوں جو تو نہیں جانتا۔ میں نے سوچا کہ وہ بیٹھا ہے اور سیف سامنے ہے اور غلام دروازے پر کھڑا ہے اور فوج سامنے ہے۔ شاید پکارے اور لشکر آجاوے۔ یہی بہتر ہے کہ اور کہیں اسکو قتل کروں۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ یہ قتل کیا جاویگا۔ مگر اُس طرح سے جو میں نے دل میں سوچ رکھا ہے۔ اور پھر یہ وہاں سے چلے اور اپنے مقام اصلی پر واپس آ گئے۔

تااینکہ پچاس ہزار سوار اُتر گئے۔ بعد اسکے وہ ابن زیاد کے واسطے ایک بغلہ مثل برج کے لائے کہ ایک عماری میں تھا۔ جو دیبا و حریر سے مڑھا ہوا تھا۔ اور اُسپر سرخ دیبا کے پردے پڑے ہوئے تھے۔ اور وہ لصام کے پروں سے گدگدا کیا ہوا تھا۔ اور اُسپر دیباج کا ایک قبہ تھا۔ اور سرخ سونے کا پٹکا پڑا ہوا تھا۔ اور موتیوں اور جواہروں سے مرصع تھا۔ جواہروں کے سبب سے سونا چمکتا تھا جیساکہ ستارہ چمکے اور اُس میں تیس شمعیں روشن تھیں۔ اور وہ بلندی میں قد آدم کے برابر تھیں داہنی جانب دو شمعیں عنبر کی تھیں۔ اور اُسکے سر پر ٹوپی سونے۔ جواہرات اور موتیوں کی تھی گویا وہ آدمی کی ایک مورت تھی جسے لباس پہنا دیا تھا۔

ابراہیم ابن مالک اشتر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ جب یہ بغلہ آیا خادم اُسکے سامنے تھے۔ آدمی چلتے چلتے رُک جاتے تھے۔ اور میں لشکر میں کھڑا تھا جو پل پر تھا۔ میں نے اپنے راستے کو اپنی دانست میں تنگ کر دیا تھا۔ مجھ سے اُن لوگوں نے کہا کہ امیر کے راستے سے ہٹ جاؤ۔ میں نے کہا کہ مجھے امیر سے کچھ غرض ہے اور مجھے اُس سے عرض کرنیکا یہی موقع ملا ہے۔ سو مجھ کو اُسکے پاس جانے دو۔

عبداللہ ابن زیاد کا قتل۔ جب میں نے یہ کہا تو لوگوں نے مجھے میری حالت اور میرے موقع پر چھوڑ دیا۔ جب ابن زیاد کی عماری قریب آئی تو میں چلایا کہ میں ایک فریادی ہوں۔ پس اُسنے سر نکالا کہ مستغیث کی طرف دیکھے۔ ابراہیم نے اُسپر ایک تلوار چلائی اور ایک ہی وار میں اُسکو زمین پر گرا دیا۔ اور چلائے یا آل ثارات الحسین علیہ السلام پس اِس آواز کے سنتے ہی چاروں طرف سے ابراہیم کے لشکری کشتیوں کے ذریعہ سے ابن زیاد کے لشکر میں در آئے اور قتل عام شروع ہوگیا۔ یہانتک کہ تمام رات ختم ہوگئی دن نکل آیا۔ ابن زیاد کے ہمراہی بھاگ گئے۔ اہل کوفہ نے اُنکا تعاقب کیا۔ صاحب قلعہ کا بیان ہے کہ جب ابن زیاد کو ابراہیم نے زیر کیا تو اُسکی مشکیں باندھ لیں اور اپنے ایک رفیق کے حوالہ کیا۔ ابراہیم کے لشکر والوں نے چاروں طرف سے اُسکو گھیر لیا۔ ہر شخص اُسپر لعنت کرتا تھا۔ مُنھ پر مارتا تھا۔ ضربیں لگاتا تھا اور تھوکتا تھا اور چلاتا تھا یا آلِ ثارات الحسین علیہ السلام۔ پھر ابراہیم نے ابنِ زیاد کے گلے میں طوق ڈلوایا۔ پیروں میں زنجیریں پہنائیں اور جلتی آگ میں اُسکو جلوا دیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ آگ میں

جلانے کے قبل ابراہیم اُسکے آگے بڑھے۔ اپنی کمر سے خنجر حجازی کھینچا اور اُنھوں نے مثل جانور ذبیحہ کے اُس کا گوشت کاٹنا شروع کیا۔ اس طرح کہ اُسکے ایک عضو کو کاٹا اور ابن زیاد کے مُنھہ میں بھر دیا اور زبردستی اُسکو کھلایا۔ جب وہ کھانے سے انکار کرتا تھا تو اُسکو خنجر لگاتے تھے اور کہتے تھے کہ کھا اور ابھی اور کھا۔ اُس وقت ابراہیم علیہ الرحمہ برابر یہی کہتے جاتے تھے یا آل ثارات الحسین علیہ السلام۔ یہانتک کہ وہ کھاتے کھاتے مرگیا۔ تو اُسکے کان سے دوسرے کان تک چاک کرڈالا۔ اور پھر اُسکا سر کاٹا اور حکم دیا کہ اُسکے سر اور بدن پر گھوڑے دوڑا دئے جائیں۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل کی گئی اور اُسکے سر اور جسم پر گھوڑے دوڑا کر اُسکا سارا بدن کچلوا دیا گیا۔

پھر اُس نے دوسرے اسیروں کی حاضری کا حکم دیا۔ اور ابراہیم علیہ الرحمہ ہر شخص سے سوال کرتا تھا کہ تو نے روز قتل جناب امام حسین علیہ السلام پر کیا کیا کیا۔ بیان کر۔ پس بعض لوگوں کے ساتھ تو یہ کیا گیا کہ اُنکے دست و پا قلم کئے گئے اور بعض کے ساتھ وہ فعل کیا جو ابن زیاد کے ساتھ کیا گیا۔ یہاں تک کہ اُن قیدیوں میں ستر آدمی باقی رہے جو اُسکے خواص میں مثل شبث ابن ربعی و سنان ابن انس اور عمر ابن حجاج اور شمر ذی الجوشن وغیرہ وغیرہ لعنہم اللہ۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو خود متولی قتل جناب امام حسین علیہ السلام ہوئے۔ اور حضرت کے حرم کو تاراج کیا تھا۔ ان سب کو ابراہیم نے اپنے روبرو کھڑا کیا اور حکم دیا کہ دیبا کے خلعت لاؤ کہ اُنکو پہنائے جاویں۔ اُن ملاعین نے کہا کہ اس کلام سے کیا فائدہ جو تو کرنا چاہتا ہے کر۔ ابراہیم نے کہا کہ اچھا مجھ سے سچ بولنا۔ اُنہوں نے کہا بہتر ہے ہم سچ کہیں گے دریافت کیا تو کہا کہ اوّل جو شخص امام حسین علیہ السلام کے قتل کو گیا تھا وہ خولی ہے۔ اُس کو قتل کرایا۔

سنان کا قتل۔ بعد خولی کے سنان آیا کہ یہ بھی امام حسین علیہ السلام کے قتل کو گیا تھا۔ ابراہیم نے کہا کہ افسوس ہے تم پر اے سنان۔ تو نے یوم قتل امام حسین علیہ السلام کیا کیا تھا ... امام حسین علیہ السلام کی طرف گیا وہ اُس وقت ... [illegible]

پکڑے ہوئے تھے۔ میں نے اُنکے ہاتھ کو قطع کیا اور کمر بند کو لے لیا۔ ابراہیمؒ یہ سنکر روئے اور کہا تجھ کو جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ بھی شرم نہیں آئی۔ پس ابراہیم نے حکم دیا کہ اُسکو اُسی طرح چت لٹا دیا اور خود اُسکے شکم پر کھڑے ہوگئے۔ اُسکی آنکھ میں خنجر کو گھسایا اور اُسکی آنکھوں کی سیاہی اور سپیدی کو خنجر سے چاک کر دیا۔ خون اُس سے جاری ہوا۔ اور پھر حکم دیا کہ اُسکے کانوں کو چیرو۔ اُسکے ہاتھوں کو کاٹو۔ لوگوں نے اُسکے ہاتھ کاٹے۔ آگ میں ڈالدیا اور جلا دیا۔ اِسی طرح ابراہیم ہر ایک سے پوچھتے جاتے تھے اور اُنکے ساتھ وہی کام کئے جاتے تھے جو اُنہوں نے کئے تھے۔ الغرض ان سب کو ہلاک کیا اور قتل کیا اور اُنکے سروں کو کٹواکر مختار کے پاس بھجوا دیا۔ اور کچھ سوار اور اسلحہ اور اشیائے غنیمت بھی ہمراہ کیں۔ اُن میں ہزار اونٹ تو کپڑوں کے تھے اور ہزار اونٹ سونے چاندی کے۔

بہرحال یہ تو ابن زیاد بدنہاد کے تباہ و برباد ہونے کی وہ روداد تھی جس کو ہمنے کتاب اخذ الثار اور رسالۂ قرۃ العین امام اسفرائنی کے ترجمہ سے لکھی ہے۔ مگر تاریخوں میں جہاں تک اس معرکہ کی نسبت حالات پائے جاتے ہیں وہ صاف صاف بتلاتے ہیں کہ ابراہیم ابن مالک اشتر نے ابن زیاد بدنہاد کے مقابلہ میں کسی خدعہ یا حیلہ سے کام نہیں لیا۔ بلکہ رو در رو اُسنے مقابلہ کیا اور بڑا سخت معرکہ پڑا جس میں بہت سے نمودار اور جرار اہل شام میدان جنگ میں کھیت رہے اور دس ہزار سپاہی مار ڈالے گئے۔ اور ابراہیم کو اہل شام پر فتح کامل نصیب ہوئی اور یہ ایسی بڑی اور عظیم الشان فتح تھی کہ جس کے باعث اہل شام کی قوتیں ضعیف اور ہمتیں بالکل پست ہوگئیں۔ اور اُن کو اب اہل عراق کی نادِاریوں اور جگرداریوں کے کامل ثبوت مل گئے۔ اب ہم اس جنگ عظیم کی مفصل کیفیت تاریخ روضۃ الصفا روضۃ الاحباب اور جلاء العیون اور رسالہ شیخ ابن نما علیہ الرحمہ کی عبارت سے ذیل میں لکھتے ہیں۔

ابراہیم ابن مالک اشتر علیہ الرحمہ وہاں سے روانہ ہوئے اور نہر خارز پر پہنچے جو بارہ میل کے فاصلہ پر موصل سے واقع ہے۔ عبید اللہ ابن زیاد کو اسکی خبر لگی۔

وہ تراسی ہزار فوج لیکے ابراہیم علیہ الرحمہ کے مقابلہ کو نکلا۔ یہاں ابراہیم کے ساتھ تیس ہزار آدمی بھی نہ تھے۔

عبیداللہ ابن زیاد کے لشکر میں اشراف بنی تمیم میں عمیر ابن حباب بھی ایک شخص تھا۔ ابراہیم نے اُسکو خفیہ خط لکھا کہ اگر تم ہم سے مل جاؤ تو بہت کچھ انعام دینگے اور اکرام کرینگے۔ چنانچہ وہ ہزار سواروں کے ساتھ آکر ابراہیم سے مل گیا۔ اور پہلا مشورہ یہی دیا کہ ابن زیاد سے لڑنے میں تعجیل کرنی چاہیئے۔ اسی کی رائے سے فوراً صف بندی ہوگئی۔ میمنہ۔ میسرہ۔ قلب و جناح مرتب ہوگیا۔ اور جنگ کی تیاریاں ہوگئیں۔

ابن زیاد کی طرف سے سب سے پہلے ابن صنعان کلبی نکلا اور بڑی دھوم دھام کا رجز پڑھا۔ اِس طرف سے احوص بنی شداد مقابلہ کو اُسکے آئے اور بعد رجز کے مقابلہ ہوا۔ آخر ابن صنعان کو قتل کیا اور پھر مبارز طلبی کی۔ اِسکے بعد داؤد دمشقی اُس کے مقابلہ کو آیا اور اُسے بھی بات کی بات میں قتل کر ڈالا۔ اور اپنے لشکر میں واپس آئے۔ اِس کے بعد حصین ابن نمیر سکونی جو عبیداللہ ابن زیاد کے قلب لشکر کا اُس وقت افسر تھا جوش غیرت سے آگے بڑھا۔ اور بڑی دھوم دھام سے ذیل کا رجز پڑھا ؎ یا قادۃ الکوفۃ اھل المنکر ؛ وشیعۃ المختار وابن الاشتر ؛ ھل فیکم قوم کریم العنصر مھذّب فی قومہ مفخر ؛ یبر تجوی قاصد الا یمتری ؛ اے سواران کوفہ! اے بدافعالو! اے گروہ مختار و مالک ابن اشتر! جو تم میں کریم الاصل۔ مہذب اور فخر قوم ہو وہ آوے۔ درآنحالیکہ وہ پُرہمت اور بے شبہہ ہو۔

اس طرف سے شریک ابن حزم بڑھے اور رجز کے یہ شعر پڑھے ؎ یا قاتل الشیخ الکریم الازھر ؛ بکربلا یوم التقاء العسکر ؛ اعنی حسینا ذالثنا والمفخر ؛ وابن النبی الطاھر المطھر ؛ علی لبطل لمظفر ؛ ھذا فجد ھا من ھزبر فسورۃ ؛ ضربۃ قوم ربعی مضری ؛ اے قتل کرنیوالے بزرگ شریف روشن جبین کے کربلا میں بروز ملاقات افواج یعنی اے قاتل جناب امام حسین علیہ السلام جو صاحب فخر و ثنا تھے۔

رجز پڑھکر طرفین سے مقابلہ ہوا۔ آخر شریک نے اُسکو قتل کر ڈالا۔ اِسکے بعد پھر تو گھسان کی لڑائی ہونے لگی اور سب نے خوب خوب داد شجاعت دی۔ یہانتک کہ ظہر کا وقت آگیا اور اشاروں سے نماز پڑھی۔ پھر بھی لڑتے رہے۔ یہانتک کہ رات ہوگئی۔ ستارے نکل آئے اور لڑائی نہ بند ہوئی۔ برابر سر پر سر گرتے رہے۔ خون کی ندیاں بہتی تھیں۔ مقتولین ہر طرف تڑپ رہے تھے۔ مومنین کے دلوں کو تقویت ہوتی جاتی تھی۔ عبیدیوں کے جگر پھٹے جاتے تھے۔ چہرے مضمحل ہوتے جاتے تھے۔ آخر سب کے سب بھاگے لیکن پھر بھی جہاں تک مل سکے قتل کر دئے گئے۔ اہل شام میں سے جو لوگ بڑے نامور قتل کئے گئے وہ یہ تھے حصین ابن نمیر السکونی شراحیل ابن ذوالکلاع۔ ابن جوشب۔ غالب باہلی۔ ابواشرس جو اُس وقت خراسان کا عامل تھا۔ اور ابراہیم علیہ الرحمہ کو یہ فتح نمایاں حاصل ہوئی۔ فجزاہ اللہ الجزاء عوضا منا فعلہ بقتلہ خیرا الاولیاء والاصفیاء ابراہیم کے مخصوصین میں سے کسی شخص نے ابراہیم کی شان میں یہ قصیدہ نظم کیا ہے ؎

اللہ اعطاک المہابۃ والتقی	واحل بیتک فی العدید الاکثر
واقر عینک یوم وقعۃ خازر	والخیل تعثر فی القناء المنکر
من ظالمین کفتہم ایامہم	ترکوا الحاجلہ وطیر العثیر
ماکان اجرؤھم جزاھم ربھم	یوم الحساب علی ارتکاب المنکر

خدا نے تمہیں مہابت اور تقوے مرحمت فرمایا ہے اور عدد کثیر تمہاری فوج میں داخل ہوا اور جنگ خازر کے دن تمہاری آنکھوں کو خنک کیا۔ جن کے ایام بد اُنکے لئے کافی ہوگئے۔ اور وہ لنگ کرنیوالے درندوں اور لغزش کھانیوالے پرندوں کی خوراک کے لیے چھوڑ دئے گئے۔ کس قدر یہ ظالمین جری تھے بدکاری کے اختیار کرنے پر انکا پروردگار انہیں قیامت کے دن بدلا دے۔ ناقلین کا بیان ہے کہ باوجودیکہ دونوں طرف کی فوج ہٹ گئی تھی یعنی اُس طرف کے لوگ تو بھاگ کر الگ ہوگئے تھے اور اس طرف کے لوگ اپنی کامیابیوں کی پُرجوشیوں میں تھے۔ مگر ہمارا بہادر نوجوان ابراہیم مع چند سپاہیوں کے ایک طرف ہو کر چند اشرار سے برابر لڑ رہا تھا۔ اور یہ نہیں معلوم تھا کہ یہ کون لوگ

ہیں۔ لیکن بظاہر بہت ثابت قدم اور جری معلوم ہوتے ہیں کہ باوجود شکست فاش کے ابھی تک ان سب میں غیرت باقی ہے۔ منجملہ اُن کے سرخ رنگ کا ایک جوان بھی تھا کہ جب کسی پر حملہ کرتا تھا اُسکا سر کاٹ کر گرا دیتا تھا۔ جونہیں وہ ابراہیمؒ کے قریب آیا ابراہیم نے ایسی تلوار ماری کہ اُسکا ہاتھ کٹ کر گر پڑا۔ اور وہ بھی اس صدمے سے نہر خازر کے کنارے پر گر پڑا۔ پھر تو ابراہیم نے اُسکے ہاتھ اور پاؤں کاٹ ڈالے اور متفرق کر دیے۔ ابراہیم کا بیان ہے کہ میں نے اُسکے جسم سے مشک کی خوشبو محسوس کی۔ (چونکہ عبید اللہ امیر لشکر تھا مشک وعنبر وغیرہ حسب قاعدہ عرب کپڑوں میں لگائے تھا) اتنے میں ایک شخص آیا اور اُس کے موزے اُتار لیے۔ خیال ہوا کہ یہی ابن زیاد ہے۔ ابراہیم نے حکم دیا کہ اسکا سر کاٹ لو۔ لوگوں نے اسکا سر کاٹ لیا۔ اور رات بھر اُس کے دھڑ اور سر کی حفاظت کی گئی۔ صبح کو مہران (غلام ابن زیاد) نے پہچانا کہ یہی عبید اللہ ابن زیاد۔ دعی ابن الدعی قاتل جناب امام حسین علیہ السلام اور دشمن خداوند غالب و قہار ہے۔ پھر تو ابراہیم علیہ الرحمہ کو بے حد خوشی ہوئی اور خدا کا شکر بجا لائے۔

یہ واقعہ صفر کے مہینہ میں ہوا۔ اور اکثر اہل حدیث کا بیان ہے کہ روز عاشورا ۶۷ھ ہجری تھا۔ اُس وقت اسکی عمر چالیس سال سے کم کی تھی۔ بعضوں نے بالتخصیص اُنتالیس برس بتلائی ہے۔ مختار اس زمانہ میں بہت متردد تھے۔ اور اکثر ابراہیمؒ کے حالات کے جویا رہتے تھے۔ آخر خود بھی سائب ابن مالک کو اپنا خلیفہ بنا کر کوفہ سے چلے اور مدائن میں آئے۔ (وہاں منبر پر جا کر لوگوں کو ابراہیمؒ کی اعانت پر آمادہ کرنے لگے) اتنے میں اُنکو خوشخبری سُنائی گئی کہ عبید اللہ ابن زیاد مقتول ہوا اور ابراہیم ابن مالک اشتر رحمۃ اللہ علیہ کامیاب و فتحمند واپس آتے ہیں۔ پھر تو ایسی خوشی آئی کہ مارے خوشی کے اُچھل پڑے نکادیطیر فرحا اور وہاں سے کوفہ واپس [illegible]

ابراہیمؒ نے ان سے [illegible]

دیکھکر خدا کا شکر بجالائے کہ اُسنے ہمیں اس ظالم ناکث پر کامیاب فرمایا۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے تو خود اُٹھے اُسکے سر کو جوتوں سے روندا اور پھر جوتی نکال کر پاؤں سے پھینکدی اور نوکر سے کہا کہ اِسے دھو ڈال کیونکہ میرا جوتا اس نجس کے مُنہہ سے مس ہوا ہے۔

ابو الطفیل عامر ابن واثلہ کنانی سے منقول ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ یہ تمام سرہائے مقتولین کوفہ کے دروازے پر لٹکے ہوئے تھے اور ایک سفید کپڑا اُنپر پڑا ہوا تھا۔ ہم لوگوں نے جو کپڑا اُٹھاکر دیکھا تو ایک عجیب بات یہ دیکھی کہ ایک سانپ عبد اللہ ابن زیاد کے سر کے اندر آتا جاتا ہے۔ اور پھر وہ سب سردار رحبہ پر لٹکا دئے گئے۔ عامر مذکور کا یہی بیان ہے کہ جب تک ابن زیاد کا سر لٹکا رہا ایک سانپ اُسکے سر کے سوراخوں سے کئی دفعہ آیا گیا۔

مختار علیہ الرحمہ اور قاتلان امام علیہ السلام کی سزا

یہاں تک تو ہمنے اپنے سلسلۂ بیان کے ایک مخصوص ہیرو حضرت ابراہیم ابن مالک اشتر علیہ الرحمہ کے حالات اور اُنکے محاسن خدمات اور اُن کی بے نظیر شجاعت و دلیری کے واقعات بیان کئے۔ اُن کے احوال کو یہاں تک لکھکر اب ہم اپنے دوسرے پرہمت اور عالی حوصلہ سردار امیر مختار علیہ الرحمہ کے حالات قلمبند کرتے ہیں۔

شیث ابن ربعی۔ شمر ذی الجوشن اور عمر ابن سعد لعنہم اللہ کے اغوا سے مخالفین کوفہ نے جو اظہار مفاسد کئے تھے اُسکا حال ہم ہدیۂ ناظرین کر چکے ہیں۔ اِس کے بعد جب تک ابراہیم ابن زیاد کے معاملات میں مشغول تھے تو کوفہ میں امیر مختار نے کیا کیا کارروائی کی اُسکو بیان کرتے ہیں۔ بہرحال ابراہیمؒ ان مفسدان کوفہ کی پوری تنبیہ کرکے اہل شام کے مقابلہ میں روانہ ہوئے۔ اودھر مختار بھی ہواخواہان بنی امیہ کی مکارانہ رفتار و کردار سے پورا ہشیار ہوکر تخت امارت پر چار زانو ہو بیٹھا اور اُسی وقت سے اُنہوں نے کوفہ اور اُسکے اطراف و جوانب میں قاتلان امام حسین علیہ السلام کا سراغ لگانا شروع کر دیا۔ مختارؒ نے اس فتح عظیم کی بعد الصلوۃ جامع کے منادی کرادی اور جامع مسجد میں ایک نہایت فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا۔

جس میں اپنی کامیابی اور استمداد لنصرۃ الحسین علیہ السلام کا بیان بہت خوبی کے ساتھ ادا کیا۔ وہاں سے دار الامارہ میں آگئے۔ بیعت کرنیوالوں کا ہجوم ہوا اور ایک تعداد کثیر نے اُنکے ہاتھ پر بیعت کرنے پر اپنی پوری آمادگی ظاہر کی۔ پھر ان قیدیوں کی نسبت امیر مختار نے پوچھنا شروع کیا کہ ان میں سے کون کون امام حسین علیہ السلام کے قتل میں شریک تھا۔ اُسکی گردن ماری جاتی تھی۔ یہاں تک کہ اُن میں سے نوسو چھیاسی آدمیوں کو دار البوار کی راہ پر لگایا اور باقی قیدیوں کو چھوڑ دیا۔

شمر ذی الجوشن کا قتل۔ امیر مختار کو معلوم ہوا کہ شمر ذی الجوشن چند شرکائے قتل امام حسین علیہ السلام کے ساتھ فراری ہو گیا۔ اُسی وقت اپنے ایک غلام حبشی کو جسے زرین کہتے تھے دس آدمیوں کے ہمراہ روانہ کیا کہ جہاں ملے شمر کا سر کاٹ لاؤ۔ مسلم ابن عبداللہ الضبابی کا بیان ہے کہ میں شمر ذی الجوشن کے ساتھ ساتھ تھا کہ اتنے میں وہ غلام حبشی آ پہنچا۔ شمر نے کہا کہ دیکھو وہ آگیا اب یہاں سے بھاگو۔ شاید یہ ہماری ہی تلاش میں آتا ہے۔ ابھی بھاگنے ہی کی فکر میں تھے کہ زرین غلام حبشی آ ہی گیا۔ شمر نے اُسپر حملہ کیا اور کامیاب ہوا۔ وہاں سے چلکر موضع کلبانیہ میں آیا اور ایک خط مصعب ابن زبیر کو لکھا اور ایک کافر عجمی کے ہاتھ روانہ کیا۔ راہ میں ایک موضع پڑتا تھا۔ اُسی طرف یہ نامہ بر جانیوالا تھا۔ ابو عمرہ کے آدمیوں میں سے کسی نے اُس خط کو دیکھ لیا۔ ابو عمرہ مختار کے کسی کام کے لیے اُس دن وہاں آئے ہوئے تھے اور اُس سے پوچھا کہ شمر اس وقت کہاں ہے؟ اُسنے بتایا کہ موضع کلبانیہ میں ہے۔ فوراً ابو عمرہ کو اطلاع ہوئی اور وہ وہاں سے سیدھے کلبانیہ کو روانہ ہوئے۔ اس مقام سے کلبانیہ تک تین فرسخ یعنی نو میل کا فاصلہ تھا۔ مسلم ابن عبداللہ کا بیان ہے کہ میں نے شمر سے کہا کہ تو یہاں قیام نہ کر یہ خوف کا مقام ہے۔ مگر اُسنے نہ مانا اور کہا کہ تین دن سے زیادہ یہاں نہیں رہونگا۔ اور کیا اُس جھوٹے (مختار کی طرف اشارہ ہے) سے ڈر جاؤنگا۔

ابھی رات کو ہم لوگ ابتدائی نیند میں تھے کہ ابو عمرہ کے ساتھیوں نے چاروں طرف

بعد شور ہوا کہ خبیث مارا گیا۔ ابو عمرہ نے اُسے قتل کیا۔ غرض جتنے آدمی اُسکے ہمراہ رہگئے تھے سب کے سب مارے گئے۔ اور اُنکے سر مختار کے پاس بھجوائے گئے۔ جونہیں مختار نے اُن سروں کو دیکھا سجدۂ شکر ادا کیا اور حکم دیا کہ یہ سب سر رحبہ الحذاءین جامع کے سامنے لٹکا دئے جاویں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

محمد ابن جریر طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ اسکے بعد مختار نے حکم دیا کہ جہاں تک ہو سکے قاتلان جناب امام حسین علیہ السلام کی تلاش کرو اور ہر مقام سے گرفتار کرو۔ اور جب تک میں ان ملعونوں کو قتل نہ کر لونگا مجھپر کھانا پینا حرام ہے۔ چنانچہ گرفتاری جاری ہوئی۔ سب سے پہلے جو سزایاب ہوئے وہ اُن ملاعین میں سے تھے جنہوں نے امام حسین علیہ السلام کے جسم مطہر کے ساتھ گھوڑوں کے ذریعہ سے بے ادبی کی تھی۔ ان سب کو مختار نے پکڑوا لیا اور زمین پر لٹا کے لوہے کی کیلیں اُنکے ہاتھ پاؤں میں جڑوادیں اور حکم دیا کہ ان پر بھی گھوڑے دوڑائے جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا یہانتک کہ گھوڑوں نے اُنکو کچل ڈالا۔ پھر آگ میں ان سب کی لاشوں کو جلا ڈالا۔

صاحب ناسخ التواریخ کی تحقیق میں لاش امام علیہ السلام پر گھوڑے دوڑانیوالے یہ تھے۔ اسحاق ابن حویہ۔ اخنس ابن مرثد۔ عمر ابن صبیح الصیداوی۔ رجاع ابن منقذ العبدی۔ سالم ابن خثیمۃ الجعفی۔ صالح ابن وہب الجعفی۔ واعظ ابن ناعم۔ ہانی ابن ثبیت الحضرمی۔ اسید ابن مالک۔

ان لوگوں کی کامل سیاست کے بعد عبد الرحمٰن ابن عقیل رضی اللہ عنہم کے خون میں جو دو آدمی شریک تھے اُنہیں پکڑوا لیا۔ اور سر کاٹکے آگ میں جلوا دیا۔ پھر مالک ابن بشیر ملعون کو پکڑوا لیا اور سر کاٹکے آگ میں جلوا دیا اور سر بازار اُسکو قتل کرایا۔

خولی کا قتل۔ خولی ابن یزید اصبحی یہی ملعون امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک لیکے سب سے پہلے عبید اللہ بن زیاد کے پاس گیا تھا۔ مختار نے ابو عمرہ کو حکم دیا کہ اسکے گھر کا محاصرہ کیا جاوے۔ یہ اپنے گھر کے بیت الخلا میں جا چھپا اور ایک زنبیل سر پر اوڑھ لی تا کہ کوئی نہ پہچانے۔ مگر اُسکی نیک اور شریف بی بی مسماۃ نوار نے جو دوستدار اہلبیت علیہم السلام تھی۔ اشارے سے بتا دیا کہ خولی پاخانہ میں چھپا ہے۔ آخر پکڑا گیا اور قتل کر کے جلتی آگ میں جلا دیا گیا۔

حکیم ابن طفیل سنبسی کی گرفتاری کے واسطے عبداللہ ابن کامل روانہ کئے گئے۔اسی ملعون نے جناب عباس علیہ السلام کو تیر مارا تھا اور اسی نے حضرت کے شہید ہونیکے بعد لباس اُتار لئے تھے۔عبداللہ مذکور نے اُسکو گرفتار کیا اور کئی آدمیوں نے اسپر تیراندازی کی اور آخر تیروں سے مار کے اسکو جہنم واصل کیا۔

مُرّہ ابن منقذ عبدی۔یہ جناب علی اکبر شبیہ پیغمبر علیہ السلام کا قاتل تھا۔ملعون کبیر السن اور نہایت بوڑھا تھا۔جب اس کے گھر کا مواخذہ کیا گیا تو باہر چلا گیا۔اسکے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا۔عبداللہ ابن ناجیہ شامی کو اُس سے مار کر قتل کیا۔مگر عبداللہ کامل نے اُسپر اور ایک تلوار ماری جس سے ایک بایاں ہاتھ کٹ گیا۔اور خون جاری ہوا۔اُس حالت سے بھاگا۔چونکہ گھوڑے پر سوار تھا اس وجہ سے بچ گیا اور مصعب ابن زبیر سے جاملا۔لعنۃ اللہ وعذابہ عذابا شدیدا۔

زید ابن رقاد کو تیروں اور پتھروں سے زخمی کیا۔پھر قتل کیا۔قتل کرنے کے بعد آگ میں جلا دیا۔

سنان ابن انس۔بصرہ کو بھاگا۔اُسکا گھر ڈھا دیا گیا۔بصرہ سے قادسیہ میں گیا۔مختار کے آدمی اُسے تلاش کرتے رہے۔آخر غدیب اور قادسیہ کے درمیان گرفتار ہوا پہلے اسکی اُنگلیاں کاٹی گئیں۔پھر ہاتھ پاؤں کاٹے گئے۔پھر دیگ میں روغن زیتون کو جوش دیکے اُس ملعون کو اُس میں جیتا جاگتا ڈال دیا گیا۔

عبداللہ ابن عقبہ غنوی۔اس شقی ازلی نے اہلبیت علیہم السلام کے بہت سے صغیر السن بچوں کو قتل کیا تھا۔یہ نالائق جزیرہ کی طرف بھاگا۔اُسکا گھر منہدم کرا دیا گیا۔اسکی اور حرملہ ابن کاہل اسدی کی نسبت شاعر کہتا ہے ؎

وعند غنی قطرۃ من دمائنا
وفی اسد اخری تعد وتذکر

حرملہ ابن کاہل اسدی۔اس ملعون کی بابت منہال ابن عمر کی ایک عجیب روایت مشہور ہے۔وہ خود بیان کرتے ہیں کہ میں ایک روز مکہ معظمہ میں جناب امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا۔آپ نے مجھ سے حرملہ کے متعلق دریافت

اے معبود اس کو ذائقہ تلوار کا چکھا۔
منہال کہتے ہیں کہ جب میں کوفہ میں آیا اور اس زمانہ میں وہاں مختار کی حکومت تھی۔ ایک روز میں اُنکی ملاقات کو گیا۔ دیکھا کہ وہ اپنے گھر سے باہر بیٹھے ہیں۔ مجھ کو دیکھکر پوچھا۔ کیوں منہال تم ہماری ولایت میں نہ شریک ہوئے۔ میں نے کہا کہ میں تو اس وقت مکہ سے آرہا ہوں۔ پھر مختار وہاں سے چلے اور محلۂ کناس میں آئے اور ایک مقام پر ٹھہر گئے کسی کے منتظر معلوم ہوتے تھے۔ اتنے میں کچھ لوگ انکے پاس آئے اور اس بات کی خوشخبری دی کہ حرملہ گرفتار ہوا۔ آخر اسکو پکڑے ہوئے مختار کے پاس لائے۔ دیکھتے ہی مختار نے کہا کہ لعنک اللہ الحمد للہ الذی امکننی منک اے حرملہ خدا تجھ پر لعنت کرے۔ شکر اس خدا کا جس نے مجھ کو تجھپر قابو دیا۔ پھر جلاد کو بلوایا اور حکم دیا کہ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالو اور آگ منگوا کے پھوس میں رکھکر اسکو جلوا دیا۔ اچھا کیا۔
میں نے جب اس حال کو دیکھا تو دو مرتبہ سبحان اللہ سبحان اللہ اللہ اکبر کہا۔ مختار نے کہا یوں تو تسبیح ایک عمدہ ذکر ہے لیکن اس وقت بالتخصیص اس سبحان اللہ کہنے کا کیا داعی ہوا ہے۔ میں نے جناب امام زین العابدین علیہ السلام کے بددعا کرنیکا ذکر کیا۔ اسکو سنتے ہی مختار علیہ الرحمہ گھوڑے سے اُتر پڑے اور دو رکعت نماز شکر ادا کی۔ اور سجدے میں طول دیا۔ پھر وہاں سے چلے اور میرے مکان تک آئے۔ میں نے قسم دی کہ آپ میرے غریب خانہ پر چلئے اور کچھ ماحضر تناول فرمائیے۔ مختار نے کہا کیا خوب دیکھو جناب امام زین العابدین علیہ السلام نے چند دعائیں فرمائیں جنکا انجام میرے ہاتھ سے ہوا۔ پھر کہا میں اس شکریہ میں آج روزہ نہ رکھوں۔
عبداللہ ابن عروہ خثعمی کی گرفتاری جاری ہوئی۔ مگر نہ مل سکا۔ بھاگ گیا اور مصعب ابن زبیر سے جا ملا۔
عمر ابن صبیح الصیداوی اپنے مکان کی چھت پر تلوار سر کے نیچے رکھکے سو رہا تھا مختار کے ملازموں نے اسے آکے گرفتار کر لیا۔ جب مختار کے پاس اسے لائے تو دوسرے

مختار نے اپنے ملازمین اسکی گرفتاری کو بھیجے۔ اسکے گھر کا محاصرہ کیا گیا۔ لیکن اُس کے مکان کے کئی دروازے تھے۔ ایک سے نکل بھاگا اور مصعب سے جا ملا۔ گھر اُس کا گرا دیا گیا۔ مال و اسباب لوٹ میں ہاتھ آیا۔ مگر تاہم اس حملہ میں عبداللہ ابن اسید جُہنی۔ مالک ابن خشیم بدی۔ حمل ابن مالک محاربی کو قادسیہ سے گرفتار کرکے لائے۔ مختار نے پوچھا کیوں دشمنان خدا امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ کہاں ہیں حسین ابن علی علیہ السلام۔ ان سب نے جواب دیا کہ ہم لوگ تو مجبوری سے کربلا میں لڑنے کو گئے تھے۔ نہ اپنی خوشی سے۔ مختار نے کہا تو کیا تم نے اُن حضرت پر کوئی احسان بھی کیا تھا اور جب تم سے وہ طالب امان ہوئے تھے تو تم نے امان بھی دی تھی۔ یا تم نے اُنہیں پانی بھی پلا یا تھا۔ اور پھر اُس مردِ بدی سے مخاطب ہوکر پوچھا کیوں تو نے ہی تو حضرت امام حسین علیہ السلام کی کلاہ اُتاری تھی۔ اُسنے کہا نہیں۔ مختار نے کہا ضرور تو اس فعل کا مرتکب ہوا۔ آخر کار حکم دیا کہ اسکے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے جائیں اور اُن دونوں کی گردن ماری جاوے۔ چنانچہ اس حکم کی فوراً تعمیل کی گئی۔

بجدل ابن سلیم کلبی۔ اسکی شقاوت سے تمام شیعہ واقف ہیں۔ خدا اسپر لعنت کرے اس ملعون نے جناب سید الشہدا علیہ التحیۃ والثنا الی یوم الجزا کی انگوٹھی لے لی تھی۔ اس سے زیادہ کیا عرض کیا جاوے۔ جب یہ گرفتار ہوا تو مختار علیہ الرحمہ نے اسکے ہاتھ پاؤں کٹوا کے اسکو ڈلوا دیا۔ برابر اُس کا خون بہتا رہا یہانتک تڑپ تڑپ کر مرگیا۔

زیاد ابن مالک۔ عمر ابن خالد۔ عبدالرحمن بجلی۔ عبداللہ ابن قیس خولانی جب گرفتار ہوکر آئے تو مختار نے پوچھا کیوں تمہیں لوگوں نے تو بروز عاشورا ورس کو لوٹا تھا (امام حسین علیہ السلام کے اسباب میں ورس بھی تھا۔ یہ ایک زرد گھاس ہے جو یمن میں پیدا ہوتی ہے۔ اُس سے کپڑے رنگے جاتے ہیں) پھر اُن لوگوں کو بازار میں تشہیر کرکے قتل کرایا۔

اسماء ابن خارجہ فزاری۔ اس ملعون نے حضرت مسلم ابن عقیل علیہ السلام کے شہید کئے جانے میں جی توڑ کوشش کی تھی۔ مختار نے اسکی کیفیت سنکر کہا اما ورب السماء ورب الضیاء والظلماء لتنزلن نار من السماء دهماء حمراء فلتحرقن دار اسماء

قسم پروردگار آسمان اور پروردگار نور و ظلمت کی ضرور ایک آگ آسمان سے گریگی۔ سیاہ سرخ۔ نہایت کالی اور وہ اسماء کے گھر کو جلادیگی۔ جب یہ خبر اسمار کو معلوم ہوئی تو کہنے لگے کہ ابواسحاق نے اس وقت مسجع کلام کیا ہے۔ اب یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں ہے۔ آخر جنگل کی طرف بھاگ گیا۔ اسکے اور اُسکے چچازاد بھائیوں کے مکانات منہدم کروئے گئے۔

قیس ابن اشعث کندی۔ صاحب روضۃ الصفا اس کے حال میں لکھتے ہیں کہ یہ عبداللہ ابن کامل کے پاس جو مختار علیہ الرحمہ کے مقربین اور اصحاب مخصوصین میں سے تھے پناہ گزیں ہوا۔ عبداللہ ابن کامل نے مختار سے اُسکی سفارش کی اور اُس کی جان کی امان چاہی۔ مختار نے سر جھکا لیا۔ اُس وقت عبداللہ ابن کامل کے محاسن تعلقات اور اُس شقی ازلی کے ظلم و تعدی کے حالات مختار کی آنکھوں میں گھومنے لگے۔ آخرکار مختار نے اس کی سیاست کو عبداللہ کی سفارش پر ترجیح دی۔ اور عبداللہ ابن کامل سے کہا کہ لاؤ میں تمہاری انگوٹھی تو دیکھوں۔ عبداللہ نے اپنی انگوٹھی اُتار کر دیدی۔ مختار نے وہ انگوٹھی پہن لی۔ پھر وہاں سے ایک گوشہ میں چلا گیا اور ابوعمرہ کو بلا کر کہا کہ یہ انگوٹھی لو اور عبداللہ کی بی بی کے پاس جاؤ اور اُس سے کہو کہ یہ تیرے شوہر نے انگوٹھی اپنی نشانی دیکر کہا ہے کہ جہاں قیس ابن اشعث ہو تجھ کو دکھا دے کہ اُس سے کچھ ضروری باتیں کرنا ہے۔ جب وہ تم کو اُسکے پاس لیجا دے تو تم فوراً اُسکو قتل کر ڈالنا۔ ابوعمرہ نے مختار علیہ الرحمہ کی ہدایت کے مطابق عمل کیا۔ اور جوہیں وہ مردود اُسکے سامنے آیا اُسے تلوار کی ایک ضرب سے دو ٹکڑے کر ڈالا اور اُس کے سر کو کاٹ کر مختار کے پاس بھیجدیا۔

عمر ابن سعد کا قتل۔ عمر ابن سعد علیہ اللعنۃ کو امیر مختار رحمۃ اللہ علیہ نے کسی مصلحت سے امان دیدی تھی ا جب تک کوفہ میں رہے اور کوئی امر خلاف اُس سے واقع نہو تب تک لیکن ایک روز عمر ابن ہیثم اُسکے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اثنائے ذکر میں مختار نے کہا واللہ لاقتلن رجلا عظیم القدمین غائر العینین مشرف الحاجبین یھمز الارض برجلہ برضی بقتلہ اھل السماء والارض قسم بخدا میں ضرور ایک ایسے شخص کو قتل کرونگا جو بڑے بڑے قدموا الا دھنسی ہوئی چھوٹی

آنکھوں والا۔ لٹکے ہوئے پیروں والا زمین پر ایڑیاں رگڑیگا۔ اُسکے قتل سے اہل زمین و آسمان خوش ہونگے۔

اس وقت ہیثم ابن اسود موجود تھا سمجھ گیا کہ مختار نے عمر ابن سعد کے قتل کا ارادہ کیا ہے فوراً اپنے بیٹے عریان نامی کو عمر ابن سعد کے پاس بھیجا۔ اور مختار کے ارادے سے مطلع کیا۔ یہ سنکر اُسنے چاہا کہ یہاں سے بھاگ چلے۔ بنی تیم میں سے ایک شخص کو بلایا اور چار سو اشرفیاں اُسے دیں کہ یہ زاد راہ ہے۔ اب میں یہاں سے چلتا ہوں اور دونوں ساتھ ساتھ چلے۔ حمام عمر یا نہر عبد الرحمٰن کے پاس پہنچکر عمر ابن سعد نے اپنے رفیق سے پوچھا کہ تم جانتے ہو کہ میں کوفہ سے کیوں باہر نکلا۔ اُسنے اپنی لاعلمی ظاہر کی۔ عمر نے کہا کہ میں مختار سے خوف کھاتا ہوں کہ مبادا وہ مجھے مار ڈالے۔ اُسنے کہا کہ مختار کی مجال نہیں ہے کہ وہ تمہیں مار سکے۔ اور اگر کہیں بھاگوگے تو گھر بار لوٹ لیا جائیگا۔ اہل و عیال سب قتل کیے جائینگے۔ اُسکے اس کلام کو سنکر عمر کو بھی یقین آگیا اور وہ پھر کوفہ واپس چلا آیا۔

یہانتک تو مرزبانی کا بیان ہے مگر اوروں نے یہ لکھا ہے کہ جب عمر ابن سعد کوفہ سے چلا تو مختار علیہ الرحمہ کو خبر ہوگئی۔ اُنھوں نے کہا کیا خوب ہوا میں نے اپنے عہد پر وفا کی مگر اُسنے عہد شکنی کی ہے اب اُسکے قتل کیے جانیکا موقع آگیا۔ رات کو جب عمر ابن سعد اپنی اونٹنی پر سوگیا تو اُسکے ناقہ کو اُسکے پاؤں لیکر کوفہ واپس لائے۔ اب جو ہوشیار ہوتا ہے تو کیا دیکھتا ہے کہ میں شہر میں ہوں۔ مجبور ہوکے اُسنے اپنے بیٹے حفص کو مختار رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجا اور کہلا بھیجا کہ کیا تم اپنے عہد پر وفا کرنا نہیں چاہتے؟ امیر مختار علیہ الرحمہ نے کہا اچھا تم یہیں بیٹھ جاؤ اور ابو عمرہ یعنی کیسان تمار کو بلا کر کچھ کان میں کہا۔ جسکا مطلب یہ تھا کہ عمر ابن سعد کو جاکر قتل کر۔ اور دیکھنا جب وہ اپنے غلام سے کہے کہ طیلسان لاؤ تو سمجھنا کہ وہ تلوار مانگتا ہے۔ کبھی اُسکو موقع نہ دینا۔ ابھی تھوڑی دیر ابو عمرہ کو گئے ہوئے ہوئی تھی کہ عمر ابن سعد کا سر کاٹ کے لائے۔

حفص ابن عمر ابن سعد وہیں بیٹھا ہوا تھا۔ مختار نے پوچھا کہ تو اس سر کو جانتا ہے؟

قتل کرڈالو۔ مختار علیہ الرحمہ نے کہا کہ عمر ابن سعد تو جناب امام حسین علیہ السلام کے عوض میں قتل ہوا اور حفص جناب علی اکبر علیہ السلام کے مقابلہ میں مقتول ہوا۔ لیکن کبھی یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ واللہ میں جناب امام حسین علیہ السلام کے عوض میں ستر ہزار آدمی بھی قتل کرونگا جس طرح جناب یحییٰ ابن زکریا علیہما السلام کے عوض بنی اسرائیل قتل ہوئے تو بھی قصاص پورا نہیں ہوگا۔ بعض کا بیان ہے کہ یوں کہا تھا کہ اگر تین حصے قریش کے میں قتل کرڈالوں تب بھی جناب امام حسین علیہ السلام کی ایک اُنگلی کا بھی عوض نہ پورا کر سکوں۔

چونکہ حضرت محمد حنفیہ رضی اللہ عنہ کو اسکے قتل کئے جانے کا بہت خیال تھا اور مختار پر عتاب کرتے تھے کہ کیوں نہیں عمر ابن سعد کو قتل کرتے ہو۔ لہذا مختار نے ان دونوں نجس العینوں کے سروں کو مسافر ابن سعید ہمدانی کے ساتھ مکہ کو روانہ کیا۔ محمد حنفیہ رضی اللہ عنہ ان کو دیکھکر بہت مسرور ہوئے۔

عمر سعد کے مارے جانے کے بعد اب قاتلان جناب امام حسین علیہ السلام میں سے کوئی ذی وجاہت شخص ایسا باقی نہیں رہا تھا جس سے اُس خون ناحق اور اس ذبح عظیم کا پورا معاوضہ امیر مختار علیہ الرحمہ نے نہ لے لیا ہو۔ اُنکی شمشیر آبدار اس فرقہ جفا کار کے ہر فرد کے لیے ہمیشہ نیام سے باہر تھی۔ اس فکر کے سوا دن رات اُن کو نہ کوئی دوسری فکر تھی اور نہ تلاش۔ وہ تھے اور ان اشقیا کی گرفتاری۔ وہ تھے اور خون ناحق امام حسین علیہ السلام کی طلبگاری۔ حق تو یہ ہے کہ جن الفاظ میں امیر مختار نے اس امر اہم کی ادا کاری کا وعدہ کیا تھا ویسے ہی ادا کیا جبتک ان ملاعین کا تصفیہ نہ کرلیا اور اُنکے ناہنجار ہر فرد بیکار کو خاتمہ تک نہ پہنچا لیا۔

[illegible]

علیہ الرحمہ اپنے ماتحتی افسروں کو اسکی تعمیل کا حکم کر دیتے اور آپ چین سے مسند امارت وحکومت پر بیٹھکر عیش و راحت کی داد دیتے۔ مگر نہیں۔ امیر مختار علیہ الرحمہ کی مبارک رفتار ایسے خیالوں سے ہزاروں کیا لاکھوں کوس دور تھی۔ وہ اپنی عقیدت کے کامل ارادے کے مستقل۔ نیت کے درست اور وعدے کے سچے تھے۔ وہ جتنا کہتے تھے اُتنا کرتے تھے۔ اور جو کہدیتے تھے کرگذرتے تھے۔

امیر مختارؒ نے امر قصاص کے پورا کرنیکا وعدہ انہیں شرائط کے ساتھ کیا تھا اور یہ عہد بھی قبر مطہر جناب امام حسین علیہ السلام پر کیا گیا تھا۔ اس وجہ سے اس میں انحراف۔ خلاف۔ سرتابی یا بدعہدی قطعی ناممکن تھی۔ اور یہی باعث تھا کہ اُنہوں نے ان مبارک خدمات کو ان تمام شرائط کے ساتھ ادا کیا اور اسکے صلہ میں بمصداق آنکہ ع چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار۔ اُن کو جہاد بالنفس اور قصاص معاندین دونوں کے ثواب ایک ساتھ عنایت کئے گئے۔ وہذا فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

اتنا لکھ کر پھر ہم اپنے قدیم سلسلۂ بیان پر آجاتے ہیں۔ بہرحال۔ جب امیر مختارؒ کی امر قصاص میں دھاک بندھ گئی اور اطراف و جوانب میں اُسکی ثروت و دولت کی شہرت ہوگئی۔ تو پھر اُسے ان ملاعین کی تلاش و تجسس کی ضرورت بھی باقی نہیں رہی۔ آپ ہی آپ ان ملاعین کی گرفتاری اور قتل کے سامان ہونے لگے۔ چنانچہ تمام مورخین کا بیان ہے کہ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ غلام آکر اپنے اپنے مالکوں کے نام دربار عام میں بتلا جاتے تھے۔ اور اُن کے چھپنے اور پوشیدہ ہونے کے مقام خود جاجا کر دکھلا دیتے تھے۔ اکثر غلاموں نے تو یہ کیا کہ اپنے مالکوں کو جو قتل جناب امام حسین علیہ السلام میں شریک تھے۔ خود قتل کر ڈالتے تھے۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ غلام اپنے آقا کی گردنوں پر سوار ہو جاتے تھے اور وہ بخوشی اس بات کو قبول کر لیتا تھا اس خوف سے کہ مبادا یہ ہماری خبر امیر مختارؒ کے کانوں تک نہ پہنچا دے۔

یہ کیا تھا ؟ خون ناحق کی حقیت اور امیر مختار کی عروج و ثروت۔ اس میں شک نہیں ع یہ کسے را بہر کارے ساختند۔ بیوفا اور عہد شکن قوم کوفہ کے لئے مختار ... مکارانہ ... دلیر آدمی ضرور تھا

اور مفسدانہ چالوں کا کلہ بکلہ جواب دیتا۔ اور انکی عالم فریبی اور مصنوعی دلیریوں سے ذرا بھی خوف نہ کرتا۔ ہر فرعونے را موسیٰ بابد۔

امر قصاص میں مختار نے جیسی کچھ تاکید اور کوشش سے کام لیا وہ تاریخوں سے عموماً ظاہر ہے۔ اُس نے اپنی احتیاط کو یہاں تک پہنچا دیا کہ جب اُسکو معلوم ہوا کہ شمر ملعون نے جناب امام حسین علیہ السلام کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ کو ذبح کرکے اُس کے گوشت کو اہل شہر پر تقسیم کر دیا تھا تو مختار نے اُن گھروں کو منہدم کروا دیا جہاں جہاں وہ گوشت گیا تھا۔ اور اُس کے رہنے والوں کو ایک ایک کرکے قتل کر ڈالا۔ فجزاہ اللہ تعالےٰ خیر الجزاء بمحمد وآلہ النجباء النقباء۔

بہر حال۔ مختار نے عمر سعد کا سر اور نیز دیگر افسروں کے سروں کو چند معتبر آدمیوں کے ساتھ مع تیس ہزار اشرفیوں کے جناب محمد حنفیہ کے پاس بھجوا دیا اور خط میں لکھدیا کہ میں نے آپ کے شیعوں کو آپ کے دشمنوں کے مقابلہ میں بھیجا تھا۔ الحمد للہ کہ آپکے دوستوں کو کامیابی ہوئی اور دشمنوں سے عوض لے لیا گیا۔ جب محمد حنفیہ رضی اللہ عنہ نے اُن سروں کو دیکھا سجدۂ شکر میں فرق مبارک خاک پر رکھدیا اور مختار کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ جزاء اللہ خیرا الجزاء فقد ادرك ثارنا و وجب حقه على كل من ولده عبد المطلب ابن هاشم اللهم واحفظ لابراهيم الاشتر وانصره على الاعداء ووفقه لما تحب وترضى واغفرله فى الآخرة والاولى۔ خدا اُسے جزائے خیر دے کہ اُسنے ہمارے خون کا بدلہ لے لیا۔ اور اسکا حق عبد المطلب ابن ہاشم کی تمام اولاد پر واجب ہو گیا۔ اے معبود ابراہیم ابن اشتر کو محفوظ رکھ اور دشمنوں کے مقابلہ میں اُسے مدد دے۔ اور اپنی پسندیدہ باتوں کی اُسے توفیق عنایت فرما اور دنیا و آخرت میں اُسکی مغفرت فرما۔

جناب محمد حنفیہ [illegible] ں کو حضرت سید الساجدین امام زین العابدین علیہ السلام کی [illegible] تت خاصہ تناول فرمارہے تھے [illegible] کو ملاحظہ فرماتے ہی سجدۂ شکر ادا فرمایا اور ارشاد کیا الحمد للہ [illegible] ثاری من عدوی وجزی اللہ المختار خیرا۔ شکر اُس خدا [illegible] خون کا بدلہ ہما[illegible] دشمنوں سے لے لیا [illegible] فرمایا کہ

ہیں کبھی جب عبداللہ ابن زیاد کے سامنے لایا گیا تھا تو وہ مردود کھانا کھا رہا تھا اور میرے پدر بزرگوار کا سر اُسکے سامنے رکھا تھا۔ تو میں نے اپنے معبود کی حضرت میں دعا کی کہ پروردگار مجھے کبھی اُس وقت تک موت نہ دینا جب تک کہ میں کبھی ابن زیاد کا سر اس طرح نہ دیکھ لوں پھر جناب محمد حنفیہ رضی اللہ عنہ نے وہ تمام اشرفیاں جو مختار علیہ الرحمہ نے بھیجی تھیں اپنے تمام اہل و اقارب اور شیعوں کو جو مکہ اور مدینہ میں رہتے تھے تقسیم کر دیں۔ مرزبانی کا بیان ہے اور وہ اپنی سند کو جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملاتا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کسی عورت ہاشمیہ نے سرمہ نہیں لگایا۔ نہ خضاب کیا۔ نہ کسی ہاشمی کے گھر سے پانچ برس تک دھواں نکلا جب تک کہ عبیداللہ ابن زیاد کا سر نہ آلیا۔

یحیےٰ ابن ابی راشد فاطمہ بنت علی علیہ السلام سے ناقل ہیں کہ آپ فرماتے ہیں کہ ہم میں سے کسی عورت نے نہ مہندی لگائی اور نہ آنکھوں میں سرمہ کی سلائی پھرائی۔ نہ کنگھی کی جب تک کہ امیر مختار علیہ الرحمہ نے عبداللہ ابن زیاد کا سر ہمارے یہاں نہ بھیج دیا۔ جناب ابن نما علیہ الرحمہ نے چند اشعار آبدار نظم کئے ہیں جو مختار علیہ الرحمہ کی خدمات کے محاسن کو نہایت ہی خوبی سے ظاہر کرتے ہیں۔ وہو ہذا ؎

سر النبیّ باخذ الثار من عصب	باءَ والقتل الحسین الطّاہر الشّیم
قوم غذوا بلبان البغض ویحہم	للمرتضیٰ وبنیہ سادۃ الامم
حاز الفخار الفتیٰ المختار اذ قعدت	عن نصرہ سائر العرب والعجم
جادت لہ من رحمۃ الجبّار سارتہ	تھمی علی قبرہ منہلۃ الدّیم

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات سے مسرور ہوئے کہ اُنکے پیارے نواسے نیک خصلت کے خون کا عوض لے لیا گیا۔ اُس قوم سے جس نے امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا۔ یہ وہ قوم ہے جنہے جناب امیر المومنین اور اُنکے فرزندان سرداران امم کے بغض و عداوت کے تھنوں کے دودھ سے غذا حاصل کی۔ اُنکا برا۔ نوجوان مختار علیہ الرحمہ نے اس وقت یہ فخر حاصل کیا جبکہ تمام

بہر حال یہ ہے امیر مختار علیہ الرحمہ کی بےمثل دلیری اور شجاعت کی سچی روداد اور
اُس کے عزم بالجزم مستقل اور مہتم بالشان ارادوں کی داستان۔ اس میں شک
نہیں کہ اگر امیر مختار کے ابتدائی حالات پر نظر کیجائے تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ایسے
معمولی آدمی سے ایسے عظیم الشان امور کی تعمیل ہوگی۔ یا ایک آدمی سے ایک
ایسی پرزور۔ قوت دار قوم او حنیفہ کی شکست۔ بربادی اور تباہی یقین کیجاسکے گی
جو اپنے ہاتھوں میں سلطنت کی باگیں سنبھالے ہونگے یا کم سے کم وہ قوم جو کسی غیر
کی اطاعت میں رہکر ایک امر عظیم کا ابھی ابھی اقدام کرچکی ہو اُسکا دم کے دم
میں ایسا کایا پلٹ ہوجائے کہ وہ اپنی تلواروں سے پھر اُنہیں کی گردنیں ریتیں۔
جنکی اطاعت، متابعت اور موافقت میں دوسروں کے گلے کاٹ چکے تھے۔

ہم پہلے ہی لکھ آئے ہیں اور اب بھی لکھے دیتے ہیں کہ مختار کے محاسن خدمات میں تائید
ربانی ضرور شامل تھی۔ اور ان تمام بے نظیر واقعات کا وقوع پذیر ہونا اسی بہادر کے
ہاتھوں مقدر ہوچکا تھا۔ اگر ان واقعات کی تعمیل و تکمیل اس شیر بیشۂ شجاعت کے
متعلق نہ کی گئی ہوتی تو ہم کو یقین ہے کہ آج جزیرہ نمائے عرب میں مشکل سے کوئی
شخص مختار رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے واقف ہوتا۔ وہ یہی عظیم الشان خدمات تھے
جنہوں نے مختار کو تمام کوفہ میں مختار کردیا۔ اور اُسکی امارت و حکومت کا سلسلہ
ریگستان کوفہ سے اُٹھا کر خیابان فارس تک پہنچاتا ہوا بحر احمر کے طوفانی کناروں تک
پہنچا دیا۔ اور عبداللہ ابن زبیر کو جو پچیس برس کی جانکاہ کوششوں کے بعد امارت کی
حیثیت نصیب ہوئی وہ اُنکو کل تین برس کی ہلکی پھلکی محنتوں میں باطمینان تمام
و بافصی المرام حاصل ہوگئی۔ اور قبل اسکے کہ ابن زبیر خلیفہ یا امیر تسلیم کئے جاویں
اسکی بیعت اور امارت حجاز۔ عراق فارس وغیرہ میں اختیار کرلی گئی۔

سچ پوچھو تو معاملات قصاص سے امیر مختار کو ایک ہی سال کے اندر فراغت مل گئی ہوگی
اور اس خوش قسمت۔ [illegible] اس عظیم الشان مہم کو بھی سر کیا۔ اور
ملکی امارت و حکومت بھی پیدا کرلی۔ [illegible]

حضرت محمد حنفیہؓ اور عبداللہ ابن زبیر

امیر مختار کو [illegible] ان جھگڑوں سے [illegible]

مصیبت سے سامنا ہوا۔ وہ یہ ہے کہ عبداللہ ابن زبیر کی آنکھوں میں مختار کی کامیابیاں
کھٹک رہی تھیں۔ انکے عروج و ثروت کی خبریں پاکر وہ اپنی حسرت اور ناکامیابی کے
غم و غصّہ میں جل گیا۔ مگر چونکہ مختار اب مختار ہی نہیں رہا تھا۔ بلکہ فی زمانہ وہ ممالک
اسلامیہ کے بہت بڑے اور زرخیز حصّہ کا تاجدار اور فرمانروا بنگیا تھا اور ایک
عظیم الشان اور دلیر فوج اُسکی رکاب میں ہمیشہ اپنی جان نثار کرنے کے لیے تیار رہتی
تھی جو ابھی ابھی ملک شام کے پنجاہ سالہ انتظام کو درہم و برہم کر چکی تھی۔ ان وجوہ
سے ابن زبیر کو مختار کے خلاف میں کوشش کرنے کی یک بیک جرأت نہیں ہوتی تھی۔
مگر اُسنے حضرت محمد حنفیہ رضی اللہ عنہ کو ان کے تمام امور کا باعث سمجھکر اپنا مطیع
بنانا چاہا۔ اور سوچا کہ انکے اطاعت قبول کر لینے پر مختار بھی ضرور مطیع و منقاد ہو جائیگا
اسی خیال کی بنا پر عبداللہ ابن زبیر نے جناب محمد حنفیہ رض پر دست بیع ہونیکے لئے
سخت دباؤ ڈالا۔ انہوں نے اسکے جواب میں کہلا بھیجا کہ امور ملکی میں مجھے کوئی دخلت
نہیں۔ اور نہ اس کی طرف میری کوئی خواہش یا رغبت ہے۔ میں ایک گوشہ میں
خاموشی سے بیٹھا ہوں۔ مجھے امر بیعت کے لیے تکلیف دینا ضرور نہیں۔ ابن زبیر
نے اسکے جواب میں کہلا بھیجا کہ یا تو بیعت کیجئے یا جان سے ہاتھ دھوئیے۔ محمد حنفیہ رض
تھوڑے دنوں کے لئے مہلت مانگی۔ وہ بھی نہ ملی۔ بلکہ یہ کہا گیا کہ ایک ساعت بیعت
کئے بغیر آپ چھوڑے نہ جائینگے۔ اب تو حضرت محمد حنفیہ رض کو بھی حرارت آگئی۔ آپنے
فرمایا کہ افسوس کا مقام ہے۔ تم تو سنّتِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اتباع
کا بہت دعوے کرتے ہو اور یہ نہیں جانتے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے
صفوان ایسے مشرک اصلی اور کافر عینی کو تو اُسکی درخواست پر مہلت عنایت فرمائی
اور تم مجھے ایک ساعت کی مہلت بھی دینا منظور نہیں کرتے۔ اب آپکے اس فرمانے
... ابن زبیر نے ... مشکل

کو اپنا پورا حال لکھ بھیجا۔ مختار اس خبر کے پاتے ہی اپنے جامہ سے باہر ہوگیا۔ اُس نے اُسی وقت اپنے لشکر کے تمامی افسروں کو بلایا اور جناب محمد حنفیہ کا خط سنایا۔ اور طیبان ابن عمارہ کو ایک فوج جرّار کے ہمراہ مع چار ہزار درہم کے حضرت محمد حنفیہ رضؓ کی خدمت میں روانہ کیا۔ اور پھر دوسرے دن ابو المعمر اور ہانی ابن قیس اور عمر ابن ابی طارق اور یونس ابن عمر کی ماتحتی میں پانچ سو سواروں کی فوج مکّہ کی طرف بھیجی۔ جب یہ جمعیت مکّہ کے قریب پہنچی تو یہاں محمد حنفیہ ؒ کے ایام مقررہ میں سے اٹھاون دن گذر چکے تھے اور اب صرف دو دن باقی رہگئے تھے۔ ابن زبیر کو انکے معاملات میں کامیابی کی پوری امید ہو چکی تھی۔ وہ سمجھتا تھا کہ اس حالت پر بھی حضرت محمد حنفیہ رضؓ ہماری بیعت نہیں کرینگے۔ اس لئے اُسنے پہلے ہی سے لکڑی اور روغن زیت وغیرہ جمع کر رکھا تھا اور دل میں یہ ارادہ کرلیا تھا کہ جس وقت وہ انکار کرینگے تو جیتے جی آگ میں ڈالدیے جائیں گے۔

عبد اللہ ابن زبیر تو اس تاک میں تھے۔ ادھر مختار کی فوج مکّہ میں داخل ہوگئی۔ ان لوگوں کے آتے ہی عبد اللہ ابن زبیر کے ہوش جاتے رہے۔ ادھر اُدھر بغلیں جھانکنے لگے۔ روضۃ الصفا کا بیان ہے کہ مختار کے لشکر نے آکر محمد حنفیہ رضی اللہ عنہ کو اس قید سے چھڑا دیا۔ اور ابن زبیر کے پہرے والوں کی سزا بھی کرنی چاہی۔ مگر جناب محمد حنفیہ نے اُن کو یہ کہکر روکدیا اور آئندہ خونریزی سے باز رکھا کہ میں خانۂ کعبہ زاد اللہ شرفًا کی حرمت ضائع کرنی کبھی گوارا نہ کرونگا۔ یہ سنکر وہ لوگ اپنے ارادوں سے باز آئے۔ عبد اللہ ابن زبیر بھی پشیمان ہوکر خاموش ہو رہا۔ کوفہ سے جو لوگ مختار کا بھیجا ہوا روپیہ لائے تھے اُس کو جناب محمد حنفیہ ؒ نے اُنہیں لوگوں پر تقسیم کردیا۔ اور اُنکو رخصت فرمایا۔

حقیقت میں یہ بھی اگر [illegible] کیا جاوے تو ایک سخت مشکل تھی جو معاندین کی وجہ سے حضرت محمد ابن حنفیہ رضؓ کے سر آ لگی تھی۔ مگر مختار علیہ الرحمہ کی حسن عقیدت نے اُسکو بھی عین وقت پر دم کے دم میں رفع دفع کردیا۔ اس واقعہ سے [illegible] محاسن خدمات کے عا[illegible] ایک دو [illegible] امر جو نہایت وضاحت سے معلوم [illegible] کہ عبد اللہ [illegible] وہ یہ چھپی ہوئی خ[illegible]

کے ساتھ ہمیشہ سے چلی آتی تھی مگر جسے وہ ولائے اہلبیت علیہم السلام کی آڑ میں آج تک
چھپاتے آتے تھے۔ اچھی طرح ظاہر ہو گئی۔ قیام مکہ کے زمانہ میں جناب امام حسین
علیہ السلام کی خدمت میں ان کے ظاہری رسوخ اور نمائشی اخلاص علی لسانھم
ولیس فی قلوبھم کے معنیوں کو پورے طور سے بتلا رہے تھے۔ پھر واقعۂ شہادت
کے بعد مصائب امام مظلوم علیہ السلام پر انکا مصنوعی تاسف اور بنی امیہ کی مخالفت
انکی خودغرضی کی دوسری ترکیب تھی۔ اور یہ اپنی اُس ٹٹی کی آڑ میں ملکی رعایا کے
قلوب کو اپنے جال میں پھانسنا چاہتے تھے۔ اور تھا بھی یوہیں کہ اُس زمانہ میں
بغیر اس حیلہ کے کام نکلنا دشوار تھا۔ اِسی بنا پر ابن زبیر نے امر قصاص اور مخالفت
بنی امیہ کی ظاہری چالوں سے اپنا کام نکالنا چاہا۔ مگر چونکہ انکے امور بالکل حیلہ
اور فریب پر مبنی تھے اس لئے ان کی کوشش کچھ نہ چلی۔ اور ہر شخص ان کے
دلی مقصود کو فوراً پہچان گیا۔ صرف حرمین شریفین کی رعایا نے انکا ساتھ دیا۔ اور
انکی بیعت پر تھوڑے دنوں تک قائم رہے۔ اس وجہ سے انکو بھی مملکت اسلامیہ
میں سقہ کی بادشاہی ملگئی۔

بخلاف انکے مختار رحمۃ اللہ علیہ کی نیت میں خلوص تھا اور جب تک وہ اپنے ان امور میں
کوشاں رہا برابر کامیاب ہوتا گیا۔ اب اگر ابن زبیر کی نیت میں بھی خلوص ہوتا اور اہلبیت
علیہم السلام کی خدمت میں ارادت اور عقیدت کا شرف انکو بھی حاصل ہوتا تو یہ
یا انکے عمال کوفہ میں انتقام لینے والے گروہ سے متفق ہو کر سلیمان ابن صرد خزاعی
کا ساتھ دیتے۔ یا کم سے کم اپنی فوج کو اُن لوگوں کی اعانت میں روانہ کرتے۔ انکے
عمال۔ زید ابن عبد اللہ اور ابراہیم ابن محمد کا سلیمان ابن صرد خزاعی سے یہ وعدہ کرنا
[illegible]
[illegible] ایک بار [illegible]

اب ہمکو اسی بحث میں یہ بھی دریافت کرلینا ضروری ہے کہ آخر عمال ان ابن زبیر کی ان دغابازیوں سے کیا مراد تھی۔ وہ یہ تھی کہ سلیمان ہمارے ساتھ ہو جائیں تو ہم انہیں کی موجودہ جمعیت سے اہل شام کا مقابلہ کریں۔ ہمارا نہ کچھ خرچ ہو نہ بگڑے۔ انہیں کی جانوں کی قربانیاں چڑھاکر ہماری مرادیں نکلیں۔ اور پھر اپنا کام نکالنے کے بعد امارت کوفہ تو ہماری جیسی آج ہے ویسی ہی کل۔ خیریت تھی کہ سلیمان ابن صرد خزاعی ان لوگوں کی چالوں کو سمجھ گئے اور وہ اسی وقت ان کی موافقت اور مداخلت سے قطعی انکار کر بیٹھے۔ ورنہ آج ان کے خلوص پر بھی خود غرضی کا دھبہ آہی جاتا۔

ہمارے ناظرین اب تو ابن زبیر کے اصلی مقاصد کو سمجھ گئے اور اگر اب بھی ابن زبیر کی مفسدانہ چالوں کی نسبت اُن کو یقین کامل نہیں تو وہ تو وہ جناب محمد ابن حنفیہ رضی اللہ عنہ کے واقعات پر غور فرماکر اپنی تشفی اور تسکین خاطر کرلیں۔ اگر ابن زبیر کو جھوٹوں سچوں بھی۔ خاندان اہلبیت علیہم السلام کے ساتھ کسی قسم کی مروت، رعایت یا خلوص و محبت کا خیال ہوتا تو وہ کبھی ایسے ظالمانہ اور جابرانہ مسالک حضرت محمد حنفیہ رض کے ساتھ قائم رکھنے کے کبھی روادار نہ ہوتے اور حرم محترم کے ایسے مقدس اور متبرک مقام میں جہاں ایک کافر عینی تک کے ستائے جانے اور آزار پہنچانے کا حکم نہیں ہے اُن کو قید نہ کرتے۔ اور قید بھی کرتے تو آگ اور لکڑی جمع کرکے اُنکے جلاد دینے کے سامان مہیا کرکے اُس خانۂ ابراہیمی کو معاذاللہ آتشکدۂ نمرودی کا نمونہ نہ بناتے۔

یہ کیسی بدعتیں تھیں اور کیسی شقاوتیں۔ مگر افسوس ہے اُن نادان عالموں پر جو آج اپنی اعلمیت کا سارے جہان میں دعوے کرتے پھرتے ہیں اور ذرا ذرا سی باتوں کو بدعتیں بتلاکر زمانہ کو اُ[illegible] کا سبق دیتے پھرتے ہیں۔ وہ آنکھیں کھولکر اپنے اسلاف کی ان بد[illegible] کو [illegible]ت کی آنکھوں سے دیکھیں۔ غور کریں۔ سوچیں اور خفت اور پشیمانی کے گریبانوں میں اپنی گردنیں ڈالیں۔ اور دل ہی د[illegible] میں شرمائیں کہ آج جن [illegible] گیریوں پر ہم مرے مٹتے ہیں۔ جان دئے دیتے ہیں [illegible] کہیں [illegible] پڑھ پڑھ کر [illegible] صاف [illegible] اور کھلی کھلی [illegible] اُن بزرگ[illegible] [illegible] ہوئی ہیں

جن کو تم دنیا و آخرت میں پیشوا۔ رہبر۔ امام اور مقتدا سمجھتے ہو اور پھر انکی یہ بدعات اور حرکات لغویات زبانی اور یاروں کی من گھڑت نہیں ہے۔ بلکہ یہ وہ واقعات ہیں جو تمہاری ہی معتبر کتابوں میں آج تک محفوظ ہیں۔ اسی بنا پر فی زمانہ جو بدعات صغیرہ کا مرتکب یا ان اولیات میں منہمک پایا جاتا ہے اُسکو بدعتی سمجھنا غلطی ہے وہ تو بنا بر اصول تقلید اہل حل و عقد۔ یا وہ ایک سچا اور خالص مقلد ہے۔ یا بنا بر حکم خطائے اجتہادی مجتہد ہے۔ اگر وہ اپنے کسی فتوے میں مخطی بھی ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔ مثاب ہوگا۔

اب تو ہم کو کامل یقین ہے کہ ہماری کتاب کے ناظرین عبداللہ ابن زبیر کے منشائے دلی سے بخوبی واقف ہو گئے ہونگے۔ اس لئے ہم کو اب اس سے زیادہ بحث کرنے کی کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ اب ہم اپنے موجودہ سلسلۂ بیان کو امیر مختار علیہ الرحمہ کے محاسن خدمات کے متعلق بڑھاتے ہیں حقیقت تو یوں ہے کہ مختار نے جو جو ارادے دل میں کئے تھے یا جو جو عہد بے قبر مطہر جناب امام حسین علیہ السلام پر کئے تھے وہ ایک ایک کرکے پورے کر دیئے۔ اور اہلبیت علیہم السلام کے حقوق جو انکے ذمے تھے سب ادا کر دئے۔ ان کے محاسن خدمات ہر پہلو سے اس مصرعہ کے پورے پورے مصداق ٹھہرے ع ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔ ان کی کارروائیوں سے ہمت مرداں مدد خدا کی پوری تصریح ہوتی ہے۔ مگر دنیا اور اہل دنیا نے کسی کو ٹھنڈی آنکھوں سے نہ دیکھا۔ مختار علیہ الرحمہ کے خلوص کو بھی انہوں نے بیداغ نہ چھوڑا۔ اور انپر بھی آخر الزام لگا ہی چھوڑا۔ اکثر لوگوں کا یہ خیال ہے کہ انہوں نے جو کچھ کیا وہ صرف حصول سلطنت کا ذریعہ تھا۔ اچھا یونہی سہی۔ مگر اتنا تو ضرور ہے کہ تائید ربانی اور تفضلات یزدانی انکی کوششوں کے شامل حال تھی۔ اور مشیت ایزدی سے یہ معاملات اصل طور پر انہیں کی ذات سے

جو ان معاملات پر کافی طور سے روشنی ڈالتا ہے۔ وہوہذا۔
صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ شعبی علیہ الرحمہ روایت می کند کہ روزے در مجلس مختار ناصر اہلبیت علیہم السلام نشستہ بودم ناگاہ شخصے بہ ہیئت مسافران آمد و گفت السلام علیک یا ولی اللہ۔ انگاہ مکتوبے سربمہر در آوردہ بدست مختار سپرد و معروض گردانید کہ ایں امانتے است کہ امیر المؤمنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام بمن سپرد فرمودہ کہ بمختار رح برساں۔ مختار گفت تورا القسم بخدائیکہ جز او خدائے نیست انچہ کہ گفتی مطابق واقع و راست است آن شخصے بر صدق قول خود سوگند خورد و مختار مہر آں کاغذ برداشت۔ در انجا نوشتہ بود بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ السلام علیک۔ اما بعد۔ بداں اے مختار کہ پس از سی سال کہ در بادیہ غوایت و ضلالت سیر کردہ باشی خدائے تعالے محبت ما و اہلبیت ما را در دل تو خواہد افگند و تو خون ما را از اہل بغی و طغیان و ارباب تمرد و عصیان طلب خواہی داشت باید کہ خاطر خود جمع داری و بہ ہیچگونہ پریشانی بضمیر خود راہ ندہی۔ روضۃ الصفا جلد سوم مطبوعہ بمبئی ص۹۱۔
امام شعبی جس پایہ اور مایہ کے آدمی تھے وہ سواد اعظم کے ہر فرد واحد پر روشن ہے۔ پھر وہ مختار کی اس پیشین گوئی کو اپنی چشم دید اور اپنی خاص زبانی بیان کرتے ہیں۔ وہ کون ہے جو انکے اسناد پر اعتبار نہ کریگا۔ اور مختار کے امور کو تائید ربانی پر مشتمل نہ سمجھیگا۔ اب رہا یہ اعتراض کہ امر انتقام انکے حصول امارت و دولت کا ایک ذریعہ تھا۔ قرین قیاس نہیں معلوم ہوتا۔ اس وجہ سے کہ حکومت و امارت کے پا جانے پر بھی انکے خلوص و اعتقاد میں فرق نہ آیا۔ اور جن بزرگوں کی حمایت و استمداد میں انہوں نے [illegible] بنہ ایک کر دیا تھا اسکی عظمت و جلالت ان کی آنکھوں میں اب [illegible] کی ویسی ہی بنی رہی اور اس میں ذرا بھی خلل نہیں آیا۔ جیسا [illegible] رضی اللہ عنہ کے واقعات سے ابھی ابھی ظاہر ہوا۔ انکی استمداد و اعانت کے وقت میں مختار کامل طور سے اپنی حکومت و ریاست کا سکہ بٹھلا چکے تھے۔ اگر ہوئے امارت یا نشۂ سلطنت [illegible] [illegible] اثر پذیر ہو گیا ہوتا تو [illegible] اور لوگوں کی طرح [illegible] کام تو انکا [illegible] چکا تھا [illegible] کوفہ [illegible] رہتے۔ اور ایک [illegible]

اور اپنی جگہ سے نہ ہٹلتے۔ جناب محمد حنفیہ کا خط پاتے ہی انکی ایکبارگی آمادگی اور تیاری
صاف صاف طور سے بتلا رہی ہے کہ اس وقت تک اپنے خلوص و عقیدت کے
معاہدہ پر پورے طور سے قائم ہیں۔

بخلاف اُن کے اور لوگوں نے بھی اگرچہ انہیں کی روش کو اپنا شعار بنایا اور محبت
اہلبیت کی اڑ پکڑ کر حصول سلطنت کے ڈورے ڈالے اور وہ کسی قدر کامیاب
بھی ہوئے۔ مگر کامیابی کے بعد جب اُن میں پوری قوت آگئی تو وہ اپنے معاہدہ
کو بھول گئے۔ اور اُلٹے اہلبیت علیہم السلام پر ہاتھ صاف کرنے لگے۔ عبداللہ
ابن زبیر اور حضرت محمد حنفیہ رض کے حالات ابھی ابھی لکھے جا چکے ہیں۔ ابن زبیر
کے حالات سے درگذر کرو۔ بنی عباسیوں کے عروج اور سلطنت پانے کے حالات
پڑھے جائیں تو معلوم ہوگا کہ انکی کامیابی اور حصول سلطنت کا ذریعہ بھی یہی محبت
اہلبیت علیہم السلام تھی۔ اور انہیں کے انتقام کا سبز باغ دکھلا کر بلاد اسلامیہ کی
تمام رعایا کو اپنا مطیع و منقاد بنایا گیا اور اُنکو سلطنت بنی امیہ کے خلاف میں اٹھایا
گیا۔ یہاں تک کہ مروان حمار کو شکست پہنچا کر ملک اپنا کر لیا۔ مگر نتیجہ کیا ہوا وہ یہ
کہ تخت سلطنت پر قدم دھرتے ہی اہلبیت کرام کے استیصال کی فکریں ہونے
لگیں۔ اور پھر تو ظلم و تعدی کے ایسے ایسے ہاتھ صاف کئے گئے کہ خاندان اہلبیت
کو جزیرہ نمائے عرب میں رہنا دشوار ہوگیا۔ ہزاروں کیا لاکھوں سادات کی جانیں
جن بیرحمیوں سے ضائع کی گئیں وہ تمام تاریخوں میں درج ہیں اور ہزاروں خانماں برباد
ہو کر غیر ملکوں میں چلے گئے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اب دنیا کی انصاف پسند طبیعتیں دیکھ لیں کہ مختار اور ان لوگوں کے معاملات میں
خلوص اور محبت کا نام کس طرف لیا جا سکتا ہے۔ اس میں بھی شک نہیں کہ دونوں

علیہم اجمعین اور تمامی علمائے معتبرین اُن کو آج تک گرا نبہا اور وقیع الفاظ سے یاد نہ فرماتے اور اُن کے محاسن خدمات کی نسبت اپنی طرف سے شکریہ کا اظہار نہ فرماتے۔

چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ مختارؒ کو بُرا نہ کہو۔ کیونکہ اُسنے ہمارے قاتلوں کو قتل کیا۔ ہمارے خون ناحق کا عوض لیا۔ ہماری بیواؤں کا عقد کرایا اور تنگدستی کے وقت ہمیں مالی امداد پہنچائی اور ایک دوسری روایت میں یوں وارد ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں کچھ لوگ حاضر ہوئے اُن میں عبداللہ شریک بھی تھے۔ عبداللہ کا بیان ہے کہ میں حضرت کے پاس بیٹھ گیا۔ اتنے میں ایک بوڑھا آدمی کوفہ کا رہنے والا آیا اور چاہا کہ حضرت کے ہاتھوں کا بوسہ لے۔ مگر آپنے روکا۔ پھر اُس سے دریافت کیا کہ تمہارا کیا نام ہے۔ اُس نے ابوالحکم ابن مختار ابن ابوعبیدہ ثقفی اپنا نام بتایا۔ اُس وقت اگرچہ ابوالحکم دور بیٹھے تھے مگر یہ سنتے ہی حضرت نے انکا ہاتھ پکڑ کے اپنے قریب بٹھا لیا حالانکہ پہلے ہاتھ چومنے سے روکا تھا۔ ابوالحکم نے عرض کی کہ لوگ میرے باپ کی نسبت بہت کچھ باتیں کہتے ہیں۔ مگر ٹھیک بات وہی ہے جو آپ فرماویں۔ آپ نے دریافت کیا کیا کہتے ہیں۔ ابوالحکم نے عرض کی لوگ تو انہیں جھوٹا کہتے ہیں لیکن آپ جو فرمائیں میں اُسے قبول کروں۔ آپ نے فرمایا کہ میری والدہ (امام زین العابدین علیہ السلام) نے مجھے خبر دی ہو کہ میری والدہ کا مہر اُسی مال سے ادا کیا گیا ہے جو مختار نے آپ کے پاس بھیجا تھا اور کیا مختار نے ہمارے مکانات نہیں بنوا دیے اور کیا ہمارے قاتلوں کو نہیں قتل کیا۔ اور ہمارے خون کا عوض نہیں لیا۔ خدا تمہارے باپ پر [illegible] کرے۔ خدا تمہارے باپ پر رحم کرے۔ خدا تمہارے باپ پر رحم کرے۔ خدا [illegible] ے باپ پر رحم کرے۔ اُس نے ہمارا کوئی حق کسی کے پاس نہیں چھوڑا مگر یہ کہ اُس سے لے لیا۔

اسی طرح عمر ابن علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ مختار علیہ الرحمہ [illegible] ت علی ابن الحسین [illegible] السلام کی خدمت میں [illegible] [illegible] پاس بھیجی تھ [illegible] وہ اشرفیاں قو [illegible] اور عقیل ابن ابو [illegible] ہمیر کی

صاحب جلاء العیون رحمۃ اللہ علیہ نے اتنا اضافہ اور فرمایا ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ خدا مختار پر اپنی رحمت نازل کرے۔ بخدا سوگند میرے پدر بزرگوار نے مجھے خبر دی ہے کہ مختار خدمت میں فاطمہ دختر امیرالمومنین علیہ السلام کی حاضر ہوتے تھے۔ اور لباس اُنکے لئے نذر کرتے تھے اور حدیث اُن سے اخذ کرتے تھے۔

زید ابن علی ابن الحسین علیہم السلام کی ماں (حوریہ) بھی مختار علیہ الرحمہ کی بھیجی ہوئی تھیں یہ مختار نے انکو چھ سو اشرفیوں پر خریدا تھا۔ اور چھ سو اشرفیوں کے ہمراہ امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا دیا تھا۔ شہید اسلام ص ۱۸۳۔

صاحب جلاء العیون کا بیان ہے کہ ایک روز امام زین العابدین علیہ السلام مختار کے خروج کرنے کا حال اپنے اصحاب سے ذکر فرما رہے تھے۔ بعض اصحاب نے ذکر کیا کہ آپ ہمکو خبر نہیں دیتے کہ انکا خروج کب ہوگا؟ فرمایا دوسرے سال اور عبید اللہ ابن زیاد لعین اور شمر ذی الجوشن شقی کے سر ہائے نجس کاٹ کے وہ ہمارے پاس اُس وقت بھیجے گا جب ہم چاشت تناول کرتے ہونگے۔ پس جب وہ دن آیا اور مختار نے خروج کیا تو اصحاب آنحضرت علیہ السلام کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے حضرت نے طعام منگایا اور فرمایا کہ کھانا نوش فرماؤ کہ آج ستمگاران بنی امیہ قتل ہوتے ہیں۔ اصحاب نے کہا اے آقا کہاں وہ لوگ قتل کئے جاوینگے۔ حضرتؑ نے فرمایا فلاں موضع میں مختار اُن اشرار کو قتل کر رہے ہیں۔ اور بہت جلد اُن ظالموں میں سے دو ستمگاروں کے سر میرے پاس فلاں روز لائینگے۔ جب وہ دن آیا جس دن کی خبر حضرت نے دی تھی اور جب حضرت تعقیب نماز سے فارغ ہوئے تو اصحاب آنحضرتؑ خدمت باسعادت میں حاضر ہوئے اور حضرت نے اُن اصحاب سے

کہ مشغول نظارہ ہائے اعدا تھے جلوا لانا خادم بھول گئے۔ ایک نے اصحاب حضرت میں سے عرض کی کہ یابن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم آج جلوا نہیں آیا حضرت نے فرمایا ان سر ہائے نجس کی طرف دیکھکر مسرور ہونے سے زیادہ تر آج کون حلوا ہے۔ انہیں احوال پر اعتبار کرکے جناب ابن نما نور اللہ مرقدہ نے اپنے اُس رسالہ میں جو خاص مختار علیہ الرحمہ والرضوان کے حالات اور محاسن خدمات کی تفصیل میں لکھا ہے نہایت واضح اور مدلل رائے انکی نسبت تحریر فرمائی ہے جس کو ہم کتاب شہید اسلام کی عبارت سے ذیل میں قلمبند کرتے ہیں۔

اکثر لوگوں کو امیر مختار علیہ الرحمہ کی نسبت بہت کچھ لامعلومیت اور غفلت ہے جو اُن کو ہوشیار ہونے نہیں دیتی۔ اور اگر وہ اقوال ائمہ علیہم السلام پر نظر کرتے جو امیر مختار رح کی مدح میں وارد ہوئے ہیں تو اُنکو معلوم ہوجاتا کہ وہ اُن سابقین مجاہدین میں داخل ہیں جن کی مدح خداوند کریم نے اپنی کتاب روشن میں کی ہے۔ اور جناب امام زین العابدین علیہ السلام کا مختار کے لئے دعا کرنا بہت واضح اور روشن دلیل ہے کہ وہ حضرت کی رائے میں مصطفین اخیار میں سے تھے۔ اور اگر مختار علیہ الرحمہ غیر طریقہ مشکورۂ امامیہ اثنا عشریہ پر ہوتے اور جانتے کہ وہ اپنے اعتقاد میں حضرت کے مخالف ہیں تو کبھی اُن کے لئے ایسی دعا نہ کرتے کہ جو قبول نہو سکے (یعنی مغفرت کی دعا) اور ایسی بات نہ کہتے جو پسندیدہ نہو اور اُسوقت حضرت کی دعا عبث ہوتی۔ حالانکہ امام کی ذات اس سے بری ہے کہ کوئی بے فائدہ بات کہے۔ ہم نے اس رسالہ میں قول ائمہ علیہم السلام اور مکرر مختار کی مدح فرمانے کو جو درج کیا ہے وہ صاحبان بصیرت کے لئے کافی ہے۔ بات یہ ہے کہ فقط اُن کے دشمنوں نے کچھ جھوٹ بیان کئے ہیں تاکہ شیعوں کے دلوں سے اُنکی محبت کو دور کردیں جیساکہ امیر المؤمنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی نسبت ان لوگوں نے کچھ برائیاں بیان کی ہیں۔ جن کی وجہ سے اکثر لوگ حضرت کی بیعت اور اطاعت [illegible] پھر گئے۔ لیکن جو لوگ آپ کے دوست تھے اُنکے خیالات کو ان اوہام نے خراب نہیں کیا۔ اور نہ ان خراب کی باتوں نے اُنہ [illegible] امر کو مشتبہ کیا۔ مگر حضرت کا فضل مکنون اور علم مصئون ظاہر ہی ہوتا گیا۔ اسی [illegible] یہ الرحمہ کے قضیہ میں [illegible] گوں [illegible] یہی کار روا [illegible] لگ ا [illegible] پائیں۔

اور انکو برا سمجھیں۔
اتنا لکھکر شہید اسلام کے ذیقدر اور معتبر مولف مدظلہ اپنی مختصر مگر بہت گران بہا رائے
یوں تحریر فرماتے ہیں کہ خلاصہ یہ کہ مختار علیہ الرحمہ ان لوگوں میں نہیں تھے جن کو
برا کہا جا سکے۔ بلکہ بہت بڑی مدح کے مستحق ہیں۔ کیونکہ اُن کے ہاتھ سے بہت کچھ
حمایت دین اسلام کی اور نصرت امام شہید علیہ السلام کی ہوئی جو اُنکو بہر طور قابل
تعریف ثابت کرتی ہے۔ شہید اسلام صفحہ ۴۲۶۔
جلد عاشر بحار الانوار میں ملا مجلسی علیہ الرحمہ نے مختار رضی اللہ عنہ کے حالات لکھکر اپنے
اُستاد جناب ابن نما نور اللہ ضریحہ کا یہ پورا رسالہ ترجمہ کرکے نقل فرمایا ہے اور شہید اسلام
کے مقدس مولف کی طرح اپنے اُستاد اُعلے اللہ مقامہ کی رائے نقل فرما کر اپنا مختار
بھی وہی اختیار کیا ہے جو اُن کے اُستاد مرحوم نور اللہ مرقدہ نے قائم فرمایا ہے غرضکہ
علمائے اہلبیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مقدس گروہ میں کسی بزرگ نے مختار کی
نسبت سوائے حسن ظن کے اور کسی وہم وگمان سے کام نہیں لیا ہے۔ اور سوائے مدح
کے کسی قسم کی شکایت یا رد وقدح نہیں کی ہے۔ علمائے اہلسنت کے سواد اعظم میں وہ
بزرگوار جو محبت بنی امیہ کے دلدادہ اور والہ وشیدا نہیں ہیں مختار کو محبت اور عقیدت
کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ جیساکہ علامہ سبط ابن جوزی وغیرہ کی تالیفات سے مستفاد
ہوتا ہے۔ اور امام شعبی نے تو انکو ناصر اہلبیت علیہم السلام کا معزز اور مخصوص لقب عنایت
کیا ہے۔ جیساکہ روضۃ الصفا کی عبارت سے اوپر نقل ہو چکا ہے۔ امام الحرمین ابو اسحٰق
اسفرائنی نے اپنی کتاب میں بھی انکو بہت اچھے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ تاریخوں میں
اعثم کوفی اور روضۃ الصفا وغیرہ کے معتبر اور مستند مولفین نے بھی انکے محاسن اور مدحت

کوئی زندہ تعلق نہیں ہے اس لئے ہم اُنکو کسی تفصیل اور تصریح سے بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں دیکھتے۔ بلکہ اجمالی طور پر بیان کئے دیتے ہیں۔

مختار علیہ الرحمہ کے آخر حالات

کسی کی ایک طرح سے بسر ہوئی نہ انیسؔ	عروج ماہ بھی دیکھا تو دو پہر دیکھا

بمصداق لِکُلِّ قَوْمٍ یَوْمٌ۔ دو ہی برسوں کے بعد مختار کے عروج واقتدار میں بھی تنزل اور ادبار کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہی اہل کوفہ جو اس وقت تک تمام معرکوں میں ان کے مطیع ومنقاد بنکر اپنی جانیں فدا کر چکے تھے محمد ابن اشعث اور مہلب کی سازش میں انکے دشمن ہو گئے اور عبداللہ ابن زبیر کے طرفدار بنگئے۔ ان پر لشکر چڑھ آئے۔ مختار نے اگرچہ انکے مقابلہ میں بہت بڑی کوششوں سے کام لیا اور پوری دلیری وشجاعت صرف کردی مگر ان کے موجودہ سردار لشکر شمیط کے یکایک قتل ہوجانے سے انکی تیس ہزار فوج کے یک بیک پاؤں اُکھڑ گئے اور پھر ان کے سنبھالے وہ فوج نہ سنبھلی اور نہ انکے بنائے بنی۔ مجبور ہو کر دارالامارہ میں چھپ رہے اور دروازے بند کرلئے۔ غنیم چالیس روز تک دارالامارہ کا محاصرہ کئے ہوئے پڑا رہا۔ مختار کے پاس اس وقت تین سو آدمی سے زیادہ نہیں تھے۔ مختار کی غیرت شجاعت نے اس ضیق النفسی میں بسر کرنے سے مردانہ وار لڑ بھڑ کر مر جانے کو کہیں بہتر سمجھا اور ایک دن اپنی موجودہ جمعیت سے نکل کر مقابل ہوا۔ بڑی سخت خونریزی ہوئی۔ آخر اسی جنگ میں مختار علیہ الرحمہ درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ واسعتا۔

مصعب ابن زبیر نے انکا سر کٹوا کر عبداللہ ابن عبدالرحمٰن کی معرفت اپنے بھائی عبداللہ ابن زبیر کے ... دالرحمٰن کا بیان ہے کہ میں انعام واکرام کی مسلسل امیدوں ... ں خدمت میں حاضر ہوا اور اُسکو فتحنامہ دیا۔ اُس نے لے لیا! ... ے تو انہوں نے کہا کہ یہ مختار کا سر ہے۔ پوچھا کہ سر کو کیوں لائے۔ میں نے کہا انعام کی غرض سے۔ جواب ملا کہ انعام میں تم کو یہی سر دیا جاتا ہے۔ میں یہ سر لیکر کیا کرونگا۔ عبدالرحمٰن سر کے انعام میں ... سا منہہ لیکر کوفہ ... ئے۔

چونکہ آئندہ واقعات کو ہمارے مدعائے تالیفی سے چنداں تعلق نہیں ہے اسلئے ہم اُن سے یک قلم قطع نظر کرتے ہیں اور صرف اپنے تاریخی سلسلہ کے قائم رکھنے کی غرض سے اتنا اور لکھے دیتے ہیں کہ مختار علیہ الرحمہ کی شہادت کے بعد ملک عراق پر مصعب ابن زبیر کا پورے طور سے قبضہ ہو گیا۔ اور وہ اپنے بھائی عبداللہ کی طرف سے وہاں حکومت کرنے لگا۔ عبدالملک ابن مروان کو نہر خازر پر ابراہیم ابن مالک اشتر کے ہاتھوں ایسی ہی شکست پہنچی تھی کہ پھر اُسکو اپنی ہزیمت خوردہ فوج کی تجمیع و ترتیب میں کامل دو برس کا عرصہ لگ گیا۔

عبداللہ ابن زبیر اور عبدالملک

ملک عراق کی تسخیر عبدالملک کے دل سے ہمیشہ لگی رہتی تھی۔ اُسنے مختار کے واقعہ کی خبر سنتے ہی ایک بہت بڑی فوج جرار ملک عراق کے بار دیگر فتح کرنیکے لیے روانہ کی اور اس لشکر گراں نے مصعب ابن زبیر کو شکست کامل پہنچائی۔ ملک عراق کو فتح کرکے یہ فوج ملک حجاز پر چڑھ دوڑی۔ مہم حجاز کی پگڑی حجاج ابن یوسف ثقفی کے سر بندھی تھی۔ یہ حجاج وہ شخص ہے جسکی ظلم و تعدی اور شقاوت و شرارت کے بیان میں دنیا کے کارنامے سیاہ ہو رہے ہیں۔ چونکہ عبداللہ ابن زبیر کے احوال ہم نے جستہ جستہ اس کتاب میں لکھے ہیں اس لئے انہیں ضرورت کے مطابق ہم اُن کے خاتمہ احوال کو بھی کسی قدر تفصیل سے ذیل میں مندرج کرتے ہیں۔

بہرحال حجاج اپنی فوج کے ساتھ حجاز میں پہنچ گیا۔ ابھی اسکی فوج طائف میں تھی کہ عبداللہ ابن زبیر کے لشکر میں انتشار و اضطرار کے آثار محسوس ہونے لگے۔ ابن زبیر نے کئی مرتبہ حجاج سے مقابلہ کیا مگر کسی میں اُسکو کامیابی نہیں ہوئی۔ حجاج اس فوج کثیر کے ساتھ مکہ میں داخل ہوا اور اس نے عہد کر لیا کہ تاوقتیکہ عبداللہ ابن زبیر کو قتل نہ کر لونگا نہ سر میں تیل ڈالونگا نہ سرمہ لگاؤنگا اور نہ جسم سے صلاح جنگ

تھے اس لئے عبداللہ ابن زبیر نے حجاج کے پاس کہلا بھیجا کہ ایام حج تک مقابلہ و مقاتلہ روکا جائے۔ جب حجاج اپنے گھروں کو واپس چالیں تو پھر طرفین سے مقابلہ کا آغاز ہو۔ خیریت تھی کہ حجاج نے اسکو قبول کرلیا اور تا ایام حج لڑائی موقوف رہی حج کے ایام تمام ہوجانیکے بعد جانبین سے اعلان جنگ ہوا۔ حجاج نے پھر ویسی ہی منجنیقیں لگائیں۔ اور بڑے زور وشور سے ابن زبیر کی جمعیت پر حملۂ گراں کرنے شروع کئے سنگباری کی پہلی ہی باڑھ میں بڑے زوروں سے آندھی آئی اور چاروں طرف ظلمت چھاگئی۔ اہل شام ان قدرتی آثار کو دیکھکر بہت ڈرے مگر حجاج نے یہ کہکر انکو سمجھادیا کہ ملک حجاز کی آب وہوا میں یہ تاثیر ہی ہے۔ میں نے بچپن سے اسی ملک میں نشوونما پائی ہے میں یہاں کے آب وہوا اور اس کے آثار وعلامات سے خوب واقف ہوں۔ اسکے بعد زوروں سے بجلیاں چمکنے لگیں۔ حجاج نے اہل شام کو پھر یہی کہکر سمجھادیا۔ اتفاق سے بجلی چمکتے چمکتے ایک بار آخر گرہی پڑی اور ابن زبیر کے سات آدمی جل کر راکھ ہوگئے۔ حجاج کو پورا موقع ہاتھ لگ گیا۔ اُس نے اپنی فوج کو اب پورے طور سے سمجھادیا کہ ہم حق پر ہیں اور یہ ناحق پر۔ تب ہی تو قہر صاعقۂ کردگار ان پر نازل ہوا۔ اور وہ جل کر راہی خاک ہوگئے۔ اہل شام یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھکر اور قوی دل ہوگئے۔ اور بخلاف انکے ابن زبیر کے طرفدار بالکل سست اور بیدل ہوگئے۔ قیامت یہ ہوئی کہ مکہ میں قحط ہوگیا۔ بدامنی کی وجہ سے غلہ کی آمد قطعی بند ہوگئی۔ اُسپر ابن زبیر کی تنگدلی اور بخالت نے فوج کو بھوکوں مار ڈالا۔ اس وجہ سے تمام لوگ برخاستہ خاطر ہوکر حجاج سے مل گئے۔ سب سے بڑھکر یہ غضب ہوا کہ ابن زبیر کے دو بیٹے حمزہ اور حبیب بھی حجاج سے جاملے۔ ابن زبیر کی رہی سہی قوت ٹوٹ گئی۔ اور چاروں طرف سے مایوس ہوکر آخر کار وہ خانۂ کعبہ میں اس خیال سے آگئے کہ حرمت کعبہ کی وجہ سے جان تو بچیگی۔ جنہیں [illegible] مادر بن لینگے

عبداللہ ابن زبیر کا قتل

حجاج انکی حالتوں کو یہاں تک پہنچاکر ان کی طرف مطلق متوجہ نہوا۔ [illegible] نظم ونسق کی طرف [illegible] سے [illegible] وف ہوا جب [illegible] سے فارغ [illegible] نکلے ختم ہی کردے [illegible] کرنے لگا۔ آہستہ [illegible] متھیار

تمام امور کا خاتمہ ہو چکا۔ صرف ایک تمہاری جان باقی ہے۔ اُسکو حق ناحق کیوں معرض خطر میں ڈالتے ہو۔ عبد الملک کی بیعت کرلو۔ ابن زبیر نے دوسرے روز کے جواب پر ٹالا۔ جب قاصد چلا گیا تو یہ اپنی ماں کے پاس آئے جن کا نام اسماء اور لقب ذات النطاقین تھا۔ یہ بی بی ابو بکر کی بیٹی تھیں۔ اپنے زمانہ کی بہت بڑی عقیلہ اور سنجیدہ سمجھی جاتی تھیں۔ ابن زبیر نے اپنی ساری روئداد سنا کر ماں سے کہا کہ حقیقت تو یہ ہے کہ اس قوم بے وفا نے میرے ساتھ بھی وہی سلوک کئے جو جناب امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کئے تھے۔ مگر امام حسین علیہ السلام سے بھی میری بُری حالت ہوئی کیونکہ اُن کے فرزند و اقارب نے تو اُن کی رکاب میں اپنی جانیں فدا کردیں اور ہمارے بیٹے ہمیں سے ٹوٹ کر دشمن سے جا ملے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ اب حجاج بیعت عبد الملک کے لئے مجھے مجبور کرتا ہے۔ میں تم سے اس امر میں مشورہ لینے آیا ہوں۔ ماں نے جواب دیا کہ جس مخالف کے مقابلہ میں تم نے آج تک اس مستعدی اور سرگرمی سے کام لیا اب اُسی کے پاؤں پر گر کر صلح کرنا میری دانست میں کسی طرح مردانگی کے شایاں نہیں ہے۔ مرد کی شان تو یہی ہے کہ اس صلح کے عوض میں اپنی جان دیدی جاوے اور کچھ بھی نہیں۔

دلیر اور باغیرت ماں کے کہنے سے انکی رگ ہمت بھی تڑپ اُٹھی۔ ماں سے رخصت ہوئے اور اپنے چھوٹے بیٹے زبیر سے بھی مشورہ کیا۔ اُسنے بھی یہی صلاح دی۔ آخر مرتا کیا نہ کرتا۔ صبح کو نماز فجر کے بعد حجاج کے آدمیوں سے مزاحمت شروع ہوئی۔ مقابلہ ہوتے ہی انکے بیٹے زبیر مارے گئے۔ تو یہ بذات مخالف سے مقابل ہوئے۔ اور عرصہ تک لڑتے رہے آخر میں ایک مرد شامی نے ایک تیر انکی پیشانی پر ایسا مارا کہ پھر ان میں سنبھلنے کی قوت باقی نہیں رہی بلکہ بہی مرادیں سے

[illegible]

بعد تمام مسجد الحرام کو خوب پانی سے دھلوایا۔ یہ تھی عبداللہ ابن زبیر کی آخری سرگزشت
ان حالات کو پڑھکر ہر شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ حرمین شریفین سے خاصکر
قیام نے بھی ان کی جان نہ بچائی اور ان کو آخرکار وہ منحوس دن دیکھنا پڑا جو روز
ازل سے ان کے لئے مقدر ہو چکا تھا۔ اور جسکی خبر جناب مخبر صادق صلے اللہ
علیہ وآلہ وسلم پہلے ہی دے چکے تھے۔ بہرحال مصعب ابن زبیر کے مارے جانے
سے ملک عراق اور عبداللہ ابن زبیر کے قتل سے تمام حجاز عبدالملک کے قبضہ
میں آگیا اور اسی طرح وہ رفتہ رفتہ تمام بلاد اسلامی کا مستقل فرمانروا تسلیم کرلیا گیا۔

عبدالملک کے وقت میں شیعوں کے حالات

ابن زبیر کے حالات تمام کرکے ہماری تالیف کی موجودہ ضرورت ہمکو مجبور کرتی ہے کہ اسی
ضمن میں ہم اُن غریب شیعوں کے مختصر حالات۔ حجاج ظالم کے مظالم اور اُن غریبوں کے
مصائب بھی قلمبند کردیں جو عبدالملک کے زمانہ میں پیش آئے کیونکہ ہم اپنے موجودہ
سلسلہ کی ہر جلد میں ان واقعات کو پوری تفصیل کے ساتھ برابر لکھتے آئے ہیں۔
عبدالملک نے ابن زبیر کی شکست کے صلہ میں حجاج ابن یوسف کو تمام عراق
کا والی مقرر کیا۔ حجاج کو خاندان نبوت اور دودمان رسالت کے ساتھ جیسی کچھ
عداوت تھی وہ میرے بیان کی محتاج نہیں۔ تمام کتابوں میں عموماً درج ہے۔
اس نے کوفہ کے تخت امارت پر بیٹھتے ہی جو پہلا حکم دیا وہ یہی تھا کہ کوئی شخص
جناب امیرالمؤمنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے فتوے کے مطابق کسی امر
شرعی کا تصفیہ نہ کرے۔ چنانچہ مروج الذہب مسعودی میں اُسکے اس حکم کے متعلق
ذیل کا واقعہ تحریر ہے۔

ایک دن حجاج نے قاضی شریح کو بلاکر ایک مسئلہ پوچھا اور اُس سے کہا کہ اس مسئلہ
میں خلفائے راشدین کے علٰحدہ علٰحدہ حکم بیان کرو۔ قاضی شریح نے بیان کئے جب
تین خلفاء کی وہ رائیں بیان کرچکے جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام کا حکم بیان کرنے لگا
تو حجاج نے یہ کہکر اُسے منع کردیا کہ اس اہل حُجّین کی رائے نہ بیان کر۔ عثمان کے
حکم کے مطا... کرنیکا ... م دیا۔
بہرحال ثلاثہ ... سایہ یہ شروع ... ا ... ی تفضیل ...

ومتابعت تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ اظہار خوشامد کی غرض سے انہوں نے عبدالملک کو لکھا۔ جسے ہم روضۃ الصفا کی اصلی عبارت سے ذیل میں مندرج کرتے ہیں۔

حجاج مکتوبے بہ عبدالملک فرستادہ پیغام داد کہ قرآن می خواندم چوں باین آیہ شریفہ رسیدم کہ اولٰئک الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء خواستم کہ لفظ والخلفاء را برآں زیاد کنم۔ عبدالملک گفت قاتلہ اللہ۔

ان کے خلوص وعقیدت کے پاؤں یہاں تک پھیل گئے تھے کہ بنی امیہ کی خوشامد اور اظہار متابعت میں تحریف قرآن کے معاصی کا بھی کوئی خیال نہیں ہوتا تھا۔ حجاج کی یہ کوئی خاص ایجاد نہیں تھی بلکہ موجودہ فرمانروا صاحب کی تو یہ خاندانی بدعت تھی۔ اور سب سے پہلے موجودہ خلیفہ صاحب کے پدر بزرگوار نے آل عمران کو آل مروان بنانا چاہا تھا۔ حجاج اپنی اس تجویز میں مروان کے اجتہاد کا مقلد تھا۔

یہ تو تحریف فی القرآن کا مسئلہ تھا۔ اب کلام مجید پر اصلاح کا واقعہ بھی ملاحظہ ہو۔ صاحب روضۃ الصفا کا بیان ہے کہ حجاج نے ایک دن منبر پر اس آیۂ قرآنی کو جو دعائے جناب سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ السلام پر مشتمل ہے یوں پڑھا ربّ ھب لی ملکا لاینبغی لاحد من بعد انّہ کان محسودًا۔ انّہ کان محسودًا اپنی طرف سے بڑھا کر معاذ اللہ جناب سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ السلام کو حسد کے عیب سے تعبیر کیا۔ اور واقعی وہ اپنے اس اجتہاد کے باعث کافر ہو گیا۔

بہرحال اسکے ایمان واسلام کی تو یہ کیفیت ہوئی۔ اب اگر اسکے مظالم وشدائد کو جو اُسنے عموماً تمام اہل اسلام اور خصوصاً شیعیان علی علیہ السلام کی جانوں پر ڈھائے۔ بیان کریں تو ہمکو ایک علیحدہ دفتر کی ترتیب [illegible] شدائد عائے تالیفی سے بہت دور ہٹ آنا ہو گا۔ اس لئے ہم نہایت ا[illegible] نقل [illegible]

کہا میری ماں میرے نام کو تجھ سے بہتر جانتی تھی اور اُس نے سعید ابن جبیر میرا نام
لکھا ہے۔ حجاج نے پوچھا کہ خلیفہ اوّل وثانی کے حق میں تیرا کیا اعتقاد ہے تو اُن کو
بہشت میں جانتا ہے یا دوزخ میں۔ سعید نے کہا کہ اگر میں داخل بہشت ہوں اور
اہل بہشت کو دیکھوں تو اُس وقت پہچان لونگا کہ کون کون بہشت میں ہے۔ حجاج نے
پوچھا کہ اور خلفاء کی نسبت تم کیا کہتے ہو۔ سعید نے کہا کہ میں اُنکا وکیل نہیں ہوں۔
حجاج نے کہا کہ ان میں سے تو کس کو زیادہ دوست رکھتا ہے۔ اُسنے کہا کہ اُن میں سے
جو میرے پروردگار کے نزدیک زیادہ تر پسندیدہ اور محبوب ہے۔ حجاج نے کہا
ان میں سے تیرے پروردگار کے نزدیک کون زیادہ پسندیدہ اور محبوب ہے۔
سعید نے کہا اسکا علم اُسکو ہو سکتا ہے جس کو اُن کے ظاہر و باطن کا حال معلوم ہو۔
حجاج نے کہا مگر تو کسی طرح نہیں چاہتا کہ سچ سچ حال ہم سے بیان کرے۔ سعید نے
کہا کہ میں تجھ سے کوئی بات جھوٹ کہنا نہیں چاہتا۔ یہ سنکر حجاج نے سعید کے قتل
کا حکم دیا اور حکم پاتے ہی اُنکا سر قلم کر دیا گیا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔
اسی طرح ابوالطفیل عامر ابن واثلہ جو آخر صحابہ شمار ہوتے تھے۔ اُنکی ذلت و خواری
میں بھی کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔ مگر خیریت ہوئی کہ اُنکی جان بچ گئی۔
انس ابن مالک کی بھی بڑی فضیحت کی گئی۔ مگر عبد الملک کے حکمنامہ وقت پر پہنچ گیا تو
جان بچی۔
دو آدمی شیعیان علی علیہ السلام سے حاضر کئے گئے اُن میں سے ایک کو بلایا اور کہا کہ
معاذ اللہ سب حضرت علی علیہ السلام کر۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ اُنہوں نے میرا کیا
بُرا کیا ہے جو میں اُنکو بُرا کہوں۔ حجاج نے کہا خدا مجھے قتل کرے اگر میں تمہارے
قتل کا حکم نہ دوں۔ اب تمہیں بتلاؤ کہ میں تمہیں کس طرح قتل کروں۔ تیرے ہاتھ
کاٹوں یا پاؤں۔ اُس نے [illegible]ب دیا جو کچھ میرے ساتھ اس دار دنیا میں تو کریگا میں
اُسی طرح [illegible] اُسکا [illegible] لونگا۔ پس جو کچھ تجھے سہل گزرے وہ تو مجھ سے کرگذر۔
حجاج نے کہا تو زبان دراز ہے اور میں گمان کرتا ہوں کہ تو اُسے نہیں پہچانتا ہے جسنے
تجھے پیدا کیا ہے یعنی [illegible]دا کو نہیں پہچانتا ہے تو کافر ہے۔ ا[illegible] ان کر کہ تیرا
پرورد[illegible] ہے [illegible] نے جواب د[illegible] را[illegible] نہ ظالموں [illegible]

ہے اور وہ اُن سے انتقام لیگا۔ پس اُسنے حکم دیا کہ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر دار پر کھینچ دیا جاوے۔ فوراً حکم کی تعمیل کی گئی۔ بعد ازاں دوسرے مرد شیعہ کو لائے حجاج نے کہا کہ تو کیا کہتا ہے۔ اُسنے کہا کہ میں بھی اپنے رفیق کی رائے پر ہوں۔ پس اُسکو بھی قتل کرکے دار پر کھینچا۔ رحمۃ اللہ علیہما۔

حضرت قنبر رضی اللہ عنہ کا قتل

ظالم حجاج نے ایک دن اپنی صحبت میں پوچھا کہ اب تو شیعیان علی علیہ السلام سے کوئی شخص ایسا نہ بچا ہوگا جسکو میں نے نہ قتل کیا ہو۔ حاضرین صحبت نے کہا ہاں ہے تو ایسا ہی۔ مگر اُن میں سے ایک بدبخت نے کہا کہ ابھی قنبر جو امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے آزاد کردہ غلام ہیں وہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ فلاں قریہ میں مقیم ہیں۔ حجاج تو ہمیشہ ان بزرگواروں کی تاک میں لگا رہتا تھا۔ نام سنتے ہی گرفتاری کا حکم دیا۔ اُسکے سپاہی گئے اور گرفتار کرلائے۔ قنبر رضی اللہ عنہ کی کہولیت کا وہ زمانہ تھا۔ سارے اعضا جواب دے چکے تھے۔ یہاں تک کہ ابرو اور بھوؤں کے بال بھی بالکلیہ سفید ہوگئے تھے۔ اور لٹک لٹک کر آنکھوں پر جھک پڑے تھے۔ جب یہ مقدس بزرگ اُس مردود ازلی کے پاس لائے گئے تو اُسنے پوچھا کہ تم علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی کیا خدمت کرتے تھے۔ قنبرؓ نے کہا کہ میں حضرتؑ کے لئے وضو کا پانی لاتا تھا۔ حجاج نے پوچھا کہ جب حضرتؑ وضو سے فارغ ہوتے تھے تو کیا کہتے تھے۔ قنبرؓ نے کہا کہ اس آیۂ وافی ہدایہ کی تلاوت فرماتے تھے۔ فلما نسوا ما ذکروا به فتحنا علیهم ابواب کل شئ حتی اذا فرحوا بما اوتوا اخذناهم بغتة فاذاهم مبلسون فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمد لله ...

قنبرؓ نے کہا مجھے سعادت شہادت اور تجھے شقاوت ابدی حاصل ہوگی۔ پس حجاج نے
اسے قتل کیا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

بعض علماء نے قنبر رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں اتنا اضافہ اور فرمایا ہے کہ سوال و
جواب کے بعد حجاج نے پوچھا کہ تمہیں جناب علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے بندے
ہو۔ قنبر نے جواب دیا کہ میں خدائے سبحانہ تعالےٰ کا بندہ ہوں اور امیر المومنین علیہ السلام
میرے ولی نعمت ہیں۔ حجاج نے کہا کہ تو اُنکے دین سے علیحدہ ہوجا۔ قنبرؓ نے کہا کہ
کوئی دین تو اُنکے دین سے مجھ کو اچھا بتلادے تو میں اُنکے دین سے بیزاری اختیار
کروں۔ حجاج نے کہا کہ میں تجھ کو ضرور قتل کرونگا جسطرح تجھ کو اپنا قتل منظور ہو بیان کر۔
قنبرؓ نے کہا میں نے اسکا اختیار تجھی کو دیا۔ حجاج نے کہا کیوں؟ قنبر نے کہا اس واسطے
کہ جس طرح تو مجھے قتل کریگا میں اسی طرح تجھ کو روز قیامت قتل کرونگا جس طرح قتل ہونا
تو اپنے لئے بہتر سمجھے میرے لئے اختیار کر۔ تحقیق کہ حضرت امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے مجھے خبر دی ہے کہ مثل گوسفند کے تیرا سر قلم کیا جائیگا۔ حجاج نے اُن کو اسی طرح قتل
کیا۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃً۔

یہ تھے ظالم حجاج کے تھوڑے سے مظالم جو صرف تمثیلاً لکھے گئے ورنہ اسکے ظلم و تعدی کی
تفصیل تو اس قدر طول وطویل ہے جس کے بیان کے لئے ایک جداگانہ دفتر کی ترتیب
کی ضرورت ہے۔ تمام مورخین کا اسپر اتفاق ہے کہ اس ظالم نے ایک لاکھ بیس ہزار
مسلمانوں کو قتل کیا اور پچاس ہزار مسلمان مرد و عورت کو مادام الحیات اپنے قید کر رکھا
جن میں تیس ہزار بدنصیب مرد تھے اور بیس ہزار قسمت جلی عورتیں اور یہ سب کے
سب وہی تھے جو بنی امیہ کی مخالفت یا اہلبیتؑ کی محبت کی وجہ سے قصوروار
سمجھے گئے تھے۔ چنانچہ ا[illegible] مقتولین کے شمار اور اُن کے ناحق قصوروں کا اقرار
خود حجاج نے ا[illegible] کیا ہے جس کو ہم روضۃ الصفا کی اصلی عبارت سے
ذیل میں مندرج کر[illegible]

روزے حجاج بر خالد [illegible] یزید ابن معویۃ بر گذشت۔ مردے کہ [illegible] را نمی شناخت
از خال[illegible] خالد گ[illegible] [illegible] ن مرد عمر عا[illegible] حجاج ابن
سخن ش[illegible] مدہ گفت [illegible] نا پسر مسلم [illegible]

ثقیف وصنادید قریشیم ومن آں کسم کہ صد ہزار کس را بجہت ایں معنی کہ یدیرت یزید را بشرب خمر و نفاق نسبت می کردند کشتہ ام۔ روضۃ الصفا جلد سوم مطبوعہ بمبئی ص ۱۲۸۔

اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حجاج نے صاف صاف لفظوں میں کھل کر کہدیا کہ میں نے لاکھ آدمیوں کو صرف اس وجہ سے مار ڈالا ہے کہ وہ یزید کو شرابخوار اور منافق جانتے تھے۔ اب ان سے بڑھکر بنی امیہ کا ہوا خواہ اور نمک حلال جاں نثار اور کون ہوگا۔ اور اس سے بڑھکر جاں نثاری اور بہی خواہی کیا ہوگی کہ سرے سے اُن تمام لوگوں کا استیصال کر ہی دیا گیا۔ اور وہ جماعت کی جماعت قتل ہی کر ڈالی گئی۔ جو اُن کے معائب اور مناقص کی قائل تھی۔ بہر حال وہ مصیبت زدے تو انکی مصائب و شدائد اُٹھا کر چلے گئے مگر اُنکی ایذا موذی کی گردن پر باقی رہگئی ؎

پند اشت ستمگر کہ ستم بر ما کرد　　بر گردن او بماند و بر ما بگذشت

حجاج بھی تھوڑے دنوں کے بعد مرگیا۔ اسلامی تاریخوں کا اسپر اتفاق ہے کہ سعید ابن جبیر رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے چالیس روز کے بعد یہ بھی فوت کر گیا۔ خذلہ الدنیا والآخرۃ۔

خلیفہ عمر ابن عبد العزیز کہا کرتے تھے کہ بروز قیامت ہر امت کا ظالم ترین شخص اُٹھایا جائیگا۔ اسی طرح سے امت محمدیہ میں سے جو ظالم ترین شخص اُٹھایا جائیگا وہ یہی حجاج ابن یوسف ہوگا۔ اور اسکے مظالم تمام ظالمین امت کے مظالم کو دبا دینگے۔ حجاج کی موت ۹۵ھ ہجری میں ہوئی۔ بیس برس تک اُسنے امارت کی۔ پندرہ برس عبدالملک

موجودہ تالیف میں بتلایا جا سکتا ہے۔
واپسی مدینہ کے حالات لکھ کر ہم اوپر اتنا لکھ آئے ہیں کہ جناب امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین کی سیرت کے مطابق ان تمام امور سے چشم پوشی اختیار کر کے گوشہ نشینی اختیار فرمائی اور چاروں طرف سے ابواب مخالفت و مجالست بند کر لئے۔ اور اُن میں اتنی احتیاط فرمائی کہ مخالفین و معاندین سے کیا موافقین اور متابعین تک سے ملنا چھوڑ دیا تھا۔ آپ کے اس زمانہ کی حالات کی نسبت جہاں تک تحقیق کی گئی ہے یہ معلوم ہوا ہے کہ آپ کے یہ اوقات بھی اس قدر محدود تھے کہ اصحاب مخصوصین کو بھی مشکل سے زیارت کا شرف حاصل ہوتا تھا۔ البتہ مسائل شرعیہ کی ضرورتوں کے وقت خاص خاص بزرگواروں کو حضوری کا شرف عنایت ہوتا تھا۔ ان حاضر باشوں میں ایک توزہری ہیں جنہوں نے بہ اعتقاد سواد اعظم اہلسنت علم الحدیث کی سب سے پہلے تدوین کی ہے۔ پھر ابوحمزہ ثمالی وغیرہ وغیرہ۔ یہ حضرات اکثر اپنی ضرورتوں کے وقت مشرف بزیارت ہوا کرتے تھے۔
فی الحقیقت آپ ان امور میں بھی اپنی کمال احتیاط سے کام لیتے تھے اور اپنی پاک و پاکیزہ اور مقدس ذات کو مشتبہ ہونے کے الزام سے بچاتے تھے۔ اسی لئے آپ نے جناب محمد حنفیہ رضی اللہ عنہ کو احکام شرعیہ کی تعلیم و تلقین کے لئے اپنی طرف سے نائب مقرر فرما دیا تھا۔ امام زین العابدین علیہ السلام کی خانہ نشینی اور خاموشی بالکل اُنکے آبائے طاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین کی مقدس سیرت کا نمونہ تھی اور آپکے پیش نظر بھی وہی مصالح تھے جو اُن حضرات علیہم السلام کی آنکھوں سے گذر چکے تھے۔ زمانہ جیسا مخالف ہو رہا تھا وہ ظاہر ہے۔ اور فرمانروائے عصر کی جیسی کچھ مخالفت تھی وہ بھی روشن ہے۔ قدم قدم پر سلطنت کی طرف سے بغاوت کے الزام مخالفت کے [illegible] کا شبہہ لگا رہتا تھا [illegible] بات پر قید کی دہشت اور قتل کا خوف علٰحدہ تھا۔ ایسے تیرہ و تار ز[illegible] [illegible] مجالست سے بچنا۔ آپ کے حسن احتیاط پر شاہد ہے۔
یہ تو امام علیہ [illegible] اور رحمۃ اللہ [illegible] معتقدین ا[illegible] [illegible] من کی مصیبت [illegible] ملذات ا[illegible] ہونا تو

ایسا جرم عظیم تھا جسکی پاداش میں جان لی جاتی تھی۔ گھر کھود کر پھینکدئے جاتے تھے۔ سولی دی جاتی تھی۔ درختوں میں لٹکا دئے جاتے تھے۔ آنکھیں نکلوائی جاتی تھیں۔ جہاں کہیں ملکی دفاتر میں انکا نام پایا جاتا تھا کاٹ دیا جاتا تھا۔ اُن کے وظیفے بند کئے جاتے تھے۔ تنخواہیں ضبط اور بیت المال کی تمام رقمیں بند کردی جاتی تھیں۔ اگر ہم ان مصیبت زدہ بزرگوں کی مصیبتیں مفصل بیان کریں تو شاید ہم کو اپنے مدعائے تالیف سے بہت دوری ہو جائیگی۔ اس لئے ہم اُن تمام بیانات سے قطع نظر کرکے انکی مجبوری اور معذوری کی صرف اجمالی کیفیت نہایت مختصر الفاظ میں امام ابوالحسن کی کتاب غارات سے لکھتے ہیں جسکو انہوں نے صحیح مسلم کتاب الفتن سے نقل فرمایا ہے۔ اُنکی اصلی عبارت یہ ہے۔

حتی ان الرّجل من الشّیعة لیاتیه من یثق به فیدخل بیتهٖ فیلقی الیه سرہ ویخات من خادمہ ومملوکه ولا یحدثه حتی مات الحسن علیه السّلام فاذا اد البلآء والفتنة فلم یبق احد من هذا القبیل الّا خائف وطرا فی الارض ثمّ بعا مہم الّا بعد قتل الحسین علیه السّلام وولی عبدالملك ابن مروان فاشتد علی شیعته وولّی علیهم الحجّاج ابن یوسف ففعل لعوافر واللّد واهی وتقرب الیك النسیك والصّلاح ببعض علی علیه السلام واهل بیتهٖ وموالاة اعدائهم السانا وقفا

اُس وقت زمانہ شیعیان علی علیہ السلام پر ایسا ہی سخت آلگا تھا حتّٰی کہ جو شیعہ اپنے کسی بڑے دوست پر بڑا اعتبار بھی کرتا تھا تاہم اُس کے گھر بطور مخفی جاتا تھا اور خفیہ ملاقات کرتا تھا۔ خدمتگار غلام اور کنیز سے بھی [illegible]

اختیار کریں۔ بغیر اسکے اُنکا تقوےٰ اور عبادت نہیں ہوگی۔
یہ تو غریب اور مصیبت زدہ فرقہ شیعہ کی اُس وقت حالت ہو رہی تھی اور اُنکی مجبوری اور معذوری کی یہاں تک نوبت پہنچ گئی تھی کہ گھر سے قدم باہر نکالنا یا کسی دوست آشنا کے گھر جانا اور کسی سے اپنا حال بھی کہنا خطرہ جان سے خالی نہیں تھا۔ ایسے تیرہ و تاریک زمانہ میں کسی قوم یا قبیلہ کے حالات کا ملنا یا اُنکے متعلق صحیح واقعات کا سراغ لگانا ایک مولف کے لیے نہایت دشوار ہے۔
بہرحال جناب امام زین العابدین علیہ السلام نے واپسی مدینہ کے بعد سنہ ۶۱ ہجری سے لیکر روز وفات سنہ ۹۵ھ تک چونتیس ۳۴ برس کامل محض خانہ نشینی اور عزلت گزینی کی محدود حالتوں میں کاٹے۔ ان ایام میں آپ کے مشاغل سوائے عبادت الٰہی اور تجمیع و ترتیب احکام رسالت پناہی کے کوئی اور نہیں پائے جاتے۔ عبادت الٰہی کے معمولات سے فارغ ہو کر جو وقت آپکو ملتا تھا اُسے آپ اپنے والد بزرگوار کے مصائب کو یاد کر کے رونے میں صرف فرماتے تھے۔ اور پھر اس شدت سے گریہ زاری کی جاتی تھی اور اتنی دیر تک آہ و زاری میں مشغول رہتے تھے کہ گھر کے خادم اور کنیزیں گھبرا جاتی تھیں۔ اس وقت بہت سے ایسے واقعات ہمارے پیش نظر ہیں جن سے آپ کی شدت گریہ اور افراط گریہ وزاری پورے طور سے ثابت ہوتی ہے اگر ہم اُن واقعات کو اس جگہ قلمبند کر دیں تو پھر ہمارے تاریخی مضامین مصائب کے رنگ بگڑ جائینگے۔ جسے ہم پسند نہیں کرتے۔ اس لئے ہم اُن کی تفصیل سے قطع نظر کر کے دو چار واقعات نمونہ کے طور پر ذیل میں درج کرتے ہیں۔
جب طعام آپ کے سامنے رکھا جاتا تھا تب آپ گریہ فرماتے تھے اور جب پانی سامنے آتا تھا تب آپ روتے تھے۔ اتنک کہ وہ پانی آنسوؤں سے دوچند ہو جاتا تھا۔
ایک غلام نے عرض کیا ... جان آپ پر فدا ہو۔ یا ابن رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم مجھ کو خوف ... اپنے آپ کو ہلاک نہ فرمائیں۔ حضرت نے اُسکے جواب میں ارشاد کیا انما ... بثی و حزنی الی اللہ واعلم من اللہ ما لا تعلمون۔
میں کسی سے ... کا شکوہ نہیں کرتا ... پروردگار ... رہیں
جاتا تھا ہول ... تمام ... لو معلوم ... ہلا آپنے

ارشاد کیا کہ میں کسی وقت خیال میں نہیں لاتا فرزندان فاطمہ علیہا السلام کا قتل ہونا
مگر یہ کہ گریہ میرے گلوگیر ہو جاتا ہے۔ اور پانی کو دیکھ کر میں کیوں نہ روؤں۔ یہ وہی
پانی ہے جسکے پینے سے میرے پدر بزرگوار علیہ السلام کو منع کیا گیا۔ جسے وحشی اور
درندے پیتے تھے اور بالبھائے تشنہ انہیں شہید کیا۔

ایک دوسری روایت میں یوں آیا ہے کہ جب لوگوں نے آپ سے اس قدر
رونیکا باعث پوچھا اور منع کیا تو حضرتؑ نے فرمایا کہ میں نے روز اول سے اپنے
نفس کو قتل کیا ہے۔ اسی طرح ایک مرتبہ آپکے خادموں نے آپ کی شدت
گریہ دیکھکر خدمت مبارک میں عرض کی کہ کیا ابھی تک وہ وقت نہیں آیا ہے
کہ آپ کا رونا تمام ہو جاوے۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ وائے ہو تجھپر
حضرت یعقوب علےٰ نبینا و علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے۔ ایک فرزند اُن میں غائب
ہو گیا تھا آپ اسقدر روئے کہ آنکھیں جاتی رہیں۔ اور وفور غم والم سے کمر خمیدہ
ہو گئی تھی۔ ہر چند کہ انہیں معلوم تھا کہ اُنکا فرزند زندہ اور صحیح و سلامت ہے اور
میں تو اپنے اٹھارہ ۱۸ عزیز و اقارب سے جدا ہو گیا۔ اور میرے پدر و برادر، عمّو اور
سترہ نفر اپنے عزیزوں کو میرے روبرو قتل کیا اور میرے سامنے اُنکے سر کاٹے۔
پس کیونکر میرا رونا کم ہو سکتا ہے۔

جناب عقیل علیہ السلام کی اولاد و احفاد پر سب عزیزوں سے زیادہ شفقت فرمائی
جاتی تھی۔ ایک مرتبہ لوگوں نے اس خصوصیت کا بھی سبب پوچھا تو جواب میں
ارشاد ہوا کہ ان بچوں کے باپ ہمارے باپ کے ساتھ قتل ہوئے ہیں اور ہمارے
اعزا میں سب سے زیادہ انہیں [illegible]

نذ خلت علیه والقیود فی رجله وغل فی یدیه وهو فی قبه فبکیت وقلت
وددت انی مکانک وانت سالم فقال یا زهری اتظن ذلک بکربنی لو شئت
لما کان وانه لتذکره فی عذاب الله ثم اخرج رجلیه من القید ویدیه من
الغل ثم قال لا جزت علی هذا یومین من المدینة قال فما مضت الا اربع لیال
الا وقد فقدوه وقدم الموکلون الذین کانوا معه الی المدینة یطلبونه فما وجدوه
فسالت بعضهم فقالوا انا نراه انه لنا نازل ونحن له مترصد حتی طلع الفجر
فلم نجده ووجدنا حدیده وقال الزهری فقدمت بعد ذلک علی عبد الملک
فسالنی عنه فاخبرته فقال قد جاءنی یوم فقده الاعوان فدخل علی
فقال ما انا وانت فقلت اقم عندی فقال لا احب ثم اخرج فوالله لقد امتلا
قلبی منه خیفة۔ زہری علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ عبد الملک کے حکم سے
عاملوں نے جناب امام زین العابدین علیہ السلام کو قید کر دیا۔ پاؤں میں بیڑیاں اور
ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنائیں۔ میں عاملوں سے اجازت لیکر امام علیہ السلام سے
ملنے گیا۔ جب میں نے آپ کا یہ حال دیکھا تو مجھ سے نہ رہا گیا اور رونے لگا اور عرض کی کہ
کیا اچھا ہوتا کہ میں بجائے آپ کے اس قید میں ہوتا۔ اور یہ حال آپکا میں اپنی آنکھوں سے
نہ دیکھتا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اے زہری کیا تو خیال کرتا ہے کہ میں اس قید کی
وجہ سے تکلیف میں ہوں۔ اگر میں چاہوں تو ابھی اس قید سے چھوٹ سکتا ہوں۔ بندگان
خدا کو کوئی ... کر سکتا ہے؟ یہ صرف اس لئے ہے کہ اس عذاب کو دیکھکر ہم ہر وقت
عذاب آخرت کو یاد کرتے رہیں۔ یہ فرما کر پاؤں اپنی بیڑیوں سے نکال لئے کہ میں حیرت
میں آگیا۔ پھر فرمایا کہ ہم صرف دو منزل تک ان لوگوں کے ساتھ ہیں۔ چوتھے دن
عبد الملک کے نوکر جو آپ پر ... تھے مدینہ میں واپس آئے اور امام علیہ السلام
کو ڈھونڈھنے لگے ... حضرت کا پتا نہ لگا۔ میں نے اُن میں سے ایک
شخص سے پوچھا کہ کیا ماجرا ... اس نے بیان کیا کہ ہم ایک منزل میں فروکش ہوئے
تو ہم سب کے سب رات بھر ... رہے۔ صبح کو جب آپ کے خیمہ میں ... تو بجز بیڑیوں
کے کچھ نہ دیکھا ... جب ... کے پاس گئے ... اس
قضیہ ہوا ... نے کہا کہ ... سے

آپ نکل گئے اُسی دن میرے پاس تشریف لائے اور فرمانے لگے میرے اور تیرے درمیان کیا عداوت ہے جس کے صلہ میں تو ہمکو یہ تکلیف پہنچاتا ہے۔ میں نے عرض کی کہ آپ میرے پاس اقامت فرمائیں۔ انکار کیا اور چلے گئے مجھ کو اُنکے چہرہ سے اسقدر خوف آیا کہ میرا تمام جسم خوف سے تھرا گیا۔

صواعق محرقہ میں اتنا اضافہ اور مندرج ہے وثم کتب عبد الملك الى الحجاج انه یجتنب دماء بنی عبد المطّلب وامر بکتم ذالك فكتب امام زين العابدين عليه السّلام الیٰ عبد الملك انك كتبت الى الحجّاج يوم كذا سرّا فی حقّنا بنی عبد المطّلب بكذا وكذا فلمّا قراه وجد تاريخه موافقا لتاريخ كتابه الى الحجّاج فعلم انّه كشف الله۔

امام زہری علیہ الرّحمہ (اصل راوی حدیث) بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد عبد الملک نے حجاج کو لکھ بھیجا کہ بنی عبد المطلب کے خون سے درگذر کر اور یہ امر جو تجھ کو لکھا گیا ہے (کرامت امام زین العابدین علیہ السلام) کسی سے ذکر نہ کر۔ جناب امام زین العابدین علیہ السلام نے عبد الملک کو لکھ بھیجا کہ تو نے حجاج کو ایسا ایسا خفیہ لکھا ہے اور ہمارے بنی عبد المطلب کے حق میں ایسا ایسا لکھا ہے۔ پس جب ہم نے اس خط کو پڑھا اور عبد الملک کے اُس خط سے جو حجاج کے نام لکھا گیا تھا مقابل کیا تو بالکل موافق پایا۔ پس مجھ کو اُسی وقت سے آپ کی کرامت کا اعتقاد ہوگیا۔

حقیقت میں یہ واقعہ ایسا مشہور اور متواتر بین الفریقین ہے کہ جسکی تصدیق و توثیق کی مطلق ضرورت نہیں۔ روضۃ الاحباب۔ روضۃ الصفا۔ کامل ابن اثیر۔ مورخین معتبرین کے علاوہ فریقین کے علماء اور محدثین نے ... قصہ کو اسی صورت سے لکھا ہے۔ تذکرۃ خواص الامہ۔ صو ... الخطاب۔ اور

کے روحانی واقعات سے مطلق بحث نہیں کی ہے اور اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ
فی زمانناچارطرف اخلاق اخلاق کی پکار ہے اور معاذ اللہ روحانی مشاہدات کو ہمیشہ
محال عقلی سمجھا جاتا ہے۔ ہم نے بھی یہ سمجھ کر کہ الحمد للہ ان حضرات سلام اللہ علیہم کے
سیرت کے متعلق اخلاقی محاسن کے بے نظیر اور بے عدیل واقعات ہم اس کثرت سے
دکھلا سکتے ہیں جو امت اسلامیہ کے وسیع دائرہ میں کسی اور کے لئے قطعی ناممکن ہے۔
اپنے قلم کو اعجاز و کرامت کی تفصیل سے روکا اور خاصکر وہی واقعات لکھے جن سے
اُن کے محاسن اخلاق کے کافی ثبوت ملتے تھے اور ان ذوات مطہرہ کی اعجاز
نمائی اور کرامت کے واقعات کو نہ لکھا کہ ہمارے ابنائے زمانہ کی کم استعدادی
اور سوء اعتقادی انکو فوراً محال عقلی خیال کرکے اپنی کج فہمی اور کوتاہ عقلی سے
ہزاروں اعتراض قائم کریگی۔ استغفر اللہ ربی۔
اور کسی کی معجزنمائی کیا اگر مسیحائی بھی بیان کردی جائے تو کچھ مضائقہ نہیں آمنّا
وصدقنا کہکر ہر شخص اسکو قبول کرلیگا مگر جہاں اہلبیت علیہم السّلام کی کسی کرامت۔
معجزہ یا خرق عادات کا ذرا بھی ذکر کیا۔ پھر کیا تھا۔ ہزاروں اعتراض ہونے لگے۔
محال عقلی بھی ہے اور خلاف فطری بھی۔ لاحول ولا قوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔
ہمارے معتبر اور مستند ہمعصر عالیجناب شیخ احمد حسین صاحب خان بہادر رئیس و
آنریری مجسٹریٹ پرپانواں ضلع پرتاپگڈھ جو فی زماننا سواد اعظم اہلسنت
والجماعت کے بہت بڑے ذی استعداد ممبر ہیں۔ اپنی قابل قدر تالیف موسومہ
انوار المطالب میں ہماری رائے سے اتفاق کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں
"زمانہ بھر کے لوگوں کے بیرون از قیاس صفات اور خوارق عادات بلا کسی
... بھی بیان کیجیے یا لکھیے تو سوا ... آمنّا وصدقنا کے کسی کو یہ سوال کرنے ... کا
... کہ یہ کس کتاب میں ہے ... اسکے جناب امیر علیہ السلام اور ائمہ اہلبیت علیہم
السلام کی شان میں ... بلکہ اصح الاصح روایتیں یا حدیثیں بھی بیان کیجیے
تو گویا بھڑوں کے چھتے ... میں ہاتھ ... کیجیے جسکو دیکھیے کاٹنے کو کھاتا ہے۔" ... المطالب
کانپور ص ...
ہمارے ... راقم ہے ...

کی حالت ناگفتہ بہ ہے معجزے کرامات اور خوارق عادات کو جانے دیجئے غضب کی
ترقی تو یہ کی گئی کہ نبوت کے عہدے بھی دھڑا دھڑ بٹنے لگے اور جس کے جی میں
جسکو آیا اُسنے بنادیا۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطی اپنے اُس رسالہ میں جو ہر صدی
کے مجدد کی تحقیق میں لکھا ہے تحریر کرتے ہیں قال بعض العلماء الاکابر الجامعین
بین الباطن والظاھر لو کان بعد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی لکان الغزالی
ایسے علمائے کبار نے جو علوم ظاہری و باطنی کے جامع ہیں کہا ہے کہ اگر نبی صلے اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہوتا تو غزالی ہوتے۔

اسی طرح شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اپنی کتاب تفہیمات الٰہیہ میں اپنی والدۂ
گرامی قدر کی زبانی ایک عجیب و غریب نقل اپنے والد بزرگوار کی نبوت اور اپنے کمال
فضیلت کے متعلق تحریر فرماتے ہیں جس کو ہم اُنکی اصلی عبارت سے ذیل میں قلمبند
کرتے ہیں۔

رأیت والدتی بارك الله فی عمرها فی المنام كان طائرا عجیب الشكل جاء الی ابی
قدس سرہ یحمل فی منقارہ كاغذۃ علیها اسم الله بالذهب ثم جاء طائر اخر
یحمل فی منقارہ كاغذۃ اخر فیها بسم الله الرحمن الرحیم لو كان النبوۃ بعد
محمد صلی الله علیه وآله وسلم ممكنا لجعلتك نبیا ولكنها انقطعت فقال
ابی قدس سرہ بولدك البشری واشار الیّ۔

میری والدہ نے (خدا اُن کی عمر میں برکت دے) ایک خواب میں دیکھا کہ ایک طائر
عجیب الشکل میرے والد قدس سرہ کے پاس آیا۔ اُسکی چونچ میں ایک کاغذ تھا جس پر
سونے کے حرفوں میں اللہ اکبر لکھا تھا۔ پھر ایک دوسرا طائر آیا۔ اُسکی منقار میں
ایک دوسرا کاغذ تھا اور اُسپر یہ عبارت لکھی
بسم اللہ الرحمن الرحیم لو [illegible]

کو اطراف عالم میں نشر کرنیوالے جب ایسے ایسے خواب و خیال کی اوہام پرستیوں میں مبتلا ہوں اور اُن کو رویائے صادقہ سے تعبیر کرکے ان بد خوابیوں کو شائبۂ نبوت جانیں تو قیامت ہے ؎ چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی۔

مگر الحمد للہ علمائے اہلبیت رضوان اللہ علیہم کے مقدس دائرہ میں کوئی فرد واحد ان لغویات یا حشویات کا قائل نظر آئی نہیں دیتا۔ نہ کوئی منصب امامت کا متوقع دکھلائی دیتا ہے اور نہ کوئی درجۂ نبوت کا متمنی جس کو دیکھو وہ زبان حال سے یہی کہتا پایا جاتا ہے ؎ چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم ٭ نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم۔

اور کیوں نہو۔ یہ مقدس گروہ اور یہ متبرک طبقہ اُس عالم علم ربانی اور اُس واقف رموز سبحانی کا سچا اور خالص معتقد ہے جس کی غایت معرفت لو کشف الغطاء ما ازددت یقینا سے ظاہر اور جسکا تبحر علمی انا مدینۃ العلم و علیٌ بابھا سے ثابت ہے۔ اور جس کی عدیم النظیر اور بیعدیل اوصاف کے متعلق امام کفوی اپنے طبقات میں لکھتے ہیں۔

کان علی رضی [illegible] عنہ سریع الجواب بدیھی الخطاب وکان معجزۃ من معجزات النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم لتبحرہ فی العلم وشجاعتہ فی الحروب وکان مطیعا ومنقادا ومقرا لہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کہ جناب امیر المؤمنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام نہایت حاضر جواب تھے اور فی البدیہہ خطبہ کہتے تھے اور جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ تھے بسبب تبحر کے علم میں اور بسبب اپنی شجاعت کے لڑائیوں میں اور تاہم جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطیع و منقاد تھے۔ اور آنکی نبوت کا اقرار کرتے تھے۔ میر امامی بلگرامی مرحوم نے بھی اس مضمون [illegible] مصرعہ میں یوں منظوم فرمایا ہے ؎ یکے از معجزات او علی بود۔

جب اس مقدس گروہ [illegible] رہنما اور امام کی معرفت۔ راسخ الاعتقادی اور کامل الایمانی کی یہ کیفیت ہو تو [illegible] مومنین کے خیالا[illegible]ت میں کیونکر [illegible] باطل اور [illegible]

[illegible] ان تو ہما [illegible]

بھر حال [illegible] شاد و بر [illegible]

ہٹ آئے۔ اسی واقعہ کے ایسا ایک اور آپکی کرامت و اعجاز کے متعلق جناب محمد حنفیہ
اور حجر اسود کا محاکمہ نہایت شہرت کے ساتھ کتب فریقین میں مندرج ہے جیسے ہم
روضۃ الصفا کی اصلی عبارت سے ذیل میں لکھتے ہیں۔

جناب محمد ابن حنفیہ رضی اللہ عنہ او محاکمہ حجر الاسود

آیات و علامات شرف و بزرگواری او از حیز تعداد بیرونست و از ہمہ بدیع تر و عجیب تر
تکلم حجر اسود است چنانچہ مرویست کہ محمد حنفیہ و امام زین العابدین علیہ السلام در
مکۂ شریفہ مجتمع گشتہ در باب امامت سخن می گفتند۔ محمد حنفیہ رضی اللہ عنہ گفت کہ
من بہ امامت سزاوار ترم زیراکہ فرزند صلبی حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہستم۔
سلاح جناب رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بمن باید داد امام زین العابدین علیہ السلام
گفت کہ اے عم از خدا بترس و دعویکہ در آن محق نباشی مکن۔ محمد حنفیہ رض بر سخن خود
اصرار نمود امام زین العابدین علیہ السلام گفت اے عم برگرد بامامت او حجر اسود گواہی
دہد خلیفۂ وقت و امام زمان اوست و قرار باین جملہ واقع شد امام زین العابدین علیہ السلام
گفت اے عم در سوال تو تقدیم نمائی و از حضرت قادر متعال مسئلت نمائی تا حجر الاسود بہ
امامت تو بشہادت اقامت نماید۔ و چون محمد حنفیہ رضی اللہ عنہ دست بدعا آورد
و از حجر الاسود سوال کردہ ہیچ جواب نشنیدہ با امام زین العابدین علیہ السلام
گفت کہ تو نیز بپرس و بدین نہج عمل نما حضرت امام زین العابدین علیہ السلام بعد
از فراغ مناجات گفت اے حجر الاسود بحق آن خدائے کہ مواثیق انبیا و اوصیاء
در تو نہادہ است و ترا باین کرامت مشرف ساختہ خبر دہی مرا بزبان عربی فصیح کہ وصی
و امام بعد از امیر المومنین حسین ابن علی علیہ [illegible] و چون امام زین العابدین
علیہ السلام ابن سخن بگفت سنگ در حرکت [illegible] آمد بہ شد کہ از مکان خود

ترجمہ سے ذیل کے الفاظ میں لکھتے ہیں۔
جناب سیدالشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد ایک روز محمد حنفیہ رضی اللہ عنہ حضرت سجاد علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا میں تمہارا چچا ہوں اور عمر میں بھی آپ سے بڑا ہوں۔ آپ سرورعالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب امیر علیہ السلام کے تبرکات مجھ کو دیدیں کیونکہ بعد امام حسین علیہ السلام کے امامت ہمارا حق ہے۔ جناب سجادؑ نے فرمایا کہ اسکا تصفیہ کرلینا نہایت ضروری ہے کہ بعد شہید کربلا علیہ التحیۃ والثنا کے امام برحق کون ہے۔ تشریف لائیے ہم حجرالاسود سے پوچھ لیں۔ دونوں صاحب حجرالاسود کے پاس چلے گئے۔ سجاد علیہ السلام نے اسمار مذکورۂ الٰہی کو پڑھکر حجرالاسود کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ اے حجرالاسود اس امر کا فیصلہ تیرے ہاتھ میں ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام کے بعد کون امام برحق ہے اور وصی و جانشین رسول رب العلمین صلے اللہ علیہ وآلہ اجمعین ہے۔ حجرالاسود بزبان فصیح بحکم رب العزت گویا ہوا کہ اے محمد حنفیہؓ امامت حضرت سجاد علیہ السلام کا حق ہے کل امور دین میں آپ پر انکا اتباع جائز و واجب ہے۔ عمدۃ المطالب ۸۴۴۔
یہ واقعہ آپ کی مبارک سیرت کے متعلق ایسا مشہور اور متواتر ہے کہ ہمکو کسی تصدیق و توثیق کے درج کرنے کی بھی مطلق ضرورت نہیں۔ جناب امام زین العابدین علیہ السلام کے اعجاز و کرامت کے متعلق ہم انہیں دونوں واقعات پر اکتفا کرکے پھر اپنے سلسلۂ بیان پر آجاتے ہیں اور آپ کی وفات حسرت آیات کے حالات قلمبند کرتے ہیں۔

جناب امام زین العابدین علیہ السلام کی وفات

آپ کی وفات ۲۲ ھ اور بقولے ۱۸ ھ محرم ۹۵ھ ہجری میں واقع ہوئی۔ علمائے فریقین نے اس امر پر اتفاق فرما[illegible] کہ ولید ابن عبدالملک نے آپ کو زہر دلوایا تھا۔
چنانچہ علامہ سب[illegible] ر۔ خواص الامتہ میں تحریر فرماتے ہیں۔
عمرہ سبع وخمسون [illegible] مع جدہ علی بن ابیطالب علیہ السلام ثم
عشر مع عمہ الحسن [illegible] سلام ثم احد عشر مع ابیہ الحـ[illegible] [illegible] السلام
یقال [illegible] المل[illegible] ق [illegible] تبیع عند[illegible] [illegible]
وتوفی [illegible] آپنے اپنے

جدّ امجد جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کے ساتھ گذرانے۔ دس برس اپنے عم نامدار جناب
حسن المجتبیٰ علیہ التحیۃ والثنا کے ہمراہ کاٹے اور گیارہ برس اپنے والد بزرگوار جناب امام
حسین شہید کربلا ارواحنا لہ الفدا کی خدمت میں صرف فرمائے۔ کہا جاتا ہے کہ ولید ابن
عبد الملک نے آپ کو زہر دلوایا۔ آپ اپنے چچا حضرت امام حسن علیہ السلام کے پاس
قبرستان بقیع میں مدفون ہوئے۔ وفات آپ کی سنہ ۹۴ھ یا سنہ ۹۵ھ میں واقع ہوئی۔
فصول المہمہ میں امام ابن صباغ مالکی لکھتے ہیں مات مسموما وان الذی سمہ
الولید ابن عبد الملک کہ آپکا انتقال زہر سے واقع ہوا۔ اور تحقیق کہ ولید ابن
عبد الملک نے آپکو زہر دیا۔ صواعق محرقہ میں ابن حجر لکھتے ہیں کہ قیل سمہ الولید
ابن عبد الملک ولید ابن عبد الملک نے آپ کو زہر دیا۔
آپ کے سن وفات میں تو کوئی ایسا اختلاف نہیں۔ مگر تاریخ وفات میں البتہ
اختلاف ہے۔ جہاں تک تحقیق کی گئی ہے اٹھارھویں محرم سنہ ۹۵ھ ہجری پر فریقین نے
اتفاق کیا ہے۔ آپ کی وفات کے حالات میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول
ہے کہ جب میرے پدر بزرگوار کا وقت وفات قریب پہنچا تو مجھ سے فرمایا کہ وضو کے لئے
پانی لاؤ۔ جب پانی لائے تو فرمایا اس میں کوئی جانور مردہ پڑا ہے۔ جب میں نے
اُس پانی میں روشنی کے سامنے نظر کی تو دیکھا کہ ایک موش مردہ اُس میں پڑا ہے۔
بعد ازاں ہم دوسرا پانی لائے۔ حضرت نے پھر اُسی پانی سے وضو فرمایا اور مجھ سے
ارشاد کیا کہ اے پارۂ جگر میرے اور اے فرزند میرے یہ وہی شب ہے جس شب
میرا وعدۂ وفات ہے۔ اسی کے ایسا اور ایک واقعہ آپ کے متعلق جناب امام رضا
علیہ السلام سے منقول ہے اور وہ یہ کہ امام رضا علیہ السلام

آپ کے وصایا کے متعلق جناب امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب میرے
پدر بزرگوار علیہ السلام کا وقت رحلت قریب ہوا تو مجھ کو وصیت فرمائی کہ ہرگز کسی
شخص پر ستم نہ کرنا جسکا خدا کے سوا کوئی مددگار نہو۔ جناب امام موسیٰ رضا علیہ السلام
سے منقول ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے سورۂ واقعہ اور سورۂ انا فتحنا
کی تلاوت فرما کر رحلت فرمائی۔ بہرحال جب آپ کی وفات کی خبر عام ہوئی تو تمام
عمائد و اشراف مدینہ در دولت پر امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں بغرض تعزیت
حاضر ہوئے۔ جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے والد بزرگوار علیہ السلام کی
تجہیز و تکفین فرما کر پہلوئے جناب امام حسن علیہ السلام میں جنت البقیع کے اندر دفن
فرمایا۔ مروج الذہب مسعودی میں لکھا ہے کہ اس مقام پر ۳۳۲ہجری میں ایک
پارۂ سنگ منقوش ظاہر ہوا جس پر لکھا تھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ
الذی مبدء الامم محی الرمم ھذا قبر فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم سیدۃ نساء العالمین وقبر حسن ابن علی وعلی ابن الحسین
وقبر محمد ابن علی وجعفر ابن محمد علیہم السلام۔ تمام حمد اُس خدا کے
واسطے ثابت ہے جو پیدا کرنیوالا ہے امتوں کا اور زندہ کرنیوالا ہے استخوانہا
بوسیدہ کا۔ یہ قبر ہے فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدۃ
نساء العالمین کی اور قبر ہے حسن ابن علی وعلی ابن الحسین و قبر محمد ابن علی و جعفر
ابن محمد علیہم السلام کی ہے۔

جناب امام زین العابدین علیہ السلام کے محاسن اخلاق

بہرحال اب ہم اپنے موجودہ سلسلۂ بیان میں آپ کے محاسن اخلاق اور مکارم
اشفاق کے واقعات فریقین کی کتب معتبرہ سے ذیل میں نقل کرتے ہیں۔
اس میں شک نہیں کہ [illegible] عدس دائرہ میں جس بزرگوار کے حالات پر غور کی نظر
ڈالی جائے [illegible] واقعات اپنی آپ نظیر اور اپنا آپ جواب ثابت
ہوتے ہیں اور [illegible] مشکل سے اپنی مثال کا پتا دیتے ہیں خصوصاً
اس مقدس طبقہ [illegible] محاسن کی بے لحاظ عظمت اتنی [illegible] ہے کہ جو
اُس [illegible] کی عظمت [illegible] بیان کیجا سکتی۔

اس میں بھی کوئی شبہہ نہیں کہ ان حضرات کے معاصرین جن کو اس مقدس طبقہ سے کوئی واسطہ نہیں۔ بھی اخلاقی خوبیوں سے خالی نہیں۔ مگر اُن کے اخلاق ایسے ہیں جن کی مثالیں اس وقت بھی پیدا کی جاسکتی ہیں۔ مگر اس مخصوص طبقہ کے مبارک اخلاق کی مثالیں نہ اُسی زمانہ میں پائی گئیں اور نہ اسی زمانہ میں۔ اور اُسکی اصلی اصلی وجہ یہ ظاہر ہوتی ہے کہ جس گروہ مقدس کو جناب باری عزّ اسمہ نے دنیا کے تمام معائب سے پاک و پاکیزہ فرماکر خلعت عصمت وطہارت پہنایا۔ وہی تھا۔ پھر ان میں کسی محاسن کی کمی یا کسی خوبی کی فروگذاشت پائی جائے تو کیونکر۔ وہذا فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

روضۃ الصفا میں آپ کے اعلےٰ ترین محاسن اخلاق کے ثبوت میں یہ واقعہ لکھا ہے جسکو ہم اُسکی اصلی عبارت سے ذیل میں قلمبند کرتے ہیں۔

شخصے نزد حضرت علی ابن الحسین علیہما السلام آمدہ باوے سفاہت بسیار نمود و اورا لقاب منسوب گردانید۔ اما علی ابن الحسین علیہ السلام باوہیچ نوع سخن نگفتہ و بجواب وے قیام نہ نمودہ و بعد از مراجعت آن شخص باجمعے کہ در خدمت او بود گفت می خواہم کہ بیائید تا جواب آن مرد رابگویم ہمہ قبول کردند و امام علیہ السلام نعلین در پاکردہ پیادہ می رفت و می گفت الکاظمین الغیظ والعافین عن النّاس و اللہ یحبّ المحسنین۔ یاران ایں طریق دانستند کہ ہیچ امرے از آں جناب ظاہر نخواہد شد کہ موجب ازار موذی باشد و چوں بدر المرد رسیدند ندا کردند کہ فلاں شخص۔ باخاطر پریشاں بیروں آمد چہ تصور کرد کہ امام علیہ السلام بجہت انتقام آمدہ امام زین العابدین علیہ السلام اورا دیدہ فرمود اے برادر در شان من انچہ گفتی

توبہ و استغفار کرکے عرض کی الله یعلم حیث یجعل رسالته خدا وند عالم اپنی رسالت کے نازل فرمانے کے مقام کو خوب جانتا ہے۔

صواعق محرقہ میں تحریر ہے کان زین العابدین علیه السلام عظیم التجاوز والعفو والصفح حتیٰ انه سبّه رجل فتغافل عنه فقال له ایاك اعنی فقال عنك اعرض واشار الی قوله تعالیٰ خذ العفو وامر بالمعروف واعرض عن الجاهلین۔

جناب امام زین العابدین علیہ السلام بہت بڑے تجاوز کرنیوالے۔ عفو کرنیوالے اور گناہوں سے درگزر کرنیوالے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک شخص نے آپ کو بُرا کہا۔ آپ نے اُس سے تغافل فرمایا۔ اُس نے کہا کہ آپ بڑے بے پروا ہیں۔ آپنے فرمایا میں بھی سے اعراض کرتا ہوں۔ پھر آپ نے اس آیۂ وافی ہدایہ کی طرف اشارہ فرمایا جس کے معنی یہ ہیں۔ عفو کو اختیار کرو اور اچھے کام کا حکم کرو اور جاہلوں سے مُنہہ پھیر لو۔ سبط ابن جوزی نے بھی اس واقعہ کو لکھا ہے۔

روضۃ الصفا میں مندرج ہے۔ از ہشام ابن اسمٰعیل مخزومی نسبت حضرت علی ابن الحسین علیہما السلام حرکت ناپسندیدہ بصدور رفتہ این قصہ بسمع ولید رسیدہ بعمر ابن عبد العزیز نوشتہ کہ ہشام را تادیبے بلیغ نمائی و عمر ابن عبد العزیز از جناب علی ابن الحسین علیہما السلام استمزاج نمود علی ابن الحسین علیہ السلام فرمود نمی خواہم کہ از ممر من عذابے بوے رسد۔ ہشام این سخن شنیدہ گفت الله اعلم حیث یجعل رسالته روضۃ الصفا جلد سوم ص ۱۲۴۔

عبادت اور خوف خدا

آپ کی عبادت کے ذکر میں صاحب روضۃ الصفا زیاد ابن رستم کے اسناد سے لکھتے ہیں کہ در مجلس امام جعفر صادق [illegible] السلام حاضر بودم کہ ذکر امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام می کرد [illegible] اما [illegible] دق علیہ السلام آں حضرت را مدحی کرد کہ اہل آں بود۔ بعد ازاں گفت [illegible] ہیت طاقت عمل رسول الله صلی الله علیہ وآلہ وسلم نبود و نباشد مگر امیر المومنین [illegible] ہم را واگرچہ کسی عمل ہر روزے کند کہ [illegible] او درمیان بہشت و دو [illegible] عقاب آں [illegible] نت [illegible] امیر المومنین [illegible] پیر کرباس [illegible]

نبوده واگر آستین جامه از سر انگشتان مبارک او در گذشتے آنرا ببریدے وہیچکس از فرزندان و اہلبیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم در لباس علم و تقوٰے با جناب امیر المؤمنین علیہ السلام چناں و چنداں مشابہت نداشت کہ علی ابن الحسین علیہ السلام۔ وقت عبادت گذاری اور طاعت جناب باری عزّ اسمہ آپ کے قلب نورانی پر خوف الٰہی اس قدر طاری ہوتا تھا کہ چہرۂ مبارک کا رنگ متغیّر ہو جاتا تھا۔ اور ابتدائے نماز سے لیکر آخر تعقیبات تک آپ کی حالت ایک رہتی تھی۔ صواعق محرقہ، فصل الخطاب اور روضۃ الصّفا وغیرہ میں لکھا ہے کہ وضو کرنے کے وقت آپ کا رنگ زرد ہو جاتا تھا۔ ایک بار کسی نے دریافت کیا کہ وضو کرتے وقت آپ کے روئے مبارک کا رنگ کیوں متغیّر ہو جاتا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ اُس وقت میرا منہ جناب باری عزّ اسمہ کے مصدر جلال کی طرف ہوتا ہے۔ یہ تو خیال کرو کہ اُس وقت میں کس کی خدمت میں اکتساب قربت کا عزم کرتا ہوں۔

سفیان عنیبہ جو سواد اعظم اہلسنت ہیں خیر التّابعین کے معزز لقب سے یاد کئے جاتے ہیں اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سال جناب امام زین العابدین علیہ السلام نے ادائے حج کا قصد فرمایا۔ جب مقام احرام پر پہنچے اور چاہا کہ تلبیہ ادا کر کے احرام باندھیں تو یکایک آپ کے چہرہ کا رنگ متغیّر ہو گیا۔ اور تمام جسم میں لرزہ پڑ گیا اور آخر آپ سے لبّیک نہ کہی گئی۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپنے ترک تلبیہ کیوں کیا۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ شاید میں لبّیک کہوں اور خدائے سبحانہ تعالےٰ کی طرف سے لا لبّیک کا جواب آئے۔ یہ کہکر آپ بے ساختہ روئے اور اس قدر کہ بیہوش ہو گئے۔ یہاں تک کہ تمام مناسکات حج ایسے ہی خوف الٰہی کے ساتھ آپ نے ادا فرمائے۔ اس واقعہ کو خواجہ محمد پارسا نے

سیدالساجدین اور سجاد کی وجہ تسمیہ

کثرت سجود کی یہ حالت تھی کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام آپکے معمولات کے ذکر میں فرماتے ہیں کہ ہمارے پدر بزرگوار جب کبھی نعمت خدا کو یاد فرماتے تھے تو سجدے کرتے تھے اور جب کسی آیہ کی تلاوت فرماتے تھے عام اس سے کہ وہ سجدہ واجب ہو یا سنت۔ تو ضرور سجدہ کرتے تھے اور جب مکروہات دنیاوی میں سے کوئی شئے اُنکے پیش آتی تھی اور وہ دفع ہوجاتی تھی تو آپ سجدہ فرماتے تھے۔ اور جب دو آدمیوں میں صلح کرادیتے تھے تب سجدہ کرتے تھے۔ اور جب نماز واجب سے فراغت فرماتے تھے تب سجدہ کرتے تھے اور اثر سجود آپکے جمیع مواضع سجود میں خوب اچھی طرح سے نمایاں تھے۔ اسی باعث سے آپ کو سجّاد کہتے تھے۔

آپ کے القاب میں ایک مشہور لقب **ذوالثفنات** بھی ہے۔ اور اسکی وجہ تسمیہ یہ بتلائی جاتی ہے کہ کثرتِ سجود سے پیشانی نورانی پر دو گھٹے پڑ گئے تھے۔ اور وہ سختی میں اونٹ کی تلی کے ایسے تھے۔ عربی میں ثفنہ اونٹ کی تلی کو کہتے ہیں۔ اسی رعایت سے آپ کو ذوالثفنات کہتے تھے۔

چنانچہ یہی عبارت امام ذہبی نے اپنی کتاب طبقات الحفّاظ میں بھی لکھی ہے! اُنکی اصلی عبارت یہ ہے۔ عن امام محمد باقر علیہ السّلام ان ابی علی ابن الحسین علیہما السّلام ما ذکر اللہ عزّ وجلّ نعمۃ علیہ الا سجد ولا قرایۃ من کتاب اللہ عزّ وجلّ فیہا سجود الا سجد ولا فرغ صلوٰۃ مفروضۃ الا سجد ولا وفق الاصلاح بین اثنین الا سجد وکان اثر السجود فی جمیع مواضع سجود فسمی السّجادؔ۔

خضوع و خشوع

خوفِ الٰہی جس [illegible] نماز کی یہ کیفیت ہو اُسی سے اُسکے خضوع و خشوع کے کافی نشان سے [illegible] سبط ابن جوزی تذکرۂ خواص الائمہ میں تحریر فرماتے ہیں عن ابی الفرج الا [illegible] قع فی دار علی ابن الحسین علیہ السّلام حریق وھو ساجد [illegible] اللہ [illegible] اللہ علیہ [illegible] فما رفع [illegible]

علامہ ابوالفرج اصفہانی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ کے گھر میں آگ لگ گئی۔ آپ اُس وقت سجدے میں تھے۔ لوگ آگ آگ پکارنے لگے۔ حضرت نے سجدہ سے سر نہ اُٹھایا یہاں تک کہ آگ بجھ گئی۔ لوگوں نے عرض کی یا ابن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو کس چیز نے اس آگ سے غافل کر دیا تھا۔ آپنے فرمایا آخرت کی آگ نے۔ اس واقعہ کو خواجہ محمد پارسا نے بھی اپنی کتاب فصل الخطاب میں یہی لکھا ہے اور امام قندوزی نے بھی لکھا ہے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی عبادت کے روزانہ معمولات کے متعلق یہ ذکر لکھا ہے وکان لہ مسجد فی بیتہ یتعبّد فیہ واذا کان من اللیل ثلثہ او نصفہ نادی یاعلی صوتہ اللّٰھمّ انّ ھول المطلع والوقوف بین یدیک اوحشٰی من وساری ومنع رقادی ثمّ یصنع خدّیہ علی التراب فیجی الیہ اھلہ وولدہ یبکون حولہ ۔۔۔ وھو لا یلتفت الیھم ویقول اللّٰھمّ انی اسئلک الروح والرّاحۃ حین القاک وانت عنّی راض۔

بیت الشرف میں ایک مکان مسجد مخصوص تھا جس میں آپ عبادت کیا کرتے تھے۔ اور جب ثلث شب یا نصف گزر جاتی تھی تو آپ بآواز بلند یہ دعا فرماتے تھے کہ پروردگار مجھ کو تیرے سامنے اُٹھائے جانے اور کھڑے کئے جانے کے خوف نے فرش استراحت پر ٹھہرنے نہ دیا اور مجھ کو نیند نہ آنے دی۔ اتنا فرما کر آپ اپنے رخسار ے زمین پر رکھ دیتے تھے۔ پس اُنکی یہ حالت دیکھکر آپ کے گھر والے اور بچے جاگ جاتے تھے اور آپ کے پاس جمع ہو جاتے تھے۔ مگر آپ اُنکی طرف مطلق متوجہ نہیں ہوتے تھے اور فرماتے تھے ۔۔۔

کلمات کے ساتھ جب کسی امر کے لئے دعا کی تو وہ مستجاب ہوئی اور میرا کشود کار ہو گیا۔
آپ خود عبادت الٰہی کی تعریف میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ان قوما عبدوا اللہ رھبۃ فتلک عبادۃ العبید واخرین عبدوا اللہ رغبۃ فتلک عبادۃ التجار واخرین عبدوہ شکرا فتلک عبادۃ الاحرار۔ یعنی لوگ دنیا میں تین قسم کی عبادت کرتے ہیں اوّل وہ قوم جو خوف سے عبادت کرتا ہے۔ انکی عبادت ملازموں کی عبادت ہے۔ دوسری قوم کسی غرض سے عبادت کرتی ہے انکی عبادت تاجروں کی عبادت ہے اور تیسری قوم وہ ہے جو ہر حالت میں شکر کے ساتھ عبادت کرتی ہے وہی مردان خدا کی عبادت ہے
ینابیع المودۃ فی القربیٰ باسناد فصل الخطاب ص ۳۱۷۔
خواجہ محمد پارسا آپکے معمولات سے لکھتے ہیں وکان لا یحب ان یعینہ احد علی طھورہ ویجعل الماء محبا لطھورہ وھو مستتر قدم الاناء فی اللیل فاذا قام بدا بالسواک ویتوضا ویصلی ویقضی مافاتہ اس شخص سے آپ کبھی خوش نہوتے تھے جو باوجود موجود رہنے آب طہارۃ کے طہارت نہیں کرتا۔ آدھی رات رہے سے اُٹھتے تھے۔ وضو فرماتے تھے۔ نماز پڑھتے تھے اور تعقیبات کے متعلق جو کچھ رہجاتا تھا اُسے ادا فرماتے تھے۔
امام قندوزی لکھتے ہیں فکان علیہ السّلام اذا مشی لا یجاوز یدہ رکبتہ وکان شانہ الاجتہاد فی العبادۃ فاضر ذلک بجسمہ فقال لہ ابنہ محمد الباقر یا ابتہ کم ھذا الجدّ و الجھد والذّؤب فقال لا تعب ان یزلفنی ربّی۔ یعنی جب آپ پیدل جاتے تھے تو پھر کبھی سوار نہیں ہوتے تھے اور آپ امور عبادت میں کثیر الجہد تھے اور اس وجہ سے آپکے جسم مطہر کو آزار پہنچتا تھا جسکو دیکھکر ایک مرتبہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے آپ سے پوچھا کہ یہ اتنی محنت و مشقت کس وجہ سے اختیار فرماتے ہیں۔ آپنے جواب میں ارشاد فرمایا کہ کیا تم راضی نہیں ہو کہ میں قرب الٰہی کا شرف حاصل کروں۔
آپ اکثر وعظ و نصیحت [illegible] میں فرمایا کرتے تھے ما معشر النّاس اوصیکم بالآخرۃ ولا اوصیکم بالدنیا [illegible] میں تم کو آخرت حاصل کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ نہ دنیا اختیار کرنے [illegible]

[illegible] شفقت [illegible]

[illegible] اپنی ع[illegible] [illegible] کی برا[illegible] [illegible] رمایا کرتے تھے

اور اُنکی پرورش اور خورش کے سامان اپنے کاندھے پر اُٹھا اُٹھا کر اُنکے گھر پہنچایا کرتے تھے۔
صواعق محرقہ میں آپکے تفقد رعایا کے متعلق ذیل کا واقعہ درج ہے۔

قال ابن عائشۃ سمعت اھل المدینۃ یقولون مافقدنا الصدقۃ السرّ الا بعد موت علی ابن الحسین علیہما السلام قال ابن اسحٰق کان ناس من اھل المدینۃ یعیشون لا یدرکون من این معاشھم وما کلّھم فلمّا مات علی ابن الحسین علیہما السلام فقدوا ما کانوا یؤتون بہ لیلاً الی منازلھم قال سفیان وکان یحمل جرّاب الخبز علی ظھرہ فی اللیل یتصدق فلمّا غسلوہ جعلوہ ینظرون الی سواد فی ظھرہ فقیل ماھذا فقالوا کان یحمل جرّاب الدقیق علی ظھرہ یعطیہ فقراء اھل المدینۃ۔

ابن عائشہ سے منقول ہے کہ میں نے اہل مدینہ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہماری خیرات مخفی جناب علی ابن الحسین علیہ السلام کی وفات سے جاتی رہی۔ ابن اسحٰق کا بیان ہے کہ اہل مدینہ میں سے اکثر لوگ کھانا پاتے تھے لیکن اُنکو معلوم نہوتا تھا کہ وہ کہاں سے پاتے ہیں اور اُن کو کون پہنچاتا ہے۔ جب جناب علی ابن الحسین علیہ السلام نے رحلت فرمائی تو رات کو اُنکا کھانا ان کے مکانوں پر نہ آیا۔ سفیان کا قول ہے کہ آپ روٹیوں کا تھیلا اپنی پیٹھ پر رکھکر خیرات بانٹتے تھے۔ جب بعد وفات آپ کو غسل دینے لگے تو ایک سیاہ داغ آپ کی پشت مبارک پر نظر آنے لگا۔ پوچھا گیا کہ یہ کیا ہے۔ لوگوں نے بیان کیا کہ آپ راتوں کو روٹی کا تھیلا اُٹھا کر فقرائے مدینہ کو غذا تقسیم فرماتے تھے۔

جانوروں تک پر وہی اشفاق مبذول فرمائے جاتے تھے۔ اور اُن کے ساتھ بھی وہی سلوک قائم رکھے جاتے تھے۔ جناب امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے پدر بزرگوار نے مجھ سے اپنی وفات کے قریب فرمایا کہ میرے ناقہ کو لیکر اُس کو اُسکی جگہ باندھ دو اور کچھ کھانا اُس کے لئے مہیّا کر دو۔ اس وفات [illegible] جناب امام جعفر صادق

پھر تھوڑی دیر کے بعد قبر مطہر کے پاس آکے نالہ و اضطراب کرنے لگا اور رونے لگا۔ اس مرتبہ جو لوگوں نے اُسکا حال حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے بیان کیا حضرت نے فرمایا اُسکو اُس کے حال پر چھوڑ دو کہ وہ سخت بیتاب ہے۔ بالحاصل وہ تین روز کے بعد مر گیا۔

حافظ ابو نعیم حلیۃ الاولیا میں تحریر فرماتے ہیں کان اھل المدینۃ یقولون ما فقدنا الصدقۃ السر حتی مات علی بن الحسین علیہ السلام۔ ایک روایت میں ہے کہ اہل مدینہ کہا کرتے تھے کہ جناب علی ابن الحسین علیہما السلام کے مرجانے سے ہماری پوشیدہ خیرات گم ہوگئی۔

پوشیدہ خیرات کرنے کے اوصاف و محاسن جیسے کچھ مذہب اسلام میں وارد ہیں اُنپر آیات قرآنی شاہد ہیں۔

فضیلت و جامعیت علمی

آپ کی فضیلت علمی اور جامعیت کے ثبوت میں آپکے کلام معجز نظام اور خطبات موجود ہیں جو اوپر لکھے گئے۔ معبد۔ امام زہری سعید ابن مسیب۔ ابن حازم۔ سفیان عینہ اور ابو حمزہ ثمالی وغیرہ وغیرہ جو خیر التابعین کے معزز لقب سے آج تک یاد کئے جاتے ہیں۔ آپکے فیض تلمذ سے مستفیض و مستفید نظر آئی دیتے ہیں۔ ان لوگوں سے علوم ظاہری و باطنی کی جسقدر تعلیم ہوئی ہے اُسکا سرچشمہ حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام کی ذات بابرکات تھی۔ چنانچہ حافظ ابو نعیم حلیۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں ما رایتنا قرشیا افضل منہ۔ ذہبی اور عتبہ کہتے ہیں کہ ہمنے کسی قریشی کو ان سے افضل نہیں پایا۔ پھر حافظ صاحب اسی کے نیچے امام زہری کا یہ قول لکھتے ہیں قال الزھری ما رأیت احدا افضل و افقہ من علی ابن الحسین علیہما السلام و کذا قال ابو حازم۔ زہری کہتے ہیں کہ ہم نے کسی کو حضرت علی ابن الحسین علیہما السلام۔ سے بڑھکر افضل اور افقہ نہیں پایا۔ اور ابو حازم کا بھی ایسا ہی قول ہے۔

طبقات الحفاظ میں ہے قال ابن ابی شیبہ اصح الاسانید کلھا الزھری عن علی ابن الحسین [illegible] علی ابن ابیطالب علیہم السلام ابن ابی شیبہ کہتے ہیں کہ تمام صحیح ترین [illegible] ابن الحسین علیہ [illegible] اپنے [illegible] الدماغ [illegible] کا قول ہے

کان من اھل الفضل کہ آپ صاحبان فضیلت سے ہیں۔ علامہ ابن سعد اپنی طبقات الکبریٰ میں تحریر کرتے ہیں وکان علیہ السّلام ثقۃ مامونا کثیر الحدیث عالیا رفیعا ورعا عابدا خائفا آپ بہت بڑے ثقہ۔ بہت بڑے امین۔ بہت سی حدیثوں کے بیان کرنیوالے۔ صاحب بلند مرتبہ متورّع۔ عابد اور خدا سے ڈرنیوالے تھے۔ وابن عباس اذرآہ قال مرحبا یا حبیب ابن الحبیب۔ ابن عباس جب آپ کو دیکھتے تھے تو فرماتے تھے مرحبا اے محبوب کے محبوب۔

حافظ ابو نعیم حلیۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں عن صالح ابن حسان قال قال رجل لسعید ابن المسیّب ما رأیت احدا اورع منہ صالح ابن حسان کہ ایک آدمی نے سعید ابن مسیب خیر التابعین سے کہا کہ میں نے فلانے شخص سے کسی کو زیادہ متورع نہیں دیکھا۔ سعید نے جواب دیا کہ تو نے جناب علی ابن الحسین علیہما السلام کو نہیں دیکھا ہے ان سے بڑھکر میں نے اور کسی کو متورع نہیں پایا۔

خواجہ محمد پارسا قدس سرہ فصل الخطاب میں تحریر کرتے ہیں وکان علیہ السلام ثقۃ مامونا کثیر الحدیث عالیا رفیعا واجمعوا علی جلالتہ فی کل شیء وقال حماد ابن زید کان افضل ھاشمی ادرکتہ وکان سافر اکتم نسبہ فقیل لہ فی ذالک فقال انا اکرہ ان اخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مالا اعطینی ایاہ۔ آپ بہت بڑے ثقہ۔ امین۔ کثیر الحدیث۔ عالی مرتبہ۔ اور بلند پایہ تھے۔ اور تمام امور سے آپ کی ذاتی جلالت ہویدا تھی۔ اور حماد ابن زید کا قول ہے کہ میں نے تمام بنی ہاشم میں آپ کے سوا کسی اور کو افضل نہیں دیکھا۔ آپ جب کبھی باہر جاتے تھے تو اپنے نسب کو چھپاتے تھے۔ لوگوں نے اسکی وجہ پوچھی تو ارشاد ہوا کہ میں اس امر کو مکروہ سمجھتا ہوں کہ میں اپنے نسب کا سلسلہ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاؤں اور اُنکے صفات مجھ میں نہ پائے جائیں۔

اصلی جلالت اور حقیقی عظمت کے خوشنما زیور ... انکے ... تھے جو آپکی ذات بابرکات

جامعیت کے بیش بہا جوہر نمایاں اور آشکار ہوتے ہیں۔ آپ کی جامعیت اور کمال استعداد کے علاوہ آپ کے علوم معرفت۔ ترک علائق۔ تذکیۂ نفس۔ اخلائے قلب خضوع۔ خشوع۔ زہد اور ورع۔ غرض تمام علوم اور محاسن کا پورا پتا ملتا ہے۔ اور یہ وہی جلیل القدر اور عظیم المراتب کتاب ہے جس کی جلالت اور عظمت کی وجہ سے علمائے فریقین نے اس کو زبور آل محمدؐ سے مخاطب فرمایا ہے۔ اور اپنی تالیفات میں برابر اسکا ذکر کیا ہے۔ دور کیوں جائینگے شیخ الاسلام قسطنطنیہ شیخ سلیمان القندوزی البلخی نے بھی اس صحیفۂ مقدسہ سے اپنی کتاب ینابیع المودۃ فی القربیٰ میں اکثر ادعیات نقل کئے ہیں اور وہ اسکے انتخاب کرتے وقت تمہیداً یہ عبارت تحریر فرماتے ہیں۔

الباب الثامن والتسعون فی ایراد بعض الادعیّہ والمناجاۃ التی تکون فی الصحیفۃ الکاملۃ للامام الھمام زین العابدین علیہ السلام وھو زبور اھلبیت الطیّبین الطّاھرین سلام اللہ علیہم اجمعین۔

باب اٹھانوے ۹۸ جس میں صحیفۂ کاملۂ سجادیہ امام ہمام حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے بعض دعائیں نقل کی گئی ہیں اور اسے زبور اہلبیت علیہم السلام بھی کہتے ہیں۔

بہر حال اگر ہم اس صحیفۂ مقدسہ کی نسبت علمائے کرام کے اُن اقوال کو یہاں جمع کرنے کی کوشش کریں جو اسکے انتہا درجہ کے فصیح و بلیغ اور معنی خیز ہونے کے علاوہ اسکے مستجاب اور سریع التاثیر ہونے کے ثبوت میں لکھے گئے ہیں تو شاید ہم کو پھر ایک جداگانہ تالیف کی ترتیب دینی ہوگی۔ جو ہماری موجودہ ضرورت سے زائد خیال کی جائیگی۔ اس لئے ہم ان بیانات سے قطع نظر کرکے اخبار اثنا عشری دہلی مطبوعہ ۸ مئی ۱۹۰۸ء سے صرف اس مضمون کو نقل کئے دیتے ہیں جس کو اخبار مذکور کے معزز اور مقتدر اڈیٹر نے اخبار الوکیل سے نقل کیا ہے۔

اصل میں یہ مضمو[illegible] الصلوٰۃ فی سبعہ اوقات کا مختصر ریویو ہے۔ اصل میں یہ کتاب ایک جرمنی [illegible] اشتال کی تالیف ہے جسمیں فاضل مولف نے ائمہ علیہم السلام کے چند [illegible] ے کمیل وغیرہ نقل کرکے اُنکی [illegible] مضامین اور سریع الا[illegible] امام زین [illegible] علیہ السلام کی وہ [illegible] ضامین کے

اوراد کے متعلق تعلیم فرمائی تھی۔ ہمارے ذیقدر اور لائق اڈیٹر الوکیل اس مضمون کے خاتمہ پر اپنی طرف سے ریمارک فرماتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ اس غریب کا اُس وقت کیا حال ہوتا جبکہ یہ ان ادعیۂ مبارکہ کے علاوہ ابوالقاسم علی ابن موسے ابن جعفر ابن محمد ابن طاؤس علوی حسینی کی جو بلقب رضی الدین مشہور ہیں۔ کتابیں دیکھتا۔ ان سب سے بڑھکر یہ کہ صحیفۂ سجادیہ کو جسکی روایت بطریق تواتر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام (علی ابن الحسین علیہ السلام) ابن علی ابیطالب رضی اللہ تعالے عنہم اجمعین سے کہ جو شیعوں کے چوتھے امام ہیں ثابت ہے دیکھے ہوتا تو اُسکی کیا کیفیت ہوتی۔ مجھ سے اگر کوئی شخص رکن و مقام کے مابین حلف لے کہ طبقہ متمدنہ و غیر متمدنہ میں کوئی بھی اسکی نظیر پیش نہیں کرسکتا تو میں قسم کھا لونگا اور امید ہے کہ مجھکو کفارہ نہ دینا پڑیگا۔ الی غیر ذلک من کتب الادعیہ۔

اخبار اثنا عشری دہلی مطبوعہ ۸ مئی ۱۹۱۴ء

ہمارا جہانتک خیال ہے اور صحیح بھی یہی ہے کہ اس صحیفۂ مقدسہ کی عظمت و جلالت کے متعلق اتنی ہی تصدیق کافی ہے۔ ورنہ وہ تمام اقوال جو کتب امامیہ اثنا عشریہ میں خصوصًا وہ شرح جو فاضل اجل ملا محمد باقر داماد عطر اللہ مرقدہ لکھی ہے۔ اسکی نسبت عمومًا تمام کتابوں میں درج ہیں وہ اتنے ہیں جنکی گنجائش کے لئے ہماری موجودہ تالیف کافی نہیں ہوسکتی۔ اسی سے سمجھ لینا چاہئے کہ جس مقدس بزرگوار کی یہ شان عظمت و جلالت ہو۔ جو چودہ سو برس گزر جانے کے بعد اہل اسلام کیا غیر مذہب والوں کے دل میں بھی اپنا اثر کر چکی ہو تو اُسکی خاص ذاتی وجاہت اور قدر و منزلت کی کیا کیفیت ہوگی۔ یہ اُسی روحانی عظ[illegible] مقدسہ سلام اللہ علیہم کو ذاتی۔

الازدهام فنصب منبرا الی جانب زمزم وجلس ینظر الی النّاس وحوله جماعة من اعیان اهل الشام فبینما هوکذالک اذا قیل زین العابدین علیہ السّلام فلمّا انتهی الی الحجر تنحی له النّاس حتّی استلم فقال رجل من اهل الشّام لهشام من هٰذا قال لا اعرفه مخافته ان یرغب اهل الشام فی زین العابدین علیہ السّلام فقال الفرزدق انا اعرفه ثم انشاءَ۔

جب ہشام ابن عبدالملک اپنے باپ کے زمانے میں حج کرنیکے لئے گیا۔ اسنے حجرالاسود کے بوسہ کے لئے نہایت زور دیا لیکن لوگوں کی بھیڑ کی وجہ سے اسکو یہ شرف حاصل نہ ہوسکا پس ایک کرسی بچھاکے زمزم کے قریب بیٹھ گیا۔ لوگوں کی آمدورفت دیکھنے لگا۔ اسکے گرد اہل شام کی ایک جماعت کھڑی تھی۔ وہ ابھی اس حال میں بیٹھا ہوا تھا کہ نا گہاں جناب امام زین العابدین علیہ السلام تشریف لائے۔ جب حجرالاسود کے پاس پہنچے تو لوگ منتشر ہوگئے۔ یہاں تک کہ آپ نے حجرالاسود کو بوسہ دیا۔ اہل شام میں سے ایک آدمی نے ہشام ابن عبدالملک سے پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں جنکی لوگ یہ قدر اور تعظیم کرتے ہیں۔ ہشام اس خوف کی وجہ سے کہ مبادا یہ لوگ جناب امام زین العابدین علیہ السلام کی جانب گرویدہ ہوجائیں کہنے لگا کہ میں نہیں جانتا کہ یہ کون ہیں۔ ابوالفراس فرزدق جو اس زمانہ کا مشہور شاعر تھا کہنے لگا کہ میں انکو جانتا ہوں۔

قصیدۂ فرزدق

هٰذا الّذی تعرف البطحآء وطاته
یہ وہ ہے جسکے قدم کی جگہ کو کعبہ پہچانتا ہے

والبیت یعرفه والحلّ والحرم
اور خانۂ کعبہ اور حل وحرم جانتے ہیں

هٰذا ابن خیر عباد الله کلّهم
یہ خدا کے تمام بندوں سے افضل کا بیٹا ہے

هٰذا التّقی النّقی الطّاهر العلم
یہ پاک پاکیزہ پرہیزگار سردار ہے

اذا رَأَته قریش قال قائلها
جب قریش انکو دیکھتا ہے

الی مکارم هٰذا ینتهی الکرم
اسکی جوانمردی پر کرم کا خاتمہ ہے

ینمی الی ذروة العزّ الّذی
شرف کی بلندی

عن نیلها عرب الاسلام والعجم
اسکے حاصل کرنے سے عرب اور عجم کے

يكاد يمسكه عرفان راحته
نزدیک ہے کہ اس کے ہاتھ کو پہچانکر پکڑ لے۔

في كفه خيزران ريحه عبق
اسی کے ہاتھ میں بید مشک ہے جسکی بو نہایت شوخ ہے۔

يغضي حياء ويغضى من مهابته
وہ حیا سے نگاہ نیچی رکھتا ہے اور اس کے سامنے خوف سے نیچی آدمی رکھتا ہے

ينشق نور الهدى من نور غرته
اس کی پیشانی کے نور سے ہدایت کا نور ٹپکتا ہے۔

من جده دان فضل الانبياء له
اس کے جد کے سامنے انبیاء کی عقل فرمانبرداری کرتی ہے۔

منشقة من رسول الله نبعته
اس کے وجود کی کونپل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شجر وجود سے ہوئی ہے۔

ركن الحطيم اذا ما جاء يستلم
کعبہ کی دیوار کا رکن یعنی حجر الاسود جب وہ اسکو چومنے کو آئے۔

في كف اروع في عرنينه شمم
اُس خوشجمال کے ہاتھ میں ہے جسکی ناک میں بلندی ہے۔

فما يكلم الا حين يبتسم
اس کے سامنے بات نہیں کی جاتی مگر جب کہ وہ خود ہنستا ہے۔

كالشمس ينجاب عن اشراقها الظلم
مثل آفتاب کے اس کے نور سے تاریکی پھٹ جاتی ہے۔

وفضل امته دانت له الامم
اور اُس کی امت کے سامنے تمام اُمتیں پانی بھرتی ہیں۔

طابت عناصره والخيم والشيم
اُس کے عناصر جسمیہ اور خو اور خصلتیں سب پاکیزہ پیدا ہوئے ہیں۔

الیث اھون منحین تغضبہ
جب اس کو غصہ میں لائے تو اس سے
شیر کا سامنا تجھ پر آسان ہے۔
فلیس قولک من ھذا بضائرہ
تیرا یہ کہنا کہ یہ کون ہے؟ اس کو ضرر
رساں نہیں ہے،
کلتا یدیہ غیاث عم نفعھما
اس کے دونوں ہاتھ فریاد رس خلق ہیں
کہ ان کا نفع عام ہے۔
سھل الخلیفۃ لا تخشی بوادرہ
وہ نہایت نرم مزاج ہے اُس کے
خشم سے ڈر آتا نہیں۔
حمال اثقال اقوام اذا فدحوا
قوموں کے بوجھ کا وہ اُٹھانے والا
ہے درآں حالیکہ قرض سے وہ
زیر بار ہو جائے۔
ما قال لا قط الا فی تشھدہ
کبھی اس نے بجز وقت تشہد کے
لا نہیں کہا۔
لا یخلف الوعد م
وعدہ کا خلاف نہ ...
نفس والا ہے۔
عم البریۃ والاحـ
اس نے احسان کے ...
کیا ہے،

والموت ایسر منہ یھتضم
اُس کی خفگی کے وقت موت آجانی
بہتر ہے۔
العرب تعرف من انکرت والعجم
تمام عرب وعجم پہچانتا ہے کہ تونے کس
شخص کا انکار کیا ہے۔
تستوکفان ولا یعروھما عدم
اس سے خلقت فیض کی طالب ہے افلاس
ان پر وارد نہیں ہوسکتا۔
بزینہ اثنان حسن الخلق والشیم
اُس کی ذات حسن خلق خوشخوئی
سے آراستہ ہے۔
حلو الشمائل تحلو عندہ نعم
وہ نہایت شیریں شمائل ہے اُس کے
پاس سبھی نعمتیں شیریں تر ہیں۔
لولا التشھد کانت لاءہ نعم
اگر تشہد نہ ہوتا تو اس کا لا بھی
نعم ہو جاتا۔
رحب الفناء رایت حین یعتزم
مہمانوں کے لیے اس کے گھر کا صحن وسیع
ہو جاتا ہے جبکہ وہ قصد کرتا ہے۔
عنھا العنایۃ والاملاق والعدم
گر ... ہے خلقت سے رنج، تنگی
والاسر ...

من معشر حبّهم دین وبغضهم
یہ اُس گروہ سے ہے کہ ان کی محبت دین ہے۔
اور ان کا بغض

ان عدّ اهل التقی کانت ائمتهم
اگر پرہیزگاروں کا شمار کیا جاوے
تو یہ اُن کے امام ہیں۔

لا یستطیع جواد بعد غایتهم
جہاں وہ پہونچے ہیں وہاں کوئی جوانمرد
اور سخی نہیں پہونچا

هم الغیوث اذا ما ازمة ازمت
وہ برستے ہوئے ابر ہیں جب قحط کی
تکلیف لوگوں کو بگاڑ دیتی ہے۔

مقدم بعد ذکر الله ذکرهم
ان کا ذکر خدا کے ذکر کے بعد
مقدم ہے۔

یابی لهم ان یحل الذم ساحتهم
ان کے گھر کے صحن میں اُترنے سے
ندامت انکار کرتی ہے۔

ای الخلایق لیست فی رقابهم
وہ کون سے لوگ ہیں کہ ان کے

کفرا وقربهم منجی ومعتصم
کفر اور انکا قرب نجات دینے والا
ہے اور دینداروں کے لیے دستاویز ہے

او قیل من خیر الارض قیل هم
اور اگر پوچھا جاوے کہ زمین پر رہنے والوں
میں کون افضل ہے تو کہا جائے یہی ہیں

ولا یدانیهم قوم وان کرموا
ان تک کوئی قوم نہیں پہونچ سکتی، اگرچہ
سخاوت کرنیوالے ہوں۔

ولا الاسد اسد الشری والباس محتدم
وہ شیر ہیں شیر کچھار کے جبکہ جنگ کا
معرکہ گرم ہوتا ہے۔

فی کل بدء ومختوم به الکلم
ہر کلام کے آغاز اور
اختتام پر۔

خیم کریم وایدی بالندی هضم
سخاوت ان کی عادت ہے اور ان
کے ہاتھ بخشش میں خرچ کرنیوالے ہیں

لاولیة هذا او له نعم
اسکے پیشوا ہونے کی وجہ سے یا اسکے

اس کے بعد علامہ حجر مکی لکھتے ہیں کہ فلمّا سمعها هشام غضب و حبس فرزدق وامر له زین العابدین علیه السلام باثنی عشر الف درهم وقال اعذا ولو کان عندنا اکثر لو صلناك به فقال امتدحته الله لا لعطاء فقال زین العابدین علیه السلام ان اهل البیت اذا وهبنا شیئا لا نستعیده فتقبلها فرزدق۔

جب ہشام نے اس قصیدہ کو سنا تو غصہ میں آکر فرزدق کو قید کر دیا جناب امام زین العابدین علیہ السلام نے بارہ ہزار درم فرزدق کو دینے کا حکم فرما کر کہلا بھیجا کہ اگر ہمارے پاس اس سے زیادہ ہوتا تو ہم تجھکو اور زیادہ انعام دیتے۔ فرزدق نے عرض کی کہ ہم نے خدا کے لیے آپ کی مدح کی ہے نہ عطا کے لیے۔ جناب امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا ہم اہلبیت علیہم السلام جب کسی کو کچھ دیتے ہیں تو واپس نہیں لیتے۔ فرزدق نے وہ درم قبول کر لیے۔

اس واقعہ کو پڑھکر ہر شخص بسہولیت اور آسانی سمجھ سکتا ہے کہ دنیاوی قدر و منزلت اور دینی عظمت و جلالت میں کتنا فرق ہے۔ دنیا کی مقدرت والے چاہے کتنا ہی دنیاوی نعمتوں سے بھر پور اور اہل مقدور ہوں مگر جب اہل اللہ اور خاصان خدا کے مقابل آئیں گے تو اُن کی ظاہری آرائش اور نمائشی زینت و زیبائش کے پردے اُٹھ جائیں گے، اور صاحبان بصیرت کی حقیقت بین نگاہوں میں هذا فضل الله یؤتیه من یشاء انك ضل عظیم کے پورے جلوے نظر آئینگے۔

بالخیر والعافیہ

الحمدللہ صحیفہ سلام موسوم بہ سلام اللہ تذ اہلبیت علیہ

علیہ وعلیٰ آبائہ الطاہرین امروز بتاریخ ہفتم ماہِ رجب یوم چہار شنبہ ۱۳۲۶ سنہ نقل بر داشتہ شد۔ تالیفش از ہجدہم محرم الحرام سنہ صدر آغاز گشتہ در عرصۂ سہ ماہ صورت اتمام پذیرفتہ بتاریخ یازدہم ربیع الثانی باختتام رسید۔

واللہ الموفق بالمومنین وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ الطیبین الطاہرین۔

آمین

مناظر الثانی منشی سید سجاد حسین صاحب کی تصنیف لطیف کا ذخیرہ

الآیات حضرات اہلسنت کی مایۂ ناز پانچ آیات قرآنی پر محققانہ اور مدققانہ نظر ثانی اور اس امر کا قطعی فیصلہ کہ حضرات اہلسنت کوئی ایک آیت بھی قرآن مجید سے اپنے خلفائے ثلثہ کی تائید یا تعریف میں پیش نہیں کر سکتے۔ قابل دید کتاب۔ قیمت سابقہ ۱۲ ر قیمت حال ۱۰ ر۔

آفتاب خلافت مسئلۂ خلافت پر کافی شرح و بسط سے بحث کی گئی ہے۔ اہلسنت کی معتبر کتب سے حضرت علیؑ کی خلافت کو برحق ثابت کیا ہے۔ قیمت سابقہ ۳ ر قیمت حال ۲ ر

مشعل ہدایت۔ ایک سنی فاضل رامپوری کے ۸ زبردست سوالات کا تسکین دہ جواب۔ دلچسپ مناظرہ۔ قابل قدر کتاب۔ قیمت سابقہ ۳ ر قیمت حال ۲ ر

عطر ایمان۔ دو سنیوں کا شاہجہانپور میں شیعہ ہونا اور اُنکی فرمائش پر چہار خلفاء کی لائف قیمت سابقہ ۴ ر قیمت حال ۳ ر

الہادی۔ یہ کتاب مناظرہ شیعہ و سنی میں بطور ناول ایک قصہ کے پیرایہ میں لکھی گئی ہے جس میں عقائد شیعہ و سنی کا نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے موازنہ کیا گیا ہے۔ قیمت سابقہ ۸ ر قیمت حال ۷ ر

جام جہان نما۔ یہ بھی مناظرہ میں اپنے طرز کی ایک نرالی کتاب ہے قیمت ۸ ر

سرمۂ خاموشی۔ یہ رسالہ اسم بامسمّٰی ہے۔ قیمت ۸ ر

شرح کنز مکتوم۔ عقد ام کلثومؑ کے متعلق مناظرہ میں قابل قدر کتاب ہے۔ قیمت ۸ ر

صراط مستقیم۔ ایک سنی ذاکر کے شیعہ ہونیکی وجوہ لکھی ہیں۔ قیمت سابقہ ا ر قیمت حال ۸ ر

بحث بدا۔ اس میں مسئلۂ بدا پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔ قیمت ا ر

آئینۂ حق نما۔ شیعہ و سنی کے مناظرہ میں قابل دید ہے۔ قیمت ا ر

پاکیزہ خیال۔ مناظرہ میں قابل دید کتاب ہے۔ قیمت ا ر

نوٹ

جملہ کتب کی قیمت ۱۱ محرم [illegible] تحریر کی گئی ہے۔ محصول ڈاک قیمت کتب سے علاوہ ہوگا۔

مہتمم

[illegible]

قرآن مجید مترجم

بزبان اردو روزمرّہ مطابق روایات اہلبیت علیہم السلام

یہ ترجمہ علامۂ دوراں فصیح البیان دقیقہ شناس رموز قرآنی متکلم ومناظر لاثانی جناب مولانا مولوی حکیم سید مقبول احمد صاحب دہلوی دام ظلہ العالی کا ہے۔ ہر ہر صفحہ پر اُسکے متعلق تفسیری نوٹ ہیں۔ جو نوٹ کسی صفحہ پر پورے نہیں آسکے انکا صرف خلاصہ درج ہوا ہے اور تفصیل ضمیمہ میں لکھی جائیگی لیکن یہ نہیں ہوا کہ ایک صفحہ کے نوٹ دوسرے اور تیسرے صفحے کے حواشی پر چلے جائیں۔ اور متلاشی کو دقت وتکلیف اُٹھانی پڑے۔ تخمیناً پانچ جزو کا ایک دیباچۂ قرآن بھی چھاپا جائیگا جسکے بارہ یا چودہ مقدمات ہونگے۔ تلاوت قرآن مجید کے فضائل۔ رموز اوقاف۔ تعداد آیات۔ ترتیب نزول وترتیب موجودہ کے اختلافات اور آیات کے ناسخ ومنسوخ۔ محکم۔ تشابہ۔ خاص وعام وغیرہ کل امور سے مختصراً بحث کی جائیگی۔ کچھ تھوڑا سا ذکر علم تجوید کا بھی ہوگا۔ اور قاریوں کے اختلاف کا بھی۔ آخر کا ضمیمہ غالباً ۵۰ یا ۶۰ جزو سے کم نہوگا۔ ہر پارہ (۳۲) صفحوں پر ختم ہے۔ احتیاطاً مجتہد العصر والزمان کی نظر سے بھی گزرانا گیا ہے۔ اور صحت کے اہتمام میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا گیا۔

اندریںصورت ہزار پانسو کی تعداد سے چھپوانے میں چونکہ مصارف بہت زیادہ ہوتے اور شیعوں میں بامحاورہ اور انکے ائمہؑ کی احادیث وروایات کے بموجب ترجمہ ناپید ہونے سے جو سخت ضرورت عقلاء کے نزدیک محسوس ہو رہی تھی اُسکو مدنظر رکھکر کئی ہزار بصرف کثیر طبع کرالیا۔ تاکہ ہم بار بار کی محنت اور شائقین انتظار طبع ثانی کی دقت سے بچیں۔ اور قوم کی مختلف حالتوں کے لحاظ سے یہ کلام مجید صرف [illegible] کے کاغذ [illegible] پر طبع ہوا ہے۔ [illegible]